نوبیل انعام یافتہ ناول

پہاڑ کی آواز

یاسوناری کاواباتا

ترجمہ: محمد سلیم الرحمٰن

بک مارک

مشعل

﴿۱﴾

یاسوناری کاواباتا

پہاڑ کی آواز

ترجمہ: محمد سلیم الرحمٰن

مشعل

آر-بی 5، سیکنڈ فلور، عوامی کمپلیکس

عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور 54600، پاکستان

MashalBooks.org

پہاڑ کی آواز: یاسوناری کاواباتا

اُردو ترجمہ: محمد سلیم الرحمٰن

کاپی رائٹ C انگریزی 1970 الفریڈ اے ناف انکارپور۔ٹڈ
کاپی رائٹ C اُردو 1995 مشعل پاکستان

ناشر:: مشعل بکس
آر بی 5، سیکنڈ فلور، عوامی کمپلیکس،
عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور 54600، پاکستان

MashalBooks.org

تعارف

یاسوناری کاواباتا پہلا جاپانی ادیب ہے جسے نوبیل انعام سے نوازا گیا۔ یہ 1968ء کی بات ہے۔ یوں تو بیسویں صدی میں بڑے بڑے جاپانی ناول نگار سامنے آئے مثلاً شیمازا کی توسون، ناتسومے سوسے کی، ناگائی کافو، شیگا ناویا، تانی زاکی جونی چیرو، لیکن نوبیل انعام کمیٹی کی نظر التفات سے محروم رہے۔ شاید دوسری عالمی جنگ سے پہلے ان کا کام یورپی زبانوں میں ترجمہ نہ ہوا ہو۔

کاواباتا 1899ء میں اوساکا میں پیدا ہوا۔ ابھی شیر خوار تھا کہ ماں باپ دونوں چل بسے۔ وہ دادا یا نانا کے گھر پلا بڑھا، بچپن، لڑکپن اور نوجوانی میں بڑی تنہائی کا عالم دیکھا۔ ناولوں میں رچی ہوئی اداسی شاید اسی ناخواستہ تنہائی کی دین ہو۔ ٹوکیو شاہی یونیورسٹی سے جاپانی ادب میں ڈگری حاصل کی۔ 1936ء کے بعد بیشتر وقت کاماکورا میں گزارا جو ٹوکیو کے جنوب میں ہے۔ بظاہر اس کی زندگی پرسکون اور خالی از ہیجان تھی۔ جنگ کے دنوں میں قوم پرستانہ جنون سے الگ تھلگ رہا کہ بنیادی طور پر امن پسند آدمی تھا۔ نئے باصلاحیت لکھنے والوں کا کھلے دل سے حوصلہ بڑھاتا تھا۔ نوبیل انعام ملنے سے پہلے اسے جاپان کا سب سے بڑا ادبی انعام مل چکا تھا۔ 1972ء میں خودکشی کر لی لیکن کوئی خط یا رقعہ نہیں چھوڑا جس سے خودکشی کی وجہ پتا چلتی۔

اس کے ناولوں میں ''برف دیس''، ''ہزار کونجیں'' اور ''پہاڑ کی آواز'' مشہور ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ناولوں اور افسانوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اسے دقت ہوتی تھی۔ ایسی تصانیف کی تعداد خاصی ہے جنہیں وہ مکمل نہ کر سکا۔ اس میں تو کوئی کلام نہیں کہ کاواباتا نے مغربی ادب سے بہت کچھ سیکھا لیکن اس پر کوئی صاف صاف ٹھپا نہیں لگ سکتا۔ ناول میں ایک سطح حقیقت پسندی کی ضرور ہے لیکن اس سطح کے نیچے جھانکنے پر جو کچھ نظر آتا ہے اس کی ماہیئت کے

بارے میں کسی نتیجے پر پہنچنا آسان نہیں۔ کرداروں کی بے چارگی کا احساس بہت نمایاں ہے جیسے زندگی کے جبر اور پیچیدگی کے سامنے کوشش کے باوجود کوئی پیش نہ چلی ہو اور اپنی ہار کی طرف سفر میں، زادِ راہ کے طور پر، صرف حسرتیں باقی ہوں۔ یہ حسرت آلود فضا یاز یاں کا احساس ''پہاڑ کی آواز'' میں بھی موجود ہے۔

''ہنسی خوشی رہنے والے کنبے سب ایک جیسے ہوتے ہیں۔ ہر ناخوش کنبے کی ناخوشی کا اپنا انداز ہے۔'' ان الاظ سے تالستائی کا ناول ''اینا کارے نینا'' شروع ہوتا ہے۔ کہنا یہ مقصود ہے کہ جس کنبے کے افراد آپس میں شیر وشکر ہوں ان کے درمیان کشیدگیاں نہ ہونے کے برابر ہوں گی۔ ایسے کنبے پر انگلی نہیں رکھی جاسکتی۔ وہ پوری طرح نظر نہیں آتا۔ اپنی موجودگی کا احساس نہیں دلاتا۔ ہماری توجہ ہمیشہ انہیں چیزوں پر زیادہ رہتی ہے جو نظر میں کھٹکیں۔ اس کے برعکس جب کوئی کنبہ خانہ جنگی کا شکار ہو تو اس میں کشیدگی مدوجزر کی طرح گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ اس کے سٹیج پار جاری ناگوار ڈراما فوراً ہمیں اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ جس طرح کسی فرد کی انگل چھاپ کسی دوسرے کی انگل چھاپ سے نہیں ملتی اسی طرح پھوٹ کے شکار ہر کنبے کی ان بن کے نشیب وفراز کسی دوسرے ٹوٹتے پھوٹتے کنبے کی ان بن کے نشیب وفراز سے میل نہیں کھاتے۔

کاواباتا کے ناول ''پہاڑ کی آواز'' میں ایسے ہی کنبے کی کہانی ہے۔ کنبے میں چھوٹی چھوٹی دراڑیں پڑ چکی ہیں اور یہ دھڑکا ہر وقت لگا رہتا ہے کہ کوئی بڑی دراڑ آجانے سے کنبہ ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائے۔ یہاں ہم تالستائی کے ناول کے عظیم الشان کینوس، برتر از زندگی کرداروں اور گمبھیر پلاٹ سے دوچار نہیں ہوتے۔ کاواباتا اس وضع کا ناول نگار ہے ہی نہیں۔ وہ تو پرسکون رہ کر، رک رک کر چلتے ہوئے، ایک کنبے کو بے اطمینانی کی طرف بڑھتے دکھاتا ہے۔

ناول کا مرکزی کردار شنگو ہے۔ وہ کنبے کا سربراہ ہے۔ ساٹھ سال سے اوپر کا ہو چکا ہے۔ برسرِ روزگار اور خوش حال ہے۔ لیکن اس ظاہری آسودگی کی حیثیت مجاز سے زیادہ نہیں۔ حقیقت وہ ہے جو پرانی حسرتوں کے روز بروز بڑھتے بوجھ اور نئے خلفشار کے ختم نہ ہونے والے دباؤ کے روپ میں شنگو کے شب وروز کو مکدر کرتی رہتی ہے۔

شنگو بھی اسی مشکل سے دوچار ہے جس سے اکثر لوگوں کا سابقہ پڑتا ہے۔ کسی فرد یا شئے سے وابستہ کوئی یاد، جو کبھی دُنیاوی زندگی میں مسرت یا حسن کی معراج معلوم ہوئی تھی لیکن جسے اپنانے میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ جیسے کسی دروازے سے جنت کی جھلک نظر آئی ہو اور پھر وہ

دروازہ بند کر دیا گیا ہو۔ ناکامی کا یہ احساس، ماضی کی تہوں سے ابلتا یہ پچھتاوا، کبھی عالم بیداری میں، کبھی خوابوں کی دُنیا میں، پرانے زخموں کو کریدتا رہتا ہے۔ اندمال خارج از امکان ہے کہ ماضی کو بدلا نہیں جا سکتا۔

جہاں تک شگو کا تعلق ہے وہ اپنی حسین و جمیل سالی کو بھول نہیں سکتا۔ اس کیلئے وہی زندگی کی حقیقت تھی۔ ایک ایسا سہانا خواب جو اس نے لڑکپن میں دیکھا اور جو اس کے دل کو ہمیشہ کیلئے ویران کر گیا۔ اس کی یاد ایک غیر ڈرامائی زندگی میں روشنی بن کر بھی آتی ہے اور اندھیرا بن کر بھی۔ الم ناکی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ سالی نوجوانی میں فوت ہوگئی۔ اس کے بعد شگو نے اس کی کم رو بہن سے شادی کر لی۔ اس طرح کے فیصلوں کی کوئی عقلی توضیح مشکل ہے شاید اس بہانے ایک محبوب یاد پر گرفت رکھنا مقصود ہو یا اس کے پس پردہ اس خاندان سے کسی نہ کسی طرح وابستہ رہنے کی خواہش کارفرما ہو جس کی ایک فرد کے غیر معمولی حسن نے اسے موہ لیا تھا۔ بظاہر یہ شادی کامیاب رہی لیکن شگو کو اپنی معمولی شکل صورت کی بیوی سے حقیقی معنی میں کوئی لگاؤ نہیں۔ شگو کو تو یہ بھی اچھا نہ لگتا تھا کہ وہ گھر سے باہر سب کے سامنے اس کے ساتھ دیکھی جائے۔

لیکن بڑھاپے میں، جب جنگ کے بعد اسے عورتوں سے بظاہر رغبت نہ رہی تھی، بیٹے شوئی چی کی نوجوان اور خوش شکل بیوی، کیکو کو، سراپا ترغیب بن کر اس کی زندگی میں داخل ہوئی، ایک سطح پر وہ حسین سالی کا بدل بھی ہے اور شگو کو ایک نئی سرشاری سے ہمکنار کرنے کا باعث بھی۔

شگو پرانے انداز کا شریف زادہ ہے جس نے بیسیوں حجابات پالے ہوئے ہیں۔ رسم و رواج کا پابند، بہت وضع دار۔ اس سے توقع نہیں کی جا سکتی کہ بہو کی طرف مائل ہو کر اخلاقی حدود سے تجاوز کرنے کی جرات کرے گا۔ کیکو کو، جو اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی اور گھر بھر کی اور بالخصوص باپ کی لاڈلی تھی، شگو کی شکل میں باپ کا بدل مل جاتا ہے۔ یہ التفات شگو کو جتنا خوش کن معلوم ہوتا ہے اتنا ہی پرخطر بھی نظر آتا ہے اور ایک موقع پر اسے کیکو کو سے کہنا پڑتا ہے۔ ''تم میری دیکھ بھال مین بہت تندہی کا ثبوت دیتی ہو لیکن مجھے سوئی چی کے ساتھ خلط ملط کرنے کی غلطی نہ کر بیٹھنا۔''

شگو کو کیکو کو سے اس لئے بھی ہمدردی ہے کہ بیٹے نے اتنی قبول صورت اور خوش مزاج بیوی کے ہوتے ہوئے کسی اور عورت سے تعلقات استوار کر رکھے ہیں اور بیوی پر کوئی خاص توجہ نہیں دیتا۔ دوسری طرف شگو کی کم رو اور قدرے پھوہڑ اور بدمزاج بیٹی، فوساکو کی شادی ناکام رہتی

ہے۔اور وہ شوہر کو چھوڑ کر اپنی دونوں بچیوں سمیت گھر آ جاتی ہے۔اس طرح شگو پر کئی طرف سے دباؤ ہے۔ بیٹے کی روش نا قابل فہم اور بڑی حد تک گھناونی معلوم ہوتی ہے۔ بیٹی کی شادی کی ناکامی کا کوئی تدراک اس کے پاس نہیں۔کیکو کو کی حد تک وضع احتیاط سے دم رکنے لگا ہے۔

اس آہستہ خرام ناول کے قطبین دو بڑے آئینے ہیں جن میں کئی عکس دو چار ہوتے ہیں۔ ایک طرف ماضی کے آئینے میں متوفی سالی کی روشن شبیہ ہے جو لڑکپن میں شگو کی پہنچ سے باہر رہی ارواب تک سمجھ میں نہ آنے والی خوشی اور بے پایاں حسرت کا سرچشمہ بن کر زندگی کو اضطراب سے آشنا رکھتی ہے۔ دوسری طرف حال کے آئینے سے کیکو کو کی روشن صورت جھانکتی ہے جو بوڑھے شگو کی پہنچ سے باہر ہے اور سمجھ میں نہ آنے والی سرشاری اور بے پایاں حسرت کا سرچشمہ بن کر زندگی کو اضطراب سے آشنا رکھتی ہے۔ان قطبین کے درمیان دن رات گزرتے رہتے ہیں، موسم آتے جاتے ہیں اور دُنیا کبھی تجدید کے عالم میں ہوتی ہے، کبھی زوال کی طرف بڑھتی ہے۔ کیکو کو میں لڑکیوں جیسی معصومیت ہے۔وہ دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے اور ان کا خیال رکھنے کی اہل ہے۔شگو لاکھ احتیاط پسند سہی لیکن ایک زیادہ بھرپور زندگی کی حسرت لئے لئے پھرتا ہے جس کا وہ تصور کر سکتا ہے، خواب دیکھ سکتا ہے۔ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ وہ دونوں اپنی اپنی ناکامیوں کے باوجود صلح صفائی اور تجدید اور ہم آہنگی کے امکانات سے زیادہ قریب ہیں۔ان کے برعکس شوئی چی اور فوسا کو اپنی اپنی ناکامیوں کی وجہ سے انہیں امکانات سے اتنے ہی دور۔لیکن عمر کا فرق اور رشتے کی نوعیت شگو اور کیکو کو کی راہ میں دیوار بن جاتی ہے۔ناول کو اس طرح بھی پڑھا جا سکتا ہے کہ حالات نت نئی دیواریں اٹھا کر زندگیوں کو بھول بھلیاں میں تبدیل کرتے رہتے ہیں۔انیٹ پتھر کی دیواروں کو توڑا یا بھی جا سکتا ہے لیکن غیر مرئی اور خیالی دیواریں تو بعض دفعہ خوابوں میں بھی منہدم نہیں ہوتیں۔

میں جناب سویا مانے کا خاص طور پر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کے تعاون سے انگریزی ترجمے کی بعض الجھنیں سلجھانے میں بڑی مدد ملی۔

محمد سلیم الرحمٰن

MashalBooks.org

پہاڑ کی آواز

دکھائی یہ دیتا تھا جیسے اوگا تا شنگو کچھ سوچ رہا ہے۔ تیوری یونہی سی چڑھی ہوئی، ہونٹ تھوڑے تھوڑے کھلے ہوئے۔ کوئی ناواقف دیکھتا تو شاید کچھ اور سمجھ بیٹھتا شاید خیال کرتا کہ شنگو کسی وجہ سے اداس ہو گیا ہے۔

اس کے بیٹے شوئی چی کو پتا تھا کہ چکر کیا ہے۔ یہ کیفیت چونکہ بار بار دیکھنے میں آتی لہٰذا وہ اس پر بہت کم توجہ دیتا تھا۔

سیدھی سی بات تو یہ تھی کہ باپ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا ہے مگر اصل میں شوئی چی کو اس کے علاوہ بھی بہت کچھ معلوم تھا۔ اسے پتا تھا کہ باپ کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

شنگو نے ہیٹ اتارا اور بے دھیانی سے دائیں ہاتھ میں پکڑ کر گھٹنے پر رکھ لیا۔ شوئی چی نے ہیٹ اس سے لے کر اوپر بنے ریک میں ڈال دیا۔

''سوچنے تو دو۔ حیران ہوں، جانے کیا بات تھی؟'' ایسے موقعوں پر شنگو گفتگو کرتے ہوئے اٹکنے لگتا تھا۔ ''کیا نام تھا اس ملازمہ کا، وہی جو ابھی کی بات ہے کام چھوڑ کر چلی گئی تھی؟''

''آپ کا مطلب ہے کایو؟''

''پچھلی جمعرات کو۔ یوں سمجھئے کہ پانچ دن ہو گئے۔''

MashalBooks.org

''پانچ دن ہو گئے؟ نوکری چھوڑے اسے ابھی پانچ ہی دن ہوئے ہیں اور اپنے کو اس کے بارے میں کچھ بھی یاد نہیں رہا۔''

شوئی چی کو باپ کی طرز ادا قدرے مغالبہ آمیز معلوم ہوئی۔

''وہ کایوا۔ میرا خیال ہے کہ اس کے جانے سے دو تین دن پہلے کی بات ہو گی لازماً۔

لازماً۔ میں سیر کرنے چلا تو پاؤں میں آبلہ اور میں نے کہا کہ میں سمجھا تھا کہ داد کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے کہنے لگی: سیر کی دکھن۔ اس کا بول بھلا معلوم ہوا۔ دھیما دھیما، پرانی وضع کا سبھاؤ موجود تھا اس بول میں۔ بہت بھلا لگا۔ لیکن اب جو اس بارے میں غور کرتا ہوں تو یقین ہے اس نے پیر کی دکھن کہا تھا۔ جس انداز میں یہ بات کہی گئی اس میں کچھ گڑبڑ تھی۔ سیر کی دکھن کہنا۔''

''سیر کی دکھن۔''

''اور اب کہو، پیر کی دکھن۔''

''میں صحیح سمجھا تھا۔ اس کا لہجہ نادرست تھا۔''

''جب میں نے سوچا کہ اس نے سیر کی دکھن کہا ہے تو اس کا لہجہ بہت خوش گوار لگا، بہت نرم اور نفاست آمیز۔ وہ ادھر غلام گردش میں تھی۔ یہ خیال تو مجھے اب آیا کہ اس نے اصل میں کیا کہا تھا۔ اور اس کا نام تک ذہن میں نہیں آ رہا۔ نہ اس کا چہرہ یاد ہے نہ لباس یاد ہے۔ قیاس کرتا ہوں کہ وہ ہمارے ہاں چھ ماہ یا اتنے عرصے تو رہی ہو گی؟''

''اتنی ہی کچھ مدت سمجھئے۔'' شوئی چی چوں کہ ان الجھنوں کا عادی ہو چکا تھا اس لئے باپ سے کوئی ہمدردی ظاہر نہ کی۔

خود شنگو بھی ان الجھنوں کا خاصا عادی ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود خوف سے ملتی جلتی کوئی شئے پھانس کی طرح چبھی۔ لڑکی کو یاد کرنے کا اس نے بہتیرا جتن کیا لیکن ذہن میں اس کی تصویر نہ کھینچ سکا۔ کبھی کبھار یوں بھی ہوا تھا کہ ان حاصل ٹامک ٹوئیوں کو جذباتیت کی رو نے اپنے میں سمو کر گوارا بنا دیا۔

اس وقت بھی یہی عالم تھا۔ اسے یوں لگا تھا جیسے کایو غلام گردش میں کھڑی ذرا سا آگے کو جھک کر پیر کی دکھن کی بابت اسے تسلی دے رہی ہو۔

وہ ان کے ساتھ چھ مہینے رہی تھی اور اس کے ذہن میں صرف اس منظر کی یاد کے سوا کچھ نہ بچا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ ایک زندگی ہے جو گم ہوتی جا رہی ہے۔

MashalBooks.org

2

شنگو کی بیوی، یاسوکو، تریسٹھ سال کی تھی، میاں سے ایک سال بڑی۔ ان کے ایک بیٹا تھا، ایک بیٹی، فوساکو، اور دونو اسیاں۔

یاسوکو دیکھنے میں اتنی عمر کی معلوم نہ ہوتی تھی۔ کسی کو خیال نہ آ سکتا تھا کہ عمر میں میاں سے بڑی ہے۔ یہ بھی نہیں کی شنگو کوئی خاص معمر لگتا ہو۔ دونوں ساتھ ہوتے تو ٹھیک ٹھاک قسم کے میاں بیوی نظر آتے۔ میاں بس بیوی سے ذرا بڑا، اور یہ چھوٹائی برائی انہیں انتہائی عام سا جوڑا بنا دیتی۔ یاسوکو ٹھنگنی سہی مگر تھی خوب ٹاٹھی۔

قبول صورت ذرا نہ تھی۔ نوجوانی میں اپنے میاں سے عمر میں بڑی معلوم ہوتی تھی اور شنگو کو اچھا نہیں لگتا تھا کہ وہ گھر سے باہر سب کے سامنے اس کے ساتھ دیکھی جائے۔

شنگو یہ بتانے سے قاصر تھا کہ عمر کے کون سے زمانے میں وہ عمر میں اپنے یاں سے چھوٹی معلوم ہونے لگی تھی۔ شاید تب کی بات ہو جب دونوں لگ بھگ چون پچپن کے پیٹے میں تھے میں تھے۔ عام طور پر مردوں کی بہ نسبت عورتوں پر بڑھاپا جلدی آ جاتا ہے لیکن ان کے معاملے میں اس کا الٹ درست ثابت ہوا تھا۔

ایک سال پہلے کا ذکر ہے۔ شنگو نے اکسٹھویں برس میں قدم رکھا ہی تھا کہ خون تھوکنے لگا۔ خون بظاہر پھیپھڑوں سے آ رہا تھا۔ بہرحال، اس نے طبی معائنہ نہ کرایا اور کچھ مدت بعد مرض نے عود نہ کیا۔

اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ وہ یکا یک بوڑھا ہو گیا۔ بیماری دور ہوئی تو اس کی کھال زیادہ تنی ہوئی نظر آنے لگی اور دو تین ہفتے صاحب فراش رہنے کے بعد اس کی آنکھوں اور ہونٹوں کا رنگ نکھر گیا۔

شنگو کو اپنے آپ میں تپ دق کی علامات کا کوئی سراغ نہ ملا تھا اور عمر کے اس حصے میں پہنچ کر خون تھوکنے کی نوبت آ جانے پر طرح طرح کی بھاری بدشگونیوں نے اسے گھیر لیا۔ کچھ یہی وجہ تھی کہ وہ طبی معائنے پر راضی نہ ہوا۔ شوئی چی کی دانست میں انکار پر اڑے رہنے کا رویہ اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ عمر رسیدہ لوگ حقائق کا سامنا کرنے سے کتراتے ہیں۔ شنگو کو اس رائے سے اتفاق نہ ہوا۔

MashalBooks.org

یاسو کو گہری نیند سونے والیوں میں تھی، کبھی کبھار، بیچ رات میں، شنگو کا جی یہ الزام لگانے کی طرف راغب ہونے لگتا کہ یاسو کو نے خراٹے لے لے کر اسے جگا دیا ہے۔ جب وہ پندرہ سولہ برس کی تھی تو سنا ہے کہ خراٹے لیتی تھی اور اس کے والدین نے اصلاح احوال کے ضمن میں خاصا تردد کیا تھا۔ شادی ہوئی تو خراٹے بند ہو گئے۔ پھر جب عمر پچاس سے تجاوز کر گئی تو وہ دوبارہ خراٹے لینے لگی۔

وہ خراٹے لیتی تو شنگو کی کوشش ہوتی کہ اسے خراٹے نہ بھرنے دے۔ اس کی ناک مروڑتا۔ اگر ناک مروڑ کا کوئی اثر نہ ہوتا تو اس کا گلا دبوچ اور اسے ہلاتا جلاتا۔ ان راتوں کو جب اس کی طبیعت اچاٹ ہوتی تو اس بوڑھے جسم کو دیکھ کر گھنیانے لگتا جس کے ساتھ زندگی گزارتے ہوئے اتنی مدت ہونے کو آئی تھی۔

آج رات اس کی طبیعت اچاٹ تھی۔ بجلی جلا کر اس نے نیم رخ لیٹی یاسو کو پر نظر ڈالی اور اسے گلے سے دبوچ لیا۔ وہ تھوڑی سی پسیجی ہوئی تھی۔

وہ یاسو کو صرف اس وقت چھوتا جب وہ خراٹے لیتی ہوتی۔ یہ بات اسے بے حد اداس کر دینے والی معلوم ہوئی۔

شنگو نے تکیے کے پاس پڑا ایک رسالہ اُٹھا لیا۔ پھر، کمرے میں حبس کی وجہ سے، بستر سے اُٹھا، ایک جھلملی کھولی اور وہیں بیٹھ گیا۔

چاند جگمگا رہا تھا۔

اس کی بہو کا کوئی لباس، جس کا مٹا ملگجا سا رنگ اسے بہت برا معلوم ہوا، باہر لٹکا رہ گیا تھا۔ شاید وہ دھلے کپڑے اتار کر اندر لے جانا بھول گئی تھی یا شاید پسینے میں تر لباس کو خود ہی باہر لٹکتا چھوڑ دیا تھا تا کہ رات کو گرنے والی اوس میں بھیگتا رہے۔

باغ سے کیڑے مکوڑوں کی چھبتی ہوئی ریں ریں بلند ہو رہی تھی۔ بائیں طرف والے چیری کے درخت کے تنے پر ٹڈے بیٹھے تھے۔ اسے معلوم نہ تھا کہ ٹڈے اس طرح کا شور کر سکتے ہیں جسے سن کر یہ لگے کہ کسی چیز کو ریتی کے ساتھ رگڑا جا رہا ہے، لیکن حقیقت یہی تھی کہ وہ ٹڈے تھے۔

وہ حیران ہو کر سوچنے لگا کہ کیا ٹڈوں کو بھی کبھی کبھار ڈراؤنے خواب ستاتے ہوں گے۔

ایک ٹڈا اڑتا اور اڑتا اندر چلا آیا اور مچھر دانی کے پلو پر بیٹھ گیا۔ شنگو نے اسے پکڑ کر اُٹھایا تو

اس نے کوئی آواز نہ نکالی۔

''گونگا ہے۔'' وہ ان ٹڈوں میں سے نہیں ہوگا جن کی آوازیں درخت کی طرف سے اس کے کانوں میں آ رہی تھیں۔

اس خیال سے کہ کہیں روشنی پر مائل ہو کر ٹڈے دوبارہ اندر نہ آ جائے شنگو نے پورا زور لگا کر اسے درخت کی پھینگ کی طرف اچھال دیا۔ جب شنگو نے اسے چھوڑا تو یوں محسوس ہوا جیسے ہاتھ میں کچھ تھا ہی نہیں۔

جھلملی کو تھام کر اس نے درخت کی طرف دیکھا۔ اسے پتا نہ چل سکا کہ آیا ٹڈا درخت پر جا بیٹھا ہے یا اڑ کر کہیں آگے چلا گیا ہے۔ دائیں بائیں دور دور تک پھیلی چاندنی رات میں بے کراں گہرائی تھی۔

اگرچہ اگست کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا پت جھڑ کے کیڑے مکوڑے اپنے اپنے راگ چھیڑ بھی چکے تھے۔

یوں لگا کہ پتوں سے پتوں پر گرتی اوس کی ٹپ ٹپ اسے صاف سنائی دے رہی ہے۔

پھر اس نے پہاڑ کی آواز سنی،

رات ایسی کہ ہوا ایکسر بند۔ چاند تقریباً پورا مگر بھیگی گھمیلی فضا میں درختوں کا وہ حاشیہ جو پہاڑ کی خاکہ کشی کرتا معلوم ہوتا تھا، دھندلا سا گیا تھا۔ درخت بہر کیف بالکل ساکت کھڑے تھے۔

برآمدے کے پاس لگی ہوئی فرن کا کوئی پتا تک نہ ہل رہا تھا۔

کاماکورا کے ان الگ تھلگ کوہستانی گوشوں میں کبھی کبھی رات کے وقت سمندر کی آواز سنائی دے جاتی تھی۔ شنگو نے حیران ہو کر سوچا کہ اس نے جو آواز سنی وہ شاید سمندر کی تھی۔ آواز پہاڑ ہی کی تھی۔

کہیں دور چلتی ہوا جیسی آواز لیکن گہرائی لئے ہوئے، جیسے زمین کی گڑگڑاہٹ۔ شنگو نے یہ سوچ کر سر ہلایا کہ شاید آواز اس کے اپنے اندر سے آئی ہو، شاید کان بج رہے ہوں۔

آواز آنی بند ہوئی اور یکا یک اس پر خوف طاری ہو گیا۔ بدن میں کپکپی دوڑ گئی جیسے اسے مطلع کر دیا گیا ہو کہ موت کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔ وہ سکون کے ساتھ اور سوچ سمجھ کر خود سے پوچھنا چاہتا تھا، یہ معلوم کرنے کا خواہاں تھا کہ آیا وہ آواز ہوا کی تھی، سمندر کی تھی یا کان بجنے لگے

تھے۔لیکن اسے یقین تھا کہ جو آواز اس نے سنی وہ ہوا یا سمندر کی نہ تھی، واہمہ نہ تھا، اس نے پہاڑ کو سنا تھا۔

یوں لگا جیسے کسی بلا کا گزر ہونے سے پہاڑ بج اُٹھا ہو۔

رات کے سیلے سایوں میں لپٹا کھڑا ڈھلان تیرہ وتار دیوار کے مانند تھا۔چھوٹے سے ٹیلے جتنا پہاڑ، اتنا ذرا سا جیسے سارے کا سارا شنگو کے باغ میں دھرا ہو، جیسے کوئی ادھ کٹا انڈا۔

پیچھے بھی پہاڑ تھے اور دائیں بائیں بھی پہاڑ ہی پہاڑ لیکن لگتا تھا آواز خاص اسی پہاڑ سے آئی ہے جو شنگو کے مکان کے پچھواڑے تھا۔

پہاڑ کی چوٹی پر جو درخت تھے چمکتے تارے ان کے آر پار جھانک رہے تھے۔

اس نے جھلملی بند کی تو ایک عجیب یاد اس کے ذہن میں تازہ ہوئی۔

دس دن پہلے کی بات۔ وہ ایک ریستوراں میں، جو نیا نیا تعمیر ہوا تھا، کسی مہمان کا انتظار کر رہا تھا، صرف ایک گیشا بھی وقت پر نہ پہنچی تھی۔

''ٹائی اتار کیوں نہیں دیتے؟'' گیشا کہنے لگی، ''آپ کو ضرور گرمی لگ رہی ہوگی۔''

شنگو نے سر ہلایا اور اسے ٹائی اتارنے دی۔

اس گیشا سے شنگو کوئی زیادہ واقف نہ تھا لیکن جب اس نے ٹائی تہ کر کے اس کے کوٹ کی جیب میں رکھ دی، جو محرابی طاق کے پاس پڑا تھا، تو ہوتے ہوتے بات چیت کا رخ نجی معاملوں کی طرف مڑ گیا۔

کہنے لگی کوئی دو مہینے پہلے کی بات ہے وہ اس بڑھئی کے ساتھ، جس نے ریستوراں بنایا تھا، خودکشی کرنے پر آمادہ ہوگئی تھی۔لیکن جب زہر کھانے کی نوبت آئی تو اسے شبہات نے گھیر لیا، زہر کی جتنی مقدار اُنہوں نے کھانی تھی کیا وہ واقعی جان لیوا ثابت ہوگی؟

''بولا کہ زہر تو ڈھیر سارا ہے۔ کہنے لگا کہ دونوں خوراکیں، اس کی اپنی بھی اور میری بھی، ناپ تول کر دی گئی ہیں اور یہی ان کے مہلک ہونے کا ثبوت ہے۔''

لیکن گیشا کو اس کے کہے پر اعتبار پر نہ آیا۔اس کے شکوک دوچند ہو گئے۔

''میں نے پوچھا کہ زہر کی خوراک کا تعین کس نے کیا تھا؟ شاید کسی نے صرف اتنا زہر دیا ہو کہ ہم کھا کے بیمار پڑ جائیں اور اپنے کئے کی سزا بھگتیں۔ میں نے پوچھا کہ وہ دوافروش یا ڈاکٹر تھا کون جس نے اسے زہر فراہم کیا مگر اس نے بتا کے نہیں دیا۔ ہے نا عجیب بات؟ ہم دونوں کے

دونوں ایک ساتھ مرنے کو تیار تو پھر وہ میری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہا تھا؟ دیکھیں نا، بعد میں کسی کو کیا پتا چلتا۔''

شنگو کے جی میں آئی تھی کہ کہے ''کہانی خوب ہے۔''

اور گیشا بولتی رہی کہ ''یوں میں نے بجد ہو کر کہا کہ پہلے کسی کو ڈھونڈوں گی جو زہر کی صحیح خوراک بنا دے اور اس کے بعد ہم نئے سرے سے خودکشی کی کوشش کریں گے۔''

شنگو کو کہانی بے تکی معلوم ہوئی۔ اصل میں اسے صرف اتنا ہی یاد رہ گیا تھا کہ مرد بڑھئی تھا اور ریستوراں اس کا بنایا ہوا تھا۔

گیشا نے پرس میں سے دو پڑیاں نکال کر اس کے سامنے کھولی تھیں۔

شنگو نے ان پر صرف اچٹتی سی نظر ڈالی تھی۔ اس کے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا کہ پڑیوں میں جو کچھ ہے وہ زہر ہے کہ نہیں۔

جھلملی بند کرتے ہوئے اسے گیشا کا خیال آیا۔

وہ دوبارہ بستر پر جا لیٹا۔ اس نے یہ بتانے کیلئے بیوی کو جگایا نہیں کہ پہاڑ کی آواز سن کر اس پر کیسا خوف طاری ہو گیا ہے۔

شوئی چی اور شنگو ایک ہی فرم میں ملازم تھے۔ بیٹا باپ کے حق میں ایک طرح کا پراپسٹر تھا۔ جو بات باپ کو یاد نہ آتی یا یاد نہ رہتی بیٹا یاد دلا دیتا۔

بھولی باتیں یاد دلانے والے اور بھی تھے۔ یاسوکو تھی، شوئی چی کی بیوی کیکو کو تھی۔ تینوں مل جل کر یہ کام انجام دیتے تھے۔ تاکہ شنگو کے حافظے کو بڑھاوا دے سکیں۔ یاد دلانے کا فرض وہ لڑکی بھی ادا کرتی رہتی تھی جو آفس میں ملازم تھی۔

دفتر میں شنگو کے کمرے میں آ کر شوئی چی نے کونے میں رکھے ہوئے چھوٹے سے سٹینڈ سے ایک کتاب اُٹھائی اور صفحے الٹنے پلٹنے لگا۔

''کیا ہے؟'' شنگو نے مسکرا کر پوچھا۔ شوئی چی کتاب اس کے پاس لے آیا۔

زیرِ توجہ عبارت یہ تھی۔ ''یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہاں پر عصمت کا تصور ناپید ہو گیا ہے۔ زیادہ دیر تک محبت کرتے رہنے کی ہم نے بس ایک ترکیب نکالی ہے۔ مرد ہے جس کے لیے کسی عورت سے محبت کئے جانے کی اذیت سہنا ممکن نہیں رہا، عورت ہے جس کیلئے کسی مرد سے محبت کئے جانے کی اذیت سہنا ممکن نہیں رہا..... انہیں چاہیے کہ ہنسی خوشی دوسرے ساتھیوں کی تلاش میں

نکل کھڑے ہوں اور اس طور سے اپنے دلوں کو زیادہ وفا شعار بنائے رکھنے کا کوئی طریقہ ڈھونڈ لیں۔''

''یہاں، سے کیا مراد؟''

''پیرس۔ یہ ایک ناول نگار نے اپنے یورپ کے سفر کا احوال لکھا ہے۔''

شنگو کے ذہن میں اب وہ پہلی سی طراری باقی نہ تھی کہ بات سنتے ہی کسی ٹھکے ٹھکائے مقولے یا الٹ پھیر والی سچائی کی تہ تک پہنچ جائے۔ بہر حال، اس بات میں اسے نہ تو ٹھکے ٹھکائے مقولے کا کوئی پہلو نظر آیا نہ الٹ پھیر والی سچائی کا۔ یہ اسے، زیادہ صاف طور پر، ایسی بصیرت معلوم ہوئی جو معاملے کی گہرائیوں تک اتر گئی ہو۔

شوئی چی نے غالبا اس عبارت سے کوئی اثر قبول نہ کیا تھا۔ اسے تو بیٹھے بٹھائے ایک طریقہ سوجھ گیا تھا جس کے ذریعے اشارے اشارے میں لڑکی سے کہہ دیا کہ وہ چاہتا ہے کہ دفتر سے چھٹی کے بعد وہ اس کے ساتھ چلے۔

کاماکورا پہنچ کر شنگو ٹرین سے اترا تو پتا چلا کہ دل میں یہ خواہش کروٹیں لے رہی ہے کہ کاش وہ شوئی چی کے ساتھ یا شوئی چی کے لوٹنے کے بعد گھر پہنچتا۔

بس میں ان ملازمت پیشہ افراد کی بڑی بھیڑ تھی جو اپنے اپنے دفتروں سے گھر آ رہے تھے۔ شنگو نے طے کیا کہ پیدل چلنا چاہیے۔

شنگو آگے دکان کے باہر ٹھہر گیا تو ماہی فروش نے سر ہلا کر سلام کیا۔ شنگو نے اندر قدم رکھا۔ جس ٹب میں جھینگے پڑے تھے اس کا پانی گدلا دودھیا تھا۔ اس نے ایک لوبسٹر کو زندہ ہونا چاہیے تھا مگر اس نے جنبش تک نہ کی۔ شنگو نے وہیلک خریدنے کا فیصلہ کیا جن کی وہاں اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔

بہر حال، جب پوچھا گیا کہ کتنے وہیلک چاہئیں تو وہ چکرا گیا۔

''ان کا گوشت بنا دوں آپ کیلئے، جناب؟''

ماہی فروش اور اس کا بیٹا چھریوں کے کچھو کے دے کر گوشت نکالنے لگے۔ خول کھرچے جانے سے جو آواز پیدا ہوئی وہ شنگو کو بری لگی۔

آدمی گوشت کو دھو اور بنا رہا تھا تو دو لڑکیاں دکان کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئیں۔

''کیا لو گی؟'' گوشت کے چوکور قتلے کرتے کرتے اس نے پوچھا۔

MashalBooks.org

''ہیرنگ۔''

''کتنی؟''

''ایک۔''

''ایک؟''

''ہاں۔''

''بس ایک؟''

ہیرنگ اتنی چھوٹی تو نہ تھیں کہ ان سے چھوٹی ہیرنگ ہی نہ ہوں لیکن وہ منو مچھلیوں سے تھوڑی ہی بڑی تھیں۔ بہرحال، ماہی فروش کی طرف سے ناپسندیدگی کے اس اظہار سے لڑکیاں بظاہر کوئی خاص جز بز نہ ہوائیں۔

آدمی نے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر ہیرنگ رکھ کی لڑکی کو تھما دی۔

''مگر مچھلی تو ہمیں چاہیے نہیں تھی'' دوسری لڑکی نے اپنی ساتھن پر جھک کر کہنی مارتے ہوئے کہا۔

''سوچتی ہوں سنیچر تک جانے یہ یہاں ملیں گے بھی'' پہلی بولی۔ اس کی نظر لوبسٹروں پر تھی۔ ''میرا جو بوائے فرینڈ ہے اسے لوبسٹر کچھ کچھ پسند ہیں نا۔''

دوسری لڑکی نے جواب میں کچھ نہ کہا۔

شنگو نے چونک کر ان کی طرف دیکھ ہی لیا۔

نئی وضع کی کسیاں، پیٹھ ننگی، کپڑے کے جوتے، گات اچھی۔

ماہی فروش نے گوشت کے چوکور کٹے قتلے اپنے تختے کے بیچ میں اکٹھے کئے اور انہیں تین حصوں میں بانٹ کر واپس خولوں میں بھرنے لگا۔

''ان جیسی ہمارے ہاں بہت نظر آنے لگی ہیں۔ کاماکورا تک میں۔''

اس کے لہجے کی خشونت شنگو کو بہت عجیب معلوم ہوئی۔ ''لیکن میرا تو خیال ہے کہ ان کے طور طریق میں کچھ تمیز داری پائی جاتی تھی۔'' اس نے احتجاجاً کہا گو اسے خود بھی علم نہ تھا کہ وہ کس بات پر احتجاج کر رہا ہے۔

آدمی بے پروائی سے گوشت واپس خولوں میں بھرتا رہا۔ شنگو نے سوچا، گوشت بہت گڈمڈ ہو چکا ہے۔ جس خول سے جو گوشت نکالا گیا تھا وہ دوبارہ اسی میں بھرا جانے سے رہا۔ اسے ان

چھوٹی چھوٹی باریکیوں کا بڑا خیال رہتا تھا۔

آج جمعرات ہے۔ سنیچر میں ابھی دو دن پڑے ہیں ..... لیکن، اس نے اپنے آپ سے کہا، یہ بھی تو دیکھئے کہ ان دنوں لوبسٹروں کی کیا کمی ہے۔ اس نے حیران ہو کر سوچا کہ یہ گنوار وسی چھوکری اپنے امریکی یار کو لوبسٹر کس طرح پکا کر کھلائے گی۔ بہرحال، لوبسٹر کا کیا ہے۔ خواہ بالو، خواہ تلو یا بھونو، اس کا جو سالن بنے گا سو معمولی بے ڈھب۔

شنگو کو ان لڑکیوں سے ہمدردی ہو گئی تھی۔ اس کے باوجود بعد میں مایوسی کے مبہم احساسات نے اسے آ گھیرا۔

اس کا کنبہ چار افراد پر مشتمل تھا لیکن خریدے اس نے تین وہیلک تھے۔ اس سبب یہ نہ تھا کہ اسے کیکو کو کی دل جوئی خاص طور پر منظور تھی، گو، ظاہر ہے، یہ علم تھا کہ رات کا کھانا شوئی چی گھر پر نہیں کھائے گا۔ اس نے شوئی چی کو محض قلم زد کر دیا تھا۔

آگے جا کر ایک پنساری کے ہاں سے اس نے گنگلو خوبانیوں کی گٹھایاں خریدیں

4

گھر لوٹتے وقت سودا سلف خریدلانا شنگو کے معمولات میں داخل نہ تھا۔ لیکن اس خریداری پر نہ تو یاسوکو نے تعجب ظاہر کیا نہ کیکو کو نے۔

شاید دونوں چاہتی ہوں کہ شوئی چی کے نہ آنے سے جو طرح طرح کے خیالات انہیں آ رہے ہیں وہ کسی پر ظاہر نہ ہونے پائیں۔ شوئی چی کو باپ کے ساتھ گھر آ جانا چاہیے تھا۔

خریدا ہوا سودا کیکو کو کو تھما کر وہ اس کے پیچھے پیچھے باروچی خانے میں چلا آیا۔ ''مہربانی کر کے ذرا سا پانی تو دو، تھوڑی سی چینی ڈال کے'' وہ آپ ہی پانی کی ٹونٹی کے پاس چلا گیا۔

سنک میں جھینگے بھی پڑے تھے اور لوبسٹر بھی۔ اس اتفاق پر وہ چونک اُٹھا۔ ماہی فروش کے ہاں جھینگے اور لوبسٹر دونوں نظر آئے تھے لیکن اس نے سوچا بھی نہ تھا کہ انہیں خریدا جائے۔

''رنگ اچھا ہے۔'' وہ بولا۔ جھینگوں کے رنگ میں تازگی کی چمک تھی۔

کیکو کو نے چاقو کی الٹی طرف سے گنگلو کی گٹھلی توڑی۔

''آپ کی خوش ذوقی اپنی جگہ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ گرمی کسی کام کی نہیں۔''

''اوہ؟ یہ خیال مجھے بھی آیا تھا کہ اب ان کا موسم نہیں رہا۔''

MashalBooks.org

''دکان پہ فون کر کے انہیں بتائے دیتی ہو۔''

''رہنے دو۔لیکن یہ اتنی بہت سی سیپ مچھلیاں ..... میں نے جو حصہ ڈالا اس سے اب کیا فرق پڑے گا۔''

''سمندر کنارے ریستوران نہ کھول لیں کہیں'' کیکو کو نے جیبھ کی نوک نکال کر ہلکے پھلکے سے تمسخر کا اظہار کیا۔''اب، کیا کریں بھئی۔ہم انہیں خول سمیت ابال سکتے ہیں۔تو چلئے یوں سہی کہ لوبسٹر تو لیتے ہیں بھون اور جھینگوں کو تلتے ہیں۔میں جا کے تھوڑی سی کھمیاں خرید لاؤں۔ اتنے میں کھمیاں لے کے آؤں آپ ذرا سی زحمت کریں گے؟ باہر باغ میں بینگن توڑ لائیں۔''

''بصد خوشی۔''

''چھوٹے چھوٹے توڑیئے گا۔اور تھوڑا سا ولایتی پودینہ بھی توڑ لایئے۔سوچ رہی ہوں اگر صرف جھینگے پکائے جائیں تو کافی ہو جائیں گے کیا؟''

کیکو کو نے صرف دو وہیلک لا کے میز پر رکھ دئے۔

''مگر ایک وہیلک اور بھی تو ہونا چاہئے''شنگو نے تھوڑا حیران پریشان ہو کر کہا۔

''افوہ. لیکن، بڑے ابا، آپ دونوں کے دانتوں کا حال اتنا خستہ ہے ..... میں نے سوچا شاید آپ دونوں ایک ہی وہیلک سلیقے سے مل بانٹ کے کھانا چاہتے ہوں۔''

''پوتیاں پوتے تو مجھے یہاں کوئی نظر نہیں آ رہے۔''

یاسوکو نے نظر نیچی کر لی اور دبے ہونٹوں زہریلے انداز میں ہنس پڑی۔

''معافی چاہتی ہوں'' کیکو کو سہج سے اُٹھی اور تیسرا وہیلک لانے کیلئے باورچی خانے کا رخ کیا۔

''ہمیں وہی کرنا چاہیے جو کیکو کو نے کہا'' یاسوکو بولی۔''یہی وہیلک سلیقے سے مل بانٹ کر کھائے لیتے ہیں۔''

کیکو کو کے الفاظ شنگو کو دل آویز طور پر برمحل معلوم ہوئے۔ایسا لگا جیسے اس کی ذاتی شکل کو کہ آیا تین وہیلک خریدے جائیں یا چار، ان لفاظ نے سہولت سے ٹھکانے لگا دیا ہو۔کیکو کو کی موقع شناسی اور سوجھ بوجھ کو کم نہ سمجھنا چاہیے۔

یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ کہے گی، ایک وہیلک شوئی چی کیلئے بچا لیا ہے یا یہ کہ وہ اور یاسوکو دوسرا وہیلک مل کر کھا لیں گی۔شاید وہ غور کرتی رہی ہو کہ کیا کہے، کیا نہ کہے۔

MashalBooks.org

''مگر دکان پہ کیا صرف تین وہیلک ہی دستیاب تھے؟'' یاسوکو نے پوچھا۔ ایسی باریک باتیں اس کے پلے نہ پڑتی تھیں۔ ''تم صرف تین لے کے آئے اور گھر میں ہم چار ہیں۔''

''چوتھا ہمیں درکار نہ تھا۔ شوئی چی گھر نہیں آیا۔''

یاسوکو مسکرائی۔ مسکراہٹ کو تمسخر آمیز ہونا چاہیے تھا لیکن شاید عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے تمسخر آمیزی کا پہلو کچھ دب کر رہ گیا۔

کیکوکو کے چہرے پر ناگواری کی کوئی جھلک تک دکھائی نہ دی۔ نہ اس نے معلوم کرنا چاہا کہ شوئی چی گیا تو کہاں گیا۔

وہ آٹھ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی تھی۔

باقی ساتوں بہن بھائی بھی شادی شدہ تھے اور سب کے ڈھیر سارے بچے تھے۔ شنگو کو کبھی کبھار اس بار آوری کا خیال آجاتا جو کیکوکو کو والدین کی طرف سے ورثے میں ملی تھی۔

کیکوکو کو گلہ تھا کہ شنگو کو اب تک اس کے بھائیوں بہنوں کے نام نہیں آتے۔ ان کی آل اولاد کے نام یاد رکھنے کا تو خیر ذکر ہی کیا۔ کیکوکو اس وقت پیدا ہوئی تھی جب ماں کو نہ صرف مزید کسی اولاد کی آرزو نہ تھی بلکہ یہ خیال بھی نہ تھا کہ اس میں بچہ جننے کی اہلیت باقی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ماں نے کچھ شرمندگی سی محسوس کی تھی کہ اتنی عمر ہو جانے کے باوجود پیٹ رہ گیا ہے اور اسقاط حمل کے بارے میں سوچا تھا۔ وضع حمل کے وقت بھی بہت دقت پیش آئی تھی۔ کیکوکو کے سر کو جراحی چمٹی سے پکڑ کر کھینچنا پڑا تھا۔

کیکوکو نے شنگو کو بتایا تھا کہ یہ ساری باتیں اس نے ماں کی زبانی سنی تھیں۔

شنگو کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ ماں کیسی ہوگی جس نے بیٹی سے ان معاملات کا ذکر کیا۔ اور ان باتوں کو سسر کے سامنے پوست کندہ بیان کرنے والی لڑکی بھی اس کے لیے معما تھی۔

کیکوکو نے سر کے بال ہٹائے تھے تو ماتھے پر زخم کا مٹا مٹا سا نشان نظر آیا تھا۔ بعد میں وہ نشان جب بھی شنگو کو اتفاق سے دکھائی دے جاتا تو کسی نہ کسی وجہ سے اس کا دل کیکوکو کی طرف کھینچنے لگتا۔

یہ سب سہی، پھر بھی کیکوکو بظاہر گھر بھر کی لاڈلی تھی۔ لاڈ پیار سے وہ بگڑی تو بے شک نہیں لیکن لگتا تھا کہ چاہتی ہے دوسرے اس سے دلار کریں۔ اور دیکھنے میں محسوس ہوتا تھا کہ وہ کسی طرح ذرا کمزور رہ گئی ہے۔

MashalBooks.org

جب وہ دلہن بن کے نئی نئی آئی تھی تو شنگو نے خاص طور پر دیکھا تھا کہ اسے کندھوں کو خفیف سا جھٹکا دینے کی عادت ہے۔ کندھے جھٹکنے کا یہ انداز دل موہ لینے والا تھا۔ شنگو کو اس جھٹک میں شوخ اور نوعیلے نخرے کی جھلک نظر آئی تھی۔

اس کی نازک اندامی میں کوئی بات ایسی تھی کہ شنگو کو یاسوکو کی بہن یاد آنے لگی۔

لڑکپن میں شنگو کو وہ بہن بہت بھاتی تھی۔ وہ فوت ہوئی تو بچوں کی دیکھ بھال کیلئے یاسوکو بہن کے گھر چلی گئی۔ بچوں اور گھر کی نگہداشت کے لیے یاسوکو نے خود کو ہمہ تن وقف کر دیا جیسے چاہتی ہو کہ بہن کی جگہ لے کر رہے گی۔ یہ سچ ہے کہ اسے بہنوئی سے لگاؤ تھا جو خوش شکل آدمی تھا لیکن وہ بہن سے بھی پیار کرتی تھی جو اتنی حسین وجمیل عورت تھی کہ یہ یقین کرنا مشکل تھا کہ دونوں ایک ہی ماں کی اولاد ہیں۔ یاسوکو کی نظر میں بہن اور بہنوئی ایسے تھے جیسے خوابوں کی کسی دُنیا کے باشندے۔

وہ بڑی جاں فشانی سے بہنوئی اور بچوں کی خدمت کرتی رہی لیکن بہنوئی کا رویہ ایسا تھا جیسے اسے یاسوکو کے احساسات کی کوئی پروانہ ہو۔ وہ عیش وعشرت کی زندگی میں کھویا رہتا اور اپنے آپ کو دوسروں کی خاطر لٹا دینا یاسوکو کا شیوہ بن گیا۔

اور ہوا یہ کہ شنگو نے یاسوکو سے شادی کر لی۔

اب انہیں بیاہے تیس سال سے اوپر ہو چکے تھے اور شنگو کی رائے میں شادی کر کے اس نے کوئی غلطی نہیں کی تھی۔ شادی اگر مدت تک برقرار رہے تو یہ ضروری نہیں کہ اس طوالت میں لازماً ان حالات کا عمل دخل ہوگا جن کے زیر اثر شادی کی گئی تھی۔

اس کے باوجود بہن کے خدوخال اپنی تمام تر رعنائی کے ساتھ دونوں کے دل میں جاگزیں رہے۔ دونوں میں سے کوئی اس کا ذکر نہ کرتا۔ نہ دونوں میں سے کسی نے اسے بھلایا۔

اس بات میں بھی کوئی پہلو خاص طور پر غیر صحت مندانہ نظر نہ آتا تھا کہ گھر میں کیکو کے آجانے کے بعد شنگو کی یادوں میں کبھی کبھی، بجلی کے کوندوں کی طرح، تابانی کے لمحے در آتے۔

ادھر شادی کے ابھی دو سال بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ شوئی چی نے اپنے لیے کوئی اور عورت ڈھونڈ لی تھی اور یہ امر شنگو کے واسطے قدرے حیرت کا باعث تھا۔

شنگو کے برعکس، جو قصباتی ماحول میں پلا بڑھا تھا، شوئی چی کے انداز سے بالکل ظاہر نہ ہوتا تھا کہ محبت اور طلب کے معاملوں میں کسی طرح محرومی کا شکار ہے۔ شنگو تو یہ بھی نہ بتا سکتا تھا

کہ اس کے بیٹے نے پہلی بار کسی عورت سے ہم بستری کب کی تھی۔

شنگو کو یقین تھا کہ جو عورت بھی اب شوئی چی کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے کوئی کاروباری خاتون ہوگی۔ شاید کسی طرح کی طوائف ہو۔

اسے شک تھا کہ دفتر میں ملازم خواتین سے یارانہ بڑھانے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ کام سے فارغ ہونے کے بعد کہیں جا کر محفل رقص گرم کی جائے یا شاید مقصد صرف اتنا ہو کہ باپ کی توجہ ادھر ادھر بٹ کر رہ جائے۔

اس کے سامنے جو لڑکی تھی وہ آرام سے گھر میں بیٹھی تھی۔ شوئی چی کی داشتہ، بہر صورت، ایسی لڑکی ہونے سے رہی جسے چار دیواری کا تحفظ حاصل ہو۔ اتنا تو شنگو کو کسی نہ کسی طرح خود کیکو کی ذات کے حوالے سے احساس ہو چکا تھا۔ اس معاشقے کے شروع ہوتے ہی کیکو اور شوئی چی کے تعلقات میں ایک طرح کی پختگی پیدا ہو گئی تھی۔ کیکو کے جسم میں تبدیلی آ چکی تھی۔

رات کو آنکھ کھل جانے پر ..... یہ وہی رات تھی جس میں اُنہوں نے سیپ مچھلیاں تناول کی تھیں ..... شنگو نے کیکو کی آواز جس طرح سنی اس طرح اسے پہلے کبھی سنائی نہ دی تھی۔

اسے شبہ تھا کہ کیکو کو شوئی چی کی داشتہ کے بارے میں کچھ علم نہیں۔

''اور اس لئے ایک عدد سیپ مچھلی پیش کر کے معذرت خواہی کا فریضہ ابا جی کو انجام دینا پڑا'' اس نے بڑبڑا کر اپنے آپ سے کہا۔

یہ کیوں کر ممکن ہوا کہ کیکو کو اگرچہ دوسری عورت کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں پھر بھی اس نے سونگھ کر یہ پتا لگا لیا کہ ہوا میں کچھ نہ کچھ ہے جو اڑ اڑ کر اس تک آ رہا ہے؟

شنگو کو اونگھ آ گئی اور یکا یک سویرا ہو گیا۔ وہ جا کر اخبار اُٹھا لایا۔ چاند ابھی تک بلند تھا۔ خبروں پر نظر ڈالنے کے بعد وہ دوبارہ سو گیا۔

5

شوئی چی دھکا پیل کرتا ٹرین پر سوار ہوا اور جب شنگو پیچھے پیچھے چلتا ہوا اس کے پاس پہنچا تو اُٹھ کر اپنی نشست باپ کیلئے چھوڑ دی۔

اس کے بعد شوئی چی نے شام کا اخبار شنگو کے حوالے کیا اور جیب میں سے شنگو کی بائی

فوکل عینک نکالی۔شنگو کے پاس اپنی عینک موجود تھی لیکن اکثر اسے کہیں نہ کہیں بھول آیا کرتا تھا۔ اس لئے ایک فالتو عینک شوئی چی کی تحویل میں رہتی تھی۔

شوئی چی اخبار پر جھکا۔''آج تانی زاکی نے بتایا کہ اس کی ایک ہم جماعت کو کام کی تلاش ہے۔آپ کو معلوم ہی ہے ہمیں ملازمہ چاہیے اس لئے میں نے کہہ دیا کہ ہم اسے رکھ لیں گے۔''

''کیا خیال ہے،تانی زاکی کی سہیلی کا ہمارے ہاں رہنا ذرا خطرناک نہیں؟''

''خطرناک؟''

''تانی زاکی سے جانے کیا کیا سن کے آئے اور کیکو کو کے کان بھرنے لگے۔''

''ایسا کیا سن کے آئے گی جو کیکو کو کے کان بھرے؟''

''خیر،میں سمجھتا ہوں کہ جان پہچان والی کسی ملازمہ کا مل جانا اچھا ہی ثابت ہوگا،اور جان پہچان بھی ڈھنگ کی۔''شنگو دوبارہ اخبار کی طرف متوجہ ہو گیا۔

کاماکورا پہنچ کر وہ ٹرین سے اترے تو شوئی چی پوچھنے لگا۔''تانی زاکی میرے متعلق کچھ کہہ رہی تھی کیا؟''

''ایک لفظ بھی نہیں کہا۔تمہیں نے اسے چپ رہنے کو کہا ہوگا۔میں اور کیا سمجھوں۔''

''چہ خوش!فرض کیجئے میرا آپ کی سیکرٹری کے ساتھ سچ مچ کوئی چکر چل رہا ہو۔دفتر میں کیسی بھداڑے آپ کی۔''

''اس میں کیا شک۔لیکن،اگر برا نہ مانو،تو اتنا اطمینان ضرور کرولو کہ کیکو کو پتا نہ چلنے پائے۔''

شوئی چی کو پردہ داری کی کوئی خاص پروا معلوم نہ ہوتی تھی۔

''تو تانی زاکی باتیں جڑتی رہی ہے۔''

''تانی زاکی کو اتنا پتا ہے کہ تمہارا کسی لڑکی سے یارانہ ہے۔اور،میں سمجھتا ہوں،اسی لئے وہ چاہتی ہے کہ اسے بھی تمہارے ساتھ ادھر ادھر گھومنے پھرنے کا موقع ملے۔''

''شاید۔کیا پتا آدھا دخل اس میں جلاپے کا ہو۔''

''بہت خوب۔''

''میں یہ یارانہ توڑنے والا ہوں۔توڑنے کی کوشش کر رہا ہوں۔''

''تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔خیر،کسی اور وقت یہ سب کچھ مجھے بتانا۔''

MashalBooks.org

''یارانہ ختم ہو لے تو۔''

''کیکو کو کو پتا نہ چلے۔''

شنگو نے آزردہ ہو کر چپ سادھ لی۔

اس کی آزردگی کھانے کے دوران بھی برقرار رہی۔ وہ کھانے کی میز سے اچانک اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

کیکو کو اس کے لیے تربوز لے کر آئی۔

''تم نمک بھول آئیں'' یاسوکو نے، پیچھے پیچھے آتے ہوئے کہا۔ ''کیکو کو نے تمہیں اتنی آوازیں دیں۔ تم نے سنیں نہیں کیا؟''

''نہیں۔ یہ مجھے ضرور معلوم تھا کہ فریج میں تربوز رکھا ہے۔''

''اُنہوں نے تمہاری آواز ہی نہیں سنی'' یاسوکو بولی۔ ''اور تم نے کتنی بار آواز دی۔''

''وجہ یہ ہے کہ یہ کسی بات پر غصہ کھائے ہوئے ہیں'' کیکو کو نے ساس کو مخاطب کر کے کہا۔

شنگو لمحہ بھر خاموش رہا۔ ''میرا خیال ہے، پچھلے چند روز سے میرے کانوں میں کوئی نقص پیدا ہو گیا ہے۔ ابھی ایک رات میں نے جھلملی کھولی کہ کچھ ہوا آئی اور پہاڑ کو گڑگڑاتے سنا۔ اور تم تھیں کہ خراٹوں پر خراٹے لئے جا رہی تھیں۔''

یاسوکو اور کیکو کو دونوں نے پہاڑ کی طرف دیکھا۔

''کیا پہاڑ بھی گرجتے ہیں؟'' کیکو کو نے پوچھا۔ ''لیکن، ماں جی، آپ نے ایک دفعہ بتایا تو تھا..... یاد ہے نا؟ ..... آپ نے کہا تھا کہ خالہ جان کے انتقال سے ذرا پہلے ابا جی نے پہاڑ کو گرجتے سنا تھا۔''

شنگو چونک اُٹھا۔ وہ یہ کیسے بھول گیا؟ اس غلطی پر وہ خود کو معاف کرنے کو تیار نہ تھا۔ پہاڑ کی آواز سن کر اسے یہ بات یاد کیوں نہ آئی؟

کیکو کو بظاہر اپنے کہے پر پچھتا رہی تھی۔ اس کے خوبصورت شانے ساکت تھے۔

MashalBooks.org

ٹڈے کے پر

شنگو کی بیٹی فوسا کو اپنی دونوں بچیوں کو لے کر گھر آ گئی۔

''شاید ایک اور بھی آنے والا ہے؟'' شنگو نے یونہی پوچھ لیا حالانکہ اتنا تو اسے بھی معلوم تھا کہ بڑی بچی چار سال کی ہے اور چھوٹی کی پہلی سالگرہ تھوڑے دن پہلے ہی ہوئی تھی اور اولاد کے درمیان جو وقفہ دیا جانا چاہیے اس کے پیش نظر کسی اور بچے کی آمد کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

''یہی بات آپ نے چند دن پہلے بھی پوچھی تھی۔'' فوسا کو چھوٹی بچی کو پیٹھ کے بل لٹا کے اس کے کپڑے اتارنے لگی۔ بچی کپڑوں میں لپٹی ہوئی تھی۔ ''اور کیکو کو کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

اس نے بھی یہ سوال یونہی پوچھ لیا تھا لیکن کیکو کو کے چہرے پر، جو نظر نیچی کر کے بچی کو دیکھ رہی تھی، یکا یک تناؤ طاری ہو گیا۔

''یہ جیسی ہے اسے ذرا دیر اسی طرح رہنے دو۔'' شنگو نے کہا۔

''اس کا نام کونیکو ہے، یہ وہ نہیں۔ نام آپ ہی نے رکھا تھا کہ نہیں؟''

ایسا لگتا تھا کہ کیکو کو کے چہرے پر جو کیفیت نمودار ہوئی تھی اسے صرف شنگو نے محسوس کیا تھا۔ بہر حال، اس بات کو شنگو نے اپنے پر بوجھ نہ بننے دیا۔ قید و بند سے آزاد ہونے پر ننھی منھی ٹانگوں

MashalBooks.org

کو ہلتے جلتے دیکھنے میں اسے بہت لطف آنے لگا۔

''ہاں، اسے یونہی رہنے دو'' یاسوکو بولی۔ ''بہت خوش معلوم ہو رہی ہے۔ کپڑوں کی وجہ سے گرمی لگتی ہوگی۔'' اس نے بچی کے پیٹ اور رانوں کو تھوڑا سا گدگدایا، تھوڑا سا تھپتھپایا۔ ''اب ہم تمہاری امی اور باجی کو چلتا کیوں نہ کر دیں تاکہ وہ ذرا ہاتھ منہ دھو کے تازہ دم ہو جائیں؟''

''تولیے لا دوں؟؟'' کیکو کو کمرے سے باہر جانے لگی۔

''ہم تولیے لے کے آئے ہیں۔'' فوساکو نے کہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کچھ عرصہ رہنے کے ارادے سے آئی تھی۔

فوساکو نے ایک بقچی میں سے تولیے اور کپڑے نکالے۔ دوسری بچی، ساتو کو، منہ تھمتھائے، ماں سے چمٹی ہوئی پیچھے کھڑی تھی۔ جب سے آئی تھی بولی تک نہ تھی۔ اس کے گھنے کالے کالے بال جاذب نظر تھے۔

بقچی شنگو کی دیکھی بھالی تھی لیکن بس اتنا ہی خیال آیا کہ گھر میں ہوا کرتی تھی۔ کب کی بات ہے، یہ یاد نہ آسکا۔

سٹیشن سے فوساکو پیدل آئی تھی، اس طرح کی کونیکو پیٹھ پر، ایک ہاتھ ساتو کو نے زور سے تھاما ہوا، دوسرے میں بقچی۔ شنگو نے سوچا، یہ منظر بھی خوب ہوگا۔

ساتو کو کو ساتھ لے کر چلنا آسان نہ تھا۔ ایسے موقع پر جب ماں پہلے ہی سو طرح کی پریشانیوں میں الجھی ہوئی ہو وہ خاص طور پر زیادہ اڑیل پن دکانے لگتی تھی۔

شنگو نے حیران ہو کر سوچا کہ یاسوکو کو اس بات پر کچھ پریشانی نہیں ہوتی کہ فوساکو اور کیکو کو دونوں نوجوان ہیں مگر اکیلی کیکو کو اپنی ٹیپ ٹاپ بنائے رکھتی ہے۔

بچی کی ران پر اندر کی طرف لال پدم تھا۔ یاسوکو بیٹھی اسے سہلاتی رہی۔ فوساکو نہانے چلی گئی۔ ''پتا نہیں، مجھے تو یہ ساتو کو سے زیادہ ڈھنگ کی معلوم دے ہے۔''

شنگو نے کہا۔ ''یہ تب کی پیدائش ہے جب اس کے باپ کے معاملات بگڑنے لگے تھے۔ یہ سب باتیں ساتو کو کے پیدا ہونے کے بعد کی ہیں اور ساتو کو پر ان کا اثر پڑا ہے۔''

''چار برس کی بچی کو اتنی سمجھ ہوگی؟''

''بالکل ہوگی۔ اور ان باتوں سے اثر بھی لے گی۔''

''میرے خیال میں تو وہ پیدائشی طور پر ایسی ہے۔''

MashalBooks.org

بیسیوں بار جسم کو بے طرح بل دے کر، ہاتھ پیر سکوڑ کر، بچی نے کروٹ لی، پیٹ کے بل ہوئی، رینگتی رینگتی دروازے تک پہنچی اور کواڑ پکڑ کر کھڑی ہوگئی۔

''آؤ جی، ٹہلتے چلیں۔ بس میں اور تم، ہم دونوں'' کیکو کو نے کہا اور بچی کے دونوں ۳ ہاتھ پکڑ کر اسے چلاتی ہوئی ساتھ کے کمرے میں لے گئی۔

یاسو کو جھٹ پٹ اُٹھ کر وہاں پہنچی جہاں فوساکو کے سامان کے ساتھ بٹوا پڑا تھا اور بٹوا کھول کر دیکھنے لگی۔

''ارے حد ہوگئی بھئی۔ یہ تم کرنے کیا لگی ہو؟'' شنگو نے آواز نیچی رکھی لیکن غصے کے مارے اس کے جسم پر لرزہ سا طاری ہوگیا۔ ''بس کرو، میں نے کہا، بس کرو۔''

''اور بس کیوں کروں؟'' یاسو کو پرسکون تھی۔

''میں نے تم سے کہا نا بس کرو۔ تمہیں آخر سوجھی کیا ہے؟'' شنگو کے ہاتھ لرز رہے تھے۔

''کچھ چرانے تو نہیں لگی۔''

''یہ تو چوری سے بھی بدتر حرکت ہے۔''

یاسکو نے بٹوا واپس رکھ دیا۔ تاہم وہ بٹوے کے پاس ہی بیٹھی رہی۔ ''میری اپنی بیٹی ہے۔ اس کے اچھے برے میں دلچسپی لینے میں برائی کیا ہے؟ ہمارے پاس جو آئی ہے تو شاید اس کے پلے اتنی رقم بھی نہ ہو کہ بچیوں کو مٹھائی خرید کر ہی دے سکے۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ اس کے حالات کیسے ہیں۔ بس اتنی سی بات ہے۔''

شنگو گھور گھور کر اس کی طرف دیکھتا رہا۔

فوساکو غسل خانے سے لوٹی تو کمرے میں بیٹی کے قدم دھرتے ہی یاسو کو نے کہا۔ ''فوساکو، میں نے تمہارا بٹوا کھول کر دیکھا لیا۔ اور اس لئے تمہارے ابا جان سے ڈانٹ کھانی پڑی۔ اگر مجھ سے خطا ہوئی تو معافی چاہتی ہوں۔''

''اگر مجھ سے خطا ہوئی!'' شنگو نے پھنپھناتے ہوئے کہا۔

بات چھپانے کے بجائے فوساکو کو سب کچھ بتا دینے کے اس انداز سے شنگو اور بھی چڑ گیا۔

اس نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ آیا یہ درست سمجھا جائے، جیسا کہ یاسو کو کے رویے سے سراغ ملتا تھا، کہ اس طرح کے واقعات ماں بیٹی کے درمیان معمول کے بات ہوتے ہیں۔ وہ غصے سے کانپ رہا تھا اور بڑھاپے کی تھکاوٹ اس پر غالب آنے لگی تھی۔

MashalBooks.org

فوسا کو شنگو کی طرف دیکھنے لگی۔ ممکن ہے اسے باپ کے رویے پر زیادہ اور ماں کے رویے پر کم تعجب ہوا ہو۔

''شوق سے ہچکچاتی کیوں ہیں۔ جو دیکھنا ہے دیکھئے۔ اپنی مرضی کیجئے۔'' اس نے غصیلے سے لہجے میں کہا اور بٹوا ماں کے گھٹنے پر دے پٹخا۔

فوسا کو کے انداز سے شنگو کی چڑچڑاہٹ میں کوئی کمی نہ آسکی۔

یاسوکو نے بٹوے کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔

''آئی ہارا سمجھا تھا کہ رقم نہیں ہوگی تو میں گھر سے بھاگ نہیں سکوں گی۔ رقم پاس نہ ہوتی تو میں بھاگ کر کیسے آتی۔ اس لیے ظاہر ہے بٹوے میں کچھ بھی نہیں۔ جھجکتی کیوں ہیں۔ تلاشی لیجئے۔

کونیکو، جس کے ہاتھ ابھی تک کیکوکو کے ہاتھ میں تھے، اچانک نیچے گر پڑی۔ کیکوکو نے پکڑ کر اسے اُٹھایا۔

فوسا کو نے بلاؤز اُٹھا کر چھاتی آگے کی۔ وہ خوبصورت نہیں تھی لیکن گات کی اچھی تھی۔ چلتے ہوئے اس کا جسم بالکل سیدھا رہتا تھا اور دودھ بھری چھاتی تنی ہوئی تھی۔

''شوئی چی کہیں گیا ہوا ہے کیا؟'' وہ پوچھنے لگی۔ ''اتوار کو بھی؟''

بظاہر اسے احساس تھا کہ تناؤ کو کم کرنے کیلئے لازمی طور پر کچھ کرنا چاہیے۔

2

شنگو گھر پہنچ ہی گیا تھا کہ نظر جو اُٹھائی تو پڑوس میں ایک مکان کے باہر سورج مکھی کے پھول کھلے دکھائی دئے۔

وہ پھولوں کے عین نیچے آ کر رک گیا جو گیٹ کے اوپر سے باہر کو جھکے پڑ رہے تھے۔

مکان والوں کی بیٹی اس کے پیچھے آ کر کھڑی ہوگئی۔ چاہتی تو اس کے برابر سے گزر کر گھر چلی جاتی لیکن چونکہ شنگو سے واقف تھی اس لئے وہیں ٹھہری رہی۔

شنگو کی نظر اس پر پڑی تو کہنے لگا۔ ''کتنے بڑے بڑے پھول ہیں۔ کمال کے پھول۔''

وہ شرمیلے سے انداز میں مسکرائی۔ ''ہم نے باقی کلیاں توڑ کے ہر پودے پر صرف ایک پھول رہنے دیا۔''

MashalBooks.org

''اوہو؟ تبھی اتنے بڑے بڑے ہیں۔ انہیں کھلے دیر ہوگئی؟''

''ہاں۔''

''کتنے دن کے ہوگئے اب؟''

لڑکی کی طرف سے ..... جو شاید بارہ تیرہ سال کی تھی ..... جواب نہیں آیا۔ بظاہر وہ چپ چاپ حساب لگانے میں مصروف تھی۔ اس نے شنگو کی طرف دیکھا اور پھر اس کے ساتھ دوبارہ پھولوں پر نظر ڈالی۔ لڑکی کا چہرہ گول اور دھوپ سے سنولایا ہوا تھا لیکن بانہیں اور ٹانگیں پتلی پتلی تھیں۔

شنگو کو آگے سے ہٹ جانے کا خیال آیا تاکہ لڑکی اپنے گھر چلی جائے۔ یہ سوچتے سوچتے اس نے سڑک پر نظر دوڑائی۔ دو تین مکان چھوڑ کے سورج مکھی کے مزید پھول دکھائی دے۔ ہر پودے پر تین تین پھول۔ وہ پھول حجم کے لحاظ سے اس مکان کے پھولوں کے مقابلے میں آدھے تھے۔

جب وہ قدم اُٹھانے کو تھا تو اس نے پھر نگاہ اونچی کی۔

کیکوکو اسے آواز دے رہی تھی۔ اصل میں وہ اس کے بالکل پیچھے کھڑی تھی۔ اس کے پاس سودا سلف کا جو تھیلا تھا اس میں سے سویابین کے ہرے ڈنٹھل باہر نکلے ہوئے تھے۔

''آپ سورج مکھی کے پھولوں کو سراہ رہے تھے؟''

بلاشبہ اسے اس بات سے اتنا سروکار نہ ہونا چاہیے تھا، کہ شنگو سورج مکھی کے پھولوں کو دیکھ کر عش عش کر رہا ہے بلکہ زیادہ فکرمندی اس بارے میں ظاہر کرنی چاہئے تھی کہ وہ شوئی چی کے بغیر گھر لوٹا ہے۔ گھر کے بالکل نزدیک پہنچ کر وہ تن تنہا سورج مکھی کے پھولوں کا نظارہ کرنے میں محو تھا۔

''عمدہ نمونہ ہیں یہ پھول'' وہ بولا۔ ''جیسے مشہور انسانوں کے سر۔''

کیکوکو نے، بے توجہی سے، سر ہلا کر تائید کی۔

شنگو کے ان الفاظ کے پیچھے کوئی سوچ کار فرما نہ تھی۔ یہ تقابل اسے بس یونہی سوجھ گیا تھا۔ اس میں کسی کوشش یا تلاش کا دخل نہ تھا۔

تاہم یہ الفاظ ادا کرتے ہی اسے محسوس ہوا جیسے ان بڑے بڑے، بھاری، لہلہاتے سروں کی توانائی پوری شدت سے آمنے سامنے موجود ہے۔ جس قرینے اور تنظیم کے ساتھ انہیں ترتیب

MashalBooks.org

دیا گیا تھا اس بھی محسوس کیا۔ پنکھڑیاں یوں تھیں جیسے تاج اور مرکزی قرصوں کا بیشتر حصہ زریشوں پر مشتمل تھا، زریشوں کے گچھوں کے گچھے، جو لگتا تھا کہ نرے بل بوتے سے خود کو اوپر ہی اوپر ابھارے چلے جا رہے ہیں۔ بہرحال، یہ تاثر قطعاً نہ ملتا تھا کہ وہ آپس میں برسرپیکار ہیں۔ وہ پر سکون انداز میں منظّم تھے اور لگتا تھا کہ ان سے توانائی پھوٹ رہی ہے۔

محیط میں وہ پھول انسانی سر سے بڑے تھے۔ شاید اس حجم کی بندھی ٹکی ترتیب سے شنگو کا خیال دماغ کی طرف چلا گیا۔

ان میں فطرت کی جو قوت پنہاں تھی اسے دیکھ کر شنگو کے ذہن میں مردانگی کی کسی دیو پیکر علامت کا خیال ابھرا۔ یہ تو اسے معلوم نہ تھا کہ وہ نر ہیں یا نہیں مگر کسی وجہ سے اس نے انہیں نر ہی سمجھا۔

گرمیوں کا سورج ماند پڑ چلا تھا اور شام کی فضا میں سکون رچا ہوا تھا۔

پنکھڑیاں سنہری تھیں، جیسے عورتیں۔

وہ سورج مکھی کے پھولوں کو چھوڑ کر آگے بڑھا اور حیران ہوتا رہا کہ اس کے ذہن میں جو عجیب وغریب خیالات منڈلا رہے ہیں ان کا کوئی تعلق کیکو کے آجانے سے تو نہیں۔

''پچھلے چند روز سے میرے سر میں غبار سا چھایا ہوا ہے۔ سمجھتا ہوں یہی وجہ ہے کہ سورج مکھی کے پھول دیکھ کر مجھے سروں کا خیال آیا۔ جی چاہتا ہے میرا سر بھی ان پھولوں کی طرح صاف ستھرا ہو سکتا۔ میں ٹرین پر سوچتا آ رہا تھا..... کاش کوئی طریقہ ہوتا جس سے آدمی اپنے سر و اجلوا اور نیا بنوا سکتا ۔ بس کاٹ پھینکا ..... خیر، یہ تو کچھ زیادہ ہی پر تشدد معلوم ہوگا..... بس الگ کیا اور جا کے کسی یونیورسٹی کے ہسپتال کو دے آئے جیسے میلے کپڑوں کا گٹھر دھلنے دے آتے ہیں۔ یہ کہہ دیا: مہربانی سے ذرا اس کی مرمت تو کر دیں۔ پھر ادھر باقی ماندہ آدمی تین چار دن یا ہفتے بھر کے لیے آرام سے پڑ کے سو جائے، ادھر ہسپتال والے سر صاف کرنے اور آلائشیں دور کرنے میں مصروف رہیں۔ نہ کروٹیں لو نہ خواب دیکھو۔''

''آپ ضرور تھکے ہوئے ہیں۔'' کیکو کو نے کہا۔ اس کے چہرے پر سایہ سا لہرایا۔

''ہوں تو سہی۔ آج دفتر میں ایک صاحب ملنے آئے۔ میں نے سگریٹ کا کش لیا اور نیچے رکھ دیا اور ایک اور سگریٹ سلگا لیا اور اسے بھی نیچے رکھ دیا اور دیکھا تو تین سگریٹ رکھے۔ سلگائے ہوئے اور پیا یوں سمجھو ان میں سے ایک بھی نہیں۔ بڑی شرمندگی اُٹھانی پڑی۔''

MashalBooks.org

یہ سچ تھا کہ ٹرین پر اسے خیال آیا تھا کہ اپنا سر کسی لانڈری کو دے آئے لیکن دھلے دھلائے ،کلف لگے سر کا تصور اس کیلئے اتنا پرکشش نہیں تھا۔سوئے ہوئے جسم کا تصور اپنے میں زیادہ جاذبیت رکھتا تھا۔سر الگ ہونے کے بعد، بہت ہی مزے کی نیند۔شک کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تھی۔وہ تھک چکا تھا۔

''اب کی گرمیوں میں آپ چھٹی پر نہیں جائیں گے؟''

'' کامی کو چی جانے کا سوچ رہا ہوں۔کوئی ایسا تو ہے نہیں اپنا سر جس کے پاس چھوڑ جاؤں۔اس لئے سوچتا ہوں کہ جا کر پہاڑوں کا نظارہ کیا جائے۔''

''اوہ، جایئے۔بے دھڑک ہو کے جایئے۔'' کیکو کو نے کچھ زیادہ ہی شگفتگی سے کہا۔

''لیکن اب فوسا کو ہمارے یہاں ہے۔وہ بھی آرام کرنے کی غرض سے آئی ہے۔تمہارا کیا خیال ہے؟ میرا گھر پر رہنا اس کے حق میں بہتر ہوگا یا گھر سے چلے جانا؟''

''مجھے رشک آتا ہے اس پر۔اتنے اچھے ابا ملے ہیں اسے۔'' یہ کہتے ہوئے کیکو کو پوری طرح مطمئن دکھائی نہ دی۔کہیں کوئی خلش سی تھی۔

شنگو نے حیران ہو کر سوچا کیا اسے یہ اُمید تھی کہ نو کا جھوکی سے کام لے کر کیکو کو گڑبڑانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ایسی باتیں کرے گا کہ اسے دال میں کچھ کالا ہونے کا خیال ہی نہ آئے گا، یوں الجھن میں ڈالے گا کہ وہ اس بات پر توجہ نہ دے پائے گی کہ وہ بیٹے کے بغیر گھر لوٹا ہے تو کتنا بچھڑا بچھڑا اور اکیلا نظر آ رہا ہے۔شعوری طور پر اس کی نیت یہ تو نہ تھی، اور اس کے باوجود وہ حیران ہوتا رہا

''کیا تم طنز کر رہی ہو؟''شنگو نے پوچھا۔

اس نے ہلکے پھلکے لہجے میں بات کی تھی لیکن لگا کر کیکو کو ہک دک رہ گئی ہے۔

''فوسا کو پر نظر ڈالو اور پھر مجھے بتاؤ کہ میں اس کے حق میں اچھا باپ ثابت ہوا ہوں یا نہیں۔''

کیکو کو کا منہ لال ہو گیا۔''فوسا کو کے معاملے میں آپ کا کوئی قصور نہیں۔'' وہ بولی اور شنگو نے محسوس کیا کہ اس کا لہجہ دلاسا بھرا ہے۔

MashalBooks.org

3

شنگو کو ٹھنڈے مشروبات گرمی کے دنوں میں بھی برے لگتے تھے۔ یاسو کو کسی سم کا ٹھنڈا مشروب اس نہ دیتی۔ یہ عادت کئی سال پہلے پڑی تھی اور رفتہ رفتہ پختہ ہوگئی تھی۔

صبح اُٹھ کر اور شام کے وقت گھر آ کر وہ پیالی بھر چائے پیا کرتا۔ کیکو کو خاص خیال رکھتی کہ چائے نوشی کے اس معمول میں فرق نہ آنے پائے۔

وہ سورج مکھی کے پھولوں سے آنکھیں روشن کر کے گھر پہنچے تو کیکو کو لپک کر چائے بنانے چلی گئی۔ شنگو نے آدھی پیالی خالی کی، کپڑے اتار کر سوتی کمونو پہنچا اور پیالی اُٹھا کر چسکیاں لیتا ہوا، باہر برآمدے میں جا بیٹھا۔ پیچھے پیچھے کیکو کو اس کیلئے ٹھنڈا تولیا اور سگریٹ لے کر آئی۔ اس نے مزید چائے پیالی میں انڈیلی۔ پھر اندر گئی کہ شنگو کی عینک اور شام کا اخبار اُٹھا لائے۔

شنگو نے باغ پر نظر دوڑائی۔ تولیے سے منہ پونچھنے کے بعد عینک لگانا بھی دوبھر ہوگیا۔ یوں محسوس ہوا جیسے بڑا زور لگانا پڑا ہو۔

بے غوری کا شکار ہو کر گھاس بے ترتیبی سے اگی ہوئی تھی۔ باغ کی پرلی طرف تپتیا جھاڑی اور پیاس گھاس کا ایک جھنڈ اتنا اونچا ہوگیا تھا کہ تقریباً خودرو معلوم ہوتا تھا۔

وہاں، پرے کہیں، تتلیاں تھیں۔ جہاں پتیاں چھدری تھیں وہاں شنگو کو نظر آ رہا تھا کہ تتلیاں جلتی بجھتی روشنیوں کی طرح آ جا رہی ہیں۔ ایک آدھ نہیں، یقیناً کئی تتلیاں تھیں۔ وہ منتظر رہا کہ شاید وہ اُڑتے تپتیا جھاڑی پر آ بیٹھیں یا جھنڈ کی اوٹ سے نکل کر سامنے آ جائیں۔ بہرحال، وہ پتیوں ہی میں منہ منڈلاتی رہیں۔

اسے محسوس ہونے لگا جیسے ادھر جھڑ باڑی کے پیچھے کوئی خصوصی چھوٹی سی الگ تھلگ دُنیا آباد ہے۔ تپتیا جھاڑی کی پتیوں سے پرے اڑتی تتلیوں کے پر اسے غیر معمولی طور پر خوبصورت معلوم ہوئے۔

اسے ان ستاروں کا خیال آیا جنہیں اس نے مہینہ بھر پہلے رات کو، جب چاند تقریباً پورا تھا، پہاڑی کی چوٹی پر کھڑے درختوں کے درمیان سے جھانکتے دیکھا تھا۔

یاسو کو باہر آئی اور اس کے پاس بیٹھ گئی۔

''شوئی چی پھر دیر سے آئے گا؟'' اس نے خود کو پنکھی جھلتے ہوئے پوچھا۔

MashalBooks.org

شنگو نے سر ہلایا اور نظر باغ پر جمائے رکھی۔ ''جھڑ باڑی کی اوٹ میں تتلیاں ہیں۔''

لیکن ایسا لگا کہ تتلیوں کو منظور نہیں کہ یاسو کو انہیں دیکھے۔ وہ اڑتی اڑتی تیتپا جھاڑی کے اوپر سے گزریں کل تین تھیں۔

''ابابیل دمی۔''

ابابیل دمی تتلیاں اور اتنی چھوٹی چھوٹی اور ان کا رنگ بھی ذرا بجھا بجھا تھا۔

تتلیوں نے تختوں کی بنی باڑ کے پار ترچھی اڑان بھری اور پھر ساتھ والے مکان میں لگے چیڑ کے درخت کے بالمقابل نمودار ہوئیں۔ وہ عمودی صف باندھ کر درخت کی کمر سے پھننگ کی طرف چلیں لیکن اس طرح کہ نہ تو صف ٹوٹی نہ وہ فاصلہ کم زیادہ ہوا جو ان کے درمیان پایا جاتا تھا۔ چیڑ کا درخت، کسی دیکھ بھال کے بغیر، آپ ہی آپ بڑا ہو گیا تھا اور سانچے میں ڈھلی اس شکل سے بیگانہ تھا جو باغ میں لگائے گئے درختوں کا خاصہ ہوتی ہے۔

لمحے بھر بعد ایک اور ابابیل دمی تتلی ایک غیر متوقع سمت سے ظاہر ہوئی اور باغ کے آر پار افقی لکیر میں اڑتی تیتپا جھاڑی کی چوٹی کو چھوتی ہوئی گزری۔

''آج سویرے میں نے دو خواب دیکھے جن میں مردہ آدمیوں سے ملنا ہوا۔ وہ جو بڑے میاں تھے، تاتسومیا والے اُنہوں نے مجھے نوڈل پیش کیے۔''

''کھائے تو نہیں، کیوں جی؟''

''نہیں کھانے چاہئیں تھے کیا؟'' شنگو حیران ہوا کہ اگر خواب میں کوئی مرا ہوا آدمی کھانے کی چیز دے تو اسے کھا لینے کا مطلب کیا یہ ہوگا کہ خواب دیکھنے والا بھی مر جائے گا؟ ''یہ مجھے ٹھیک ٹھیک یاد نہیں۔ میرا خیال ہے نہیں کھائے۔ اتنا یاد آتا ہے کہ نوڈل ٹھنڈے تھے۔'' اسے خیال آیا کہ نوڈل کھانے سے پہلے ہی آنکھ کھل گئی ہوگی۔ ضرور یہی ہوا تھا۔

اسے نوڈلوں کا رنگ تک یاد تھا جو ایک سینی میں، جس پر باہر کی طرف کالا اور اندر کی طرف لال روغنی رنگ چڑھا ہوا تھا، بانسوں کی بنی پلیٹ پر رکھے تھے۔

بہر کیف، اسے یہ معلوم نہ تھا کہ رنگ اس نے خواب میں دیکھا تھا یا جاگنے کے بعد نوڈلوں سے منسب کر دیا تھا۔ جو بھی سہی، اس کے ذہن میں نوڈل واضح تھے مگر باقی ساری تفصیل دھندلا چکی تھی۔

رکابی بھر نوڈل فرش پر رکھے ہوئے تھے اور ایسا لگتا تھا کہ شنگو نوڈلوں کے پاس کھڑا تھا۔

MashalBooks.org

دکان دار اور اس کے گھر والے بیٹھے ہوئے معلوم ہوتے تھے مگر کسی کے پاس بیٹھنے کیلئے گدی تک نہ تھی۔ عجیب بات یہ تھی کہ بظاہر شنگو اکیلا ہی کھڑا تھا۔ اتنا اسے یاد تھا لیکن صرف مبہم انداز میں۔

جاگنے پر اسے خواب صاف صاف یاد تھا۔ وہ دوبارہ سو گیا اور صبح اُٹھا تو خواب اور بھی واضح طور پر یاد تھا۔ بہر حال، اب وہ خواب کو تقریباً بھول چکا تھا۔ اس کے ذہن میں وہ تصویر تو جوں کی توں موجود تھی نوڈل جس کا مرکزی نکتہ تھے لیکن یاد نہ آتا تھا کہ خواب کا پلاٹ کیا تھا یعنی پہلے کیا دیکھا تھا اور بعد میں کیا ہوا تھا۔

خواب میں جو آدمی دکھائی دیا تھا وہ الماریاں بنایا کرتا تھا اور تین چار سال پہلے فوت ہوا تھا۔ ستر سے اوپر کا تھا گو اسی کا نہ ہوا تھا۔ چونکہ وہ پرانی وضع پر قائم رہنے والا کاریگر تھا اس لئے شنگو کو اس سے بہت لگاؤ ہو گیا تھا۔ شنگو اسے خاصا کام دیتا رہتا تھا پھر بھی وہ کوئی ایسا قریبی دوست تو تھا نہیں کہ مرنے کے اتنے عرصے بعد شنگو کو خواب میں نظر آتا۔

شنگو کو لگا تھا کہ نوڈل دکان کے پچھواڑے وہاں دیکھے تھے جہاں گھر والے رہتے تھے۔ اگر چہ اس نے شاید کبھی کبھار باہر کھڑے ہو کر بڑے میاں سے باپ چیت کی ہو لیکن پچھلی طرف بنے کمروں میں کبھی جانا ہوا تھا، یہ یاد نہ آتا تھا۔ اسکی عقل چکرا گئی تھی کہ ایسا خواب کیوں آیا جس میں نوڈلوں سے واسطہ پڑا۔

بڑے میاں کی اولاد میں بیٹیاں تھیں۔ چھ بیٹیاں۔

خواب میں شنگو کسی لڑکی کے ساتھ سویا تھا لیکن اب، شام کے وقت، یاد نہ آ رہا تھا کہ وہ انہیں چھ لڑکیوں میں سے تھی یا کوئی اور۔

کسی کو چھونا اسے واضح طور پر یاد تھا لیکن بالکل نہ سوجھ رہا تھا کہ وہ کون تھی۔ کوئی ایسی بات یاد نہ آتی تھی جس کی مدد سے کچھ اتا پتا ہی مل جاتا۔

اسے یوں لگا کہ جب پہلی بار آنکھ کھلی تھی تو اس وقت معلوم تھا کہ وہ کون تھی اور دوبارہ سو جانے کے بعد جب وہ دوسری بار جاگا تھا تو شاید اس وقت بھی یہ بات اس کے علم میں تھی۔ لیکن اب، شام کے وقت، اسے بالکل کچھ یاد نہ آ سکا۔

چونکہ وہ خواب اسی خواب کا تسلسل تھا جس میں بوڑھا الماری ساز نظر آیا تھا اس لئے شنگو نے یہ تعین کرنا چاہا کہ جس لڑکی کے ساتھ سویا تھا وہ کہیں بڑے میاں کی بیٹیوں میں سے تو نہیں تھی۔ جاننے پہچاننے کی یہ کوشش بھی بیکار گئی۔ انتہا یہ کہ اسے یہ بھی یاد نہ آ سکا کہ ان لڑکیوں کی

شکلیں کیسی تھیں۔

بات واضح تھی تو فقط یہ کہ خواب سے خواب جڑا ہوا تھا۔لیکن اسے یہ معلوم نہ تھا کہ نوڈل نظر آنے سے پہلے کیا دیکھا تھا اور بعد میں کیا پیش آیا تھا۔زیادہ امکان اب یہی تھا کہ آنکھ کھلنے پر ایک ہی چیز سب سے واضح طور پر یاد تھی اور وہ تھے نوڈل۔تاہم خواب جس قاعدے قانون کے مطابق اثر انداز ہوتے ہیں اس کی رو سے کیا حقیقت میں یہ نہ ہونا چاہیے تھا کہ لڑکی سے ملاپ ہوتے ہی وہ، جھرجھری لے کر، جاگ جاتا؟

یہ مانا کہ ملاپ کے اس احساس میں کوئی اتنی شدت نہ تھی کہ اس کی وجہ سے آنکھ کھل جاتی۔

اس ملاپ والے خواب کی کوئی ٹھوس تفصیل محفوظ نہ رہی تھی۔جس سراپے سے دوچار ہونے کا موقع ملا تھا وہ ناپید ہو چکا تھا اور اسے دوبارہ نظر کے سامنے لانا شنگو کے بس میں نہ تھا۔صرف جسمانی طور پر دونوں کے انمل بے جوڑ ہونے، جسمانی ملاپ میں ناکام رہنے کا، احساس باقی تھا۔

شنگو کا درحقیقت ایسی کسی عورت سے کبھی واسطہ نہ پڑا تھا۔وہ اسے پہچاننے میں ناکام رہا لیکن خواب میں جسے دیکھا تھا وہ محض لڑکی بالی تھی۔اس لئے یہ ممکن نہ تھا کہ اس طرح کی کوئی ملاقات حقیقی زندگی میں ہوئی ہو۔

باسٹھ سال کا ہو جانے پر جنسی مزوں سے بھرے خوابوں کا نظر نہ آنا انہونی بات نہیں لیکن اس وقت اسے حیرانی یہ تھی کہ جو دیکھا تھا وہ سارے کا سارا کتنا صاف بے مزہ تھا۔

وہ فوڑا ہی پڑ کر دوبارہ سو گیا تو اسے ایک اور خواب دکھائی دیا تھا۔

موٹا بوڑھا آئیدا، ساکے شراب کی آدھے گیلن کی بوتل لئے، کہیں سے آ ٹپکا تھا۔لگتا تھا کہ خوب پیے ہوئے ہے۔لال لال چہرے پر مسام کھلے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

اس خواب کے دوران میں اور کیا دیکھا تھا، یہ شنگو کو یاد نہ آیا۔یہ بھی پتا نہ چلا کہ آئیدا اس والے گھر میں آیا تھا یا ایک اور مکان میں جس میں شنگو پہلے کبھی رہتا تھا۔

کوئی دس سال پہلے آئیدا شنگو کی کمپنی کے ڈائریکٹروں میں شامل تھا۔پچھلے سال کے آخر میں سکتے میں مبتلا ہو کر مر گیا تھا۔عمر کے آخری برسوں میں لاغر نظر آنے لگا تھا۔

''اور اس کے بعد میں نے ایک خواب اور دیکھا۔اس بار آئیدا بوتل لئے ہمارے ہاں آیا۔''

MashalBooks.org

''مسٹر آئیدا؟؟ لیکن کتنی عجیب بات ہے۔ مسٹر آئیدا تو شراب نہیں پیتے تھے۔''

''تم ٹھیک کہتی ہو۔ اسے دمے کی بیماری تھی اور فالج گرا تو بلغم جم جانے کی وجہ سے فوت ہوا۔ لیکن شراب نہیں پیتا تھا۔ ہمیشہ دوائی کی شیشی ہاتھ میں لئے ادھر ادھر پھرتا رہتا تھا۔''

اور اس کے باوجود خواب میں وہ اس طرح ڈگ بھرتا وارد ہوا تھا جیسے کوئی منچلا رنگیلا ہو۔ شنگو کے ذہن میں اس کی تصویر پوری طرح چمچماتی ہوئی ابھری۔

''اور کیا تم نے اور مسٹر آئیدا نے بیٹھ کے شراب اڑائی؟''

''میں نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ آئیدا میری طرف آ رہا تھا لیکن ابھی وہ بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔''

''بالکل بھلی بات نہیں یہ، مرے ہوؤں کو خواب میں دیکھنا۔''

''شاید وہ مجھے لینے آئے ہوں۔''

شنگو کی عمر اتنی ہو چکی تھی کہ اس کے بیشتر دوست مرکھپ چکے تھے۔ اس لیے مرجانے والوں کو خواب میں دیکھنا شاید فطری امر تھا۔

بہرکیف، نہ تو بوڑھا الماری ساز اور نہ آئیدا اسے مردہ معلوم ہوئے۔ وہ خواب میں جیتے جاگتے انسان نظر آئے تھے۔

اور دونوں کے سراپے، جس طرح خواب میں نظر آئے تھے، اسی طرح اس کے ذہن میں اب تک روشن تھے۔ ان دونوں آدمیوں کے بارے میں اسے عام طور پر جو کچھ یاد تھا یہ سراپے اس سے بدرجہا واضح تھے۔ آئیدا کے چہرے پر، جو شراب خوری کی وجہ سے لال ہو رہا تھا، جس طرح کی کیفیت دیکھنے کو ملی تھی ویسی تو آئیدا کے چہرے پر زندگی میں کبھی نہ دیکھی گئی تھی۔ اور اس کے باوجود شنگو کو بعض جزئیات بھی یاد تھیں۔ مثلاً یہ کہ آئیدا کے چہرے پر مسام پھولے پھولے نظر آئے تھے۔

آخر کیا وجہ تھی کہ وہ دونوں اسے اس قدر واضح طور پر یاد تھے مگر جس لڑکی نے اسے چھوا تھا اس کا چہرہ ذہن میں نہ آتا تھا بلکہ یہ بھی یاد نہ آ رہا تھا کہ وہ کون تھی؟

اس نے اپنے آپ سے پوچھا: کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ احساس جرم کے تحت چہرہ بھول جانے میں کامیاب ہو گیا ہو؟ لیکن یہ بات بھی درست معلوم نہ ہوئی۔ آنکھ کھلنے کے بعد وہ ذرا اسی دیر بیدار رہا تھا اور اس مختصر عرصے میں ایک طرح کی نفسانی مایوسی کے سوا کچھ محسوس نہ ہوا تھا۔

MashalBooks.org

اس بات سے بھی اسے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی کہ یہ سب اس نے خواب میں دیکھا تھا۔
خواب کا یہ حصہ اس نے یاسوکو کے سامنے بیان نہیں کیا۔
کیکوکو اور فوسا کو رات کا کھانا تیار کرنے میں مشغول تھیں۔ باروچی خانے سے ان کی آوازیں شنگو تک پہنچ رہی تھیں۔ ایسا لگا جیسے وہ ذرا زیادہ ہی اونچی آواز میں باتیں کر رہی ہوں۔

4

ہر رات ٹڈے چیری کے درخت سے اڑ کر اندر چلے آتے۔
شنگو اُٹھ کر درخت کے تنے تک گیا۔
ہر طرف پروں کی پھر رپھر رکا شور سنائی دے رہا تھا۔ شنگو نے اوپر نظر کی۔ ٹڈوں کی تعداد دیکھ کر وہ حیران رہ گیا اور ان کے پروں کے شور پر بھی حیرت زدہ ہوا۔ ایسا لگتا تھا جیسے چڑوں کا جھنڈ کا جھنڈ پھر سے اڑا ہو۔
اس نے بڑے درخت کا غور سے جائزہ لیا تو ٹڈے اس پر سے اڑ اڑ کر ادھر ادھر جاتے نظر آئے۔
آسمان پر جتنے بھی بادل تھے سب مشرق کی طرف اڑے جا رہے تھے۔ موسمی پیش گوئی میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ امکان یہی ہے کہ سب سے منحوس دن، یعنی موسم بہار کے آغاز کے بعد کا دوسو دسواں دن، کسی گڑبڑ کے بغیر گزر جائے گا لیکن شنگو کا گمان تھا کہ تیز ہوا چلنے اور چھینٹے پڑنے سے درجہ حرارت نیچے آ رہے گا۔
کیکوکو بھی وہاں چلی آئی۔ ''کچھ ہو گیا کیا؟ ٹڈوں کا شور سنا تو میں سوچ میں پڑ گئی۔''
''واقعی میں یہ شور اتنا کرتے ہیں کہ آدمی سمجھتا ہے شاید ان پر کوئی آفت آ گئی ہے، یہ خیال آتا ہے نا؟ بطخوں اور ہنسوں کے پروں کا چرچرا تو سننے میں آتا ہے لیکن ان کے پر بھی دھاک بٹھانے میں کم نہیں۔''
کیکوکو کے ہاتھ میں سوئی اور سرخ دھاگا تھا۔ ''پروں کا شور سن کر نہیں آئی۔ ایک دم بڑی چیں چیں مچی تھی۔ مجھے لگا ٹڈے شاید کسی چیز کو دیکھ کر سہم گئے ہیں۔''
''اس طرف میرا خیال اتنا نہیں گیا۔''
شنگو نے اس کمرے کی طرف دیکھا جہاں سے کیکوکو اُٹھ کر آئی تھی۔ یاسوکو کی ایک پرانی

MashalBooks.org

فتوحی کا کپڑا کاٹ چھانٹ کر کسی بچی کا لباس سیا جا رہا تھا۔ کمرے میں لباس کی تیاری کی چیزیں بکھری ہوئی تھیں۔ ''ساتو کو اب بھی ٹڈوں سے کھیلتی ہے؟''

کیکو کو نے سر کو جنبش دی۔ ہونٹوں کی خفیف سی حرکت سے بظاہر لفظ ''ہاں'' ادا کیا۔

شہر میں پلنے والی بچی، ساتو کو، کو ٹڈے انوکھے اور دلچسپ جاندار معلوم ہوتے تھے۔ اور اس کی سرشت میں کوئی شئے ایسی تھی جو اس کھیل سے مناسبت رکھتی تھی۔ جب فوسا کو نے پہلے پہل ایک ٹڈا کھیلنے کیلئے اسے دیا تو وہ ڈرتی رہی تھی۔ پھر فوسا کو نے ٹڈے کے پر کاٹ دئے اور اس کے بعد بچی جب بھی کوئی ٹڈا پکڑتی تو جو بھی نزدیک ہوتا، کیکو کو یا یاسو کو یا کوئی اور، اس کے پاس دوڑی دوڑی آتی کہ پر تراش دو۔

یاسو کو کو پر قینچ کرنے سے نفرت تھی۔

بڑبڑ کرتی کہ فوسا کو سدا سے اس طرح کی لڑکی نہ تھی شوہر نے اسے بگاڑ دیا ہے۔

ایک بار یاسو کو نے جب دیکھا کہ بھوری چیونٹیوں کا غول ایک پر کٹے ٹڈے کو گھسیٹے لیے جا رہا ہے تو اس کا رنگ اڑ گیا۔

مجموعی طور پر یاسو کو اس طرح کی عورت نہ تھی جس پر ایسی باتوں کا کوئی اثر ہوتا۔ شنگو کو ہنسی بھی آئی اور پریشانی بھی ہوئی۔

چیونٹیوں اور ٹڈے کو دیکھ کر یاسو کو یوں بدکی تھی جیسے کسی زہریلے بھبکے سے دوچور ہوگئی ہو۔ شاید اس نے اسے برا شگون سمجھا ہو۔ شنگو کو شک پڑتا تھا کہ اصل مسئلہ ٹڈے نہیں تھے۔

ساتو کو اڑیل بچی تھی اور جب گھر کا کوئی بڑا اس کے ضدی پن سے ہار مان کر ٹڈے کے پر تراش دیتا تب بھی وہ پاس سے ہلنے کا نام نہ لیتی۔ پھر جب وہ تازہ تازہ پر قینچ ٹڈے کو اُٹھا کر باغ میں پھینک آتی، جیسے آتی، جیسے اسے چھپانا مقصود ہو، تو اس کی غمگین آنکھوں میں سائے سے لہراتے۔ وہ جانتی تھی کہ بڑوں کی نظر اس پر جمی ہوئی ہے۔

یوں تو فوسا کو ہر روز یاسو کو کے سامنے شکوے شکایت کا دفتر کھولے رکھتی لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بنیادی مسئلے کو ابھی چھیڑا ہی نہیں گیا۔ وجہ یہ کہ اس نے کبھی جھوٹوں بھی یہ ذکر نہیں کیا تھا کہ میکے سے رخصت کب ہوگی۔

جب وہ سونے لیٹتے تو یاسو کو دن بھر کے گلے شکوے شنگو تک پہنچا دیتی۔ وہ ان معاملوں پر زیادہ دھیان تو نہ دیتا لیکن محسوس کرتا کہ کوئی بات ان کہی رہ گئی ہے۔

MashalBooks.org

وہ جانتا تھا کہ باپ ہونے کے ناتے اسے خود آگے بڑھ کر فوسا کو کو صلاح مشورہ دینا چاہیئے۔ لیکن وہ تیس سال کی ہو چکی تھی۔ اوپر سے شادی شدہ تھی۔ جب صورت حال یہ ہو تو کوئی باپ آسانی سے معاملات نہیں سلجھا سکتا۔ جس عورت کے ساتھ دو بچیاں ہوں اس گھر میں رکھنا، سارا خرچ اُٹھانا سہل نہ ہوگا۔ چنانچہ فیصلہ کرنے گھڑی ہر روز ٹلتی رہی جیسے تمام بڑے کردار یہ انتظار کر رہے ہوں کہ جو ہونا ہے آپ سے آپ ہو جائے۔

''ابا جی کیکو کو کا کتنا خیال رکھتے ہیں'' فوسا کو نے کہا۔

کھانے کی میز پر کیکو کو اور شوئی چی دونوں موجود تھے۔

''ہاں، اس میں کیا شک ہے'' یاسو کو بولی۔ ''میں خود بھی اس کا خیال رکھنے کا کوشش کرتی رہتی ہوں۔

فوسا کو کے انداز سے ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ جواب کا تقاضا کیا جا رہا ہے۔ خواہ مخواہ جواب دیتے وقت یاسو کو کے لہجے میں ہنسوڑ پن تھا لیکن جو بھی ہو اس کا مقصد یہ تھا کہ فوسا کو کو اپنی اوقات معلوم ہو جائے۔

''پھر یہ بھی تو ہے، وہ بھی ہمارا خیال رکھتی ہے۔''

کیکو کو کا چہرہ لال ہو گیا۔

یاسو کو کے دوسرے جملے میں کسی قسم کا الجھاؤ تو نہ تھا تاہم کوئی نہ کوئی پہلو ایسا پایا جاتا تھا جیسے اپنی بیٹی پر چوٹ کی جا رہی ہو۔

اس بات چیت سے اشارہ یہ ملتا تھا کہ اسے اپنی خوش مزاج بہو پسند اور ناخوش بیٹی ناپسند ہے۔ اس رویے سے شاید کسی کو کینہ پروری اور بے دردی کو بو آتی۔ شنگو کو یہ بھی محسوس ہوا جیسے یاسو کو خود اپنے آپ سے گھن کھا رہی ہے۔ اس نے خود کو ٹٹولا تو خود سے گھن کھانے کی یہ کیفیت اسے اپنے میں بھی نظر آئی۔ اس کے باوجود اسے عجیب لگا کہ یاسو کو، عورت اور بوڑھی ہوتی ماں ہوتے ہوئے بھی، بیٹی کے منہ پر اس طرح کی بات کر بیٹھی۔

''اتنی مہربان کہاں ہے یہ، میں نہیں مانتا۔'' شوئی چی نے کہا۔ ''میاں پر تو مہربان نہیں۔'' مذاق کرنے کی یہ کوشش ناکام رہی۔

ان سب کو، شوئی چی، یاسو کو اور خود کیکو کو کو، یہ صاف صاف نظر آ جانا چاہیے تھا کہ شنگو کیکو کو سے خاص طور پر شفقت سے پیش آتا ہے۔ یہ ایسی حقیقت تھی جس کے اظہار کی قطعاً کوئی

ضرورت نہ تھی اور پھر بھی یہ ذکر ہوا تو جانے کیوں اسے اداس کر گیا۔

شنگو کیلئے کیکو کو اس بے رونق گھر کے باہر کی طرف کھلنے والی کھڑکی کے مانند تھی۔ وہ جو اس کا اپنا خون تھے ویسے نہ تھے جیسا وہ انہیں دیکھنا چاہتا تھا اور اگر اپنے سگے اپنی مرضی کی زندگی گزرانے میں ناکام ہو جائیں تو پھر ان کا ساتھ دوبھر ہو جاتا ہے، ان کی وجہ سے دم گھٹنے لگتا ہے۔ اس کی بہو نے آ کر اس گھٹن کو دور کیا تھا۔

کیکو کو کے ساتھ شفقت سے پیش آنے کا عمل ایسا تھا جیسے کوئی کرن جو شنگو کی الگ تھلگ، دوسروں سے کٹی، زندگی میں روشنی بکھیر رہی ہو۔ جیسے اس طرح وہ خود اپنے سے لاڈ کر رہا ہو، جیسے اس کی زندگی میں بچپن کی ہلکی سی لہر در آئی ہو۔

جہاں تک کیکو کو کا تعلق تھا وہ عمر رسیدہ لوگوں کی نفسیات کے بارے میں وحشت ناک قیاس آرائیوں میں نہ پڑتی تھی۔ اور وہ شنگو سے کبھی خائف بھی معلوم نہ ہوئی تھی۔

شنگو نے محسوس کیا کہ فوساکو کا جملہ اس کے راز کو چھو گیا ہے۔

فوساکو نے یہ بات تین چار دن پہلے رات کو کھانا کھاتے وقت کہی تھی۔

چیری کے درخت کے نیچے شنگو کو اس جملے اور ساتو کو اور ٹڈے کے پروں کا خیال آیا۔

''فوساکو جھپکی لے رہی ہے؟''

''جی'' کیکو کو نے اس کے چہرے پر نظر گاڑتے ہوئے کہا۔ ''کونیکو کو سلانے لگی ہے۔''

''کیا تماشا ہے یہ بچی، یہ ساتو کو۔ جہاں فوساکو نے ننھی کو سلانا شروع کیا خود بھی جا پہنچی اور ساتھ لیٹ کے ماں کی کمر سے چمٹ گئی۔ صرف اسی وقت نچلی رہتی ہے۔''

''کتنا اچھا لگتا ہے، سچی۔''

''یاسوکو کو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ مگر چودہ پندرہ برس کی ہو لینے دو۔ پھر یہ بھی، اپنی نانی جیسی بن کر، خراٹوں پر خراٹے مارا کرے گی۔''

بظاہر کیکو کو کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہا جا رہا ہے۔

شنگو واپس جانے کیلئے مڑا تو کیکو کو نے آواز دی۔

''آپ ناچنے گئے تھے؟''

''کیا؟'' شنگو نے مڑ کے دیکھا۔ ''کیوں جی، تمہیں بھی خبر مل گئی؟''

دو رات پہلے کا ذکر ہے وہ دفتر میں ملازم لڑکی کو ساتھ لے کر ایک ناچ گھر چلا گیا تھا۔ آج

اتوار تھا۔ سو معلوم یہ ہوتا تھا کہ لڑکی نے، جس کا نام تانی زا کی ائیکو تھا، ہفتے کے روز شوئی چی کو بتایا ہوگا اور شوئی چی کی زبانی یہ خبر کیکو کو تک پہنچ گئی۔

شنگو کو ناچنا چھوڑے سالہا سال ہو گئے تھے۔ جب اس نے ناچ گھر چلنے کی دعوت دی تو لڑکی واضح طور پر حیران رہ گئی۔ کہنے لگی کہ اگر میں آپ کے ساتھ چلی گئی تو دفتر میں پریشان کن افواہیں پھیلیں گی جواب میں اس نے کہا کہ وہ کسی سے ذکر نہ کرے۔ اتنی احتیاط کافی ہوگی۔ اور لگتا یہ تھا کہ اس نے فوراً جا کے شوئی چی کو بتا دیا۔

جہاں تک شوئی چی کا تعلق اس نے، نہ کل نہ آج، شنگو کے سامنے اشارتاً بھی یہ نہ جتایا کہ اسے سب معلوم ہے۔

ائیکو بظاہر وقتاً فوقتاً شوئی چی کے ساتھ ناچنے جایا کرتی تھی۔ شنگو نے اسے ساتھ چلنے کی دعوت یہ سوچ کر دی تھی کہ ناچ گھر میں، جہاں ائیکو اور شوئی چی کا بہت آنا جانا تھا، شاید شوئی چی کی داشتہ نظر آ جائے۔

بہر حال، وہاں کوئی لڑکی ایسی دکھائی نہ دی جس پر شوئی چی کی محبوبہ کا گمان ہو سکتا۔ ائیکو سے پوچھنے کا حوصلہ نہ ہوا کہ کون سی لڑکی ہے۔

ایسا لگتا تھا کہ ناچ پر چلنے کی دعوت کے اچانک پن سے لڑکی ذرا بے اوسان ہو گئی تھی۔ ان میل سی یہ کیفیت شنگو کو پر خطر بھی معلوم ہوئی اور دل پذیر بھی۔

بائیں تئیس سال کی ہو جانے کے باوجود ائیکو کی چھاتیاں چھوٹی چھوٹی تھیں۔

مسا کر کے بس اتنی سی کہ لپ میں سما جائیں۔ شنگو کو ہاروو بو کی بنائی ہوئی ایک شہوانی تصویر یاد آ گئی۔

ناچ گھر میں چونکہ اردگرد غل غپاڑا مچا ہوا تھا اس لئے شنگو کو تھوڑی سی ہنسی آئی کہ بات سے بات کیا سوجھی۔

''چا ہو تو اگلی بار تمہیں لے چلوں۔'' اس نے کیکو کو سے کہا۔

''ہاں، ضرور لے چلئے۔''

شنگو کو واپس بلاتے ہی اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور شرم کی لالی اب تک دور نہ ہوئی تھی۔

کیا وہ بھانپ چکی تھی کہ شنگو شوئی چی کی داشتہ کو دیکھنے کی اُمید لے کر ناچ گھر گیا تھا؟

اس واقعے کو پوشیدہ رکھنے کی شنگو کے پاس کوئی خاص وجہ نہ تھی لیکن اس خیال سے وہ تھوڑا

MashalBooks.org

سٹپٹایا کہ دوسری عورتیں کیا کہیں گی۔

باہر کے دروازے سے ہو کر وہ شوئی چی کے کمرے میں پہنچا۔ ''تمہیں تانی زا کی نے بتایا؟'' اس نے کھڑے کھڑے پوچھا۔

''ارے ہاں۔ اسی نے بتایا۔ اہم خبر جس کا تعلق ہمارے گھرانے سے ہے۔''

''میری دانست میں تو اس میں خبر نا کی کا کوئی خاص پہلو نہ تھا۔ لیکن اگلی بار ناچ پر لے جانے لگو تو اسے ٹھیک ٹھاک سے ٹھنڈے کپڑے لے دینا۔''

''آپ کو اس کی وجہ سے خفت اُٹھانی پڑی، یہی بات ہے؟''

''لگتا تھا بلاؤزر اور سکرٹ ٹھیک طرح میچ نہیں کر رہے۔''

''اوہ، لباس تو اس کے پاس بہتیرے ہیں۔ قصور آپ کا ہے۔ خبردار تو کر دیا ہوتا۔ ساتھ لے جانا مقصود ہو تو اسے پہلے سے بتا دیا کریں۔ وہ موقع محل کی مناسبت سے کپڑے پہن کر آ جائے گی۔'' شنگو کمرے سے چلا آیا۔

اس کمرے کے برابر سے گزرتے ہوئے جس میں فوساکو اور دونوں بچیاں سو رہی تھیں شنگو نے نظر اُٹھا کر کلاک کی طرف دیکھا۔

''پانچ'' اس نے بڑبڑا کر ایسے کہا جیسے کسی اہم بات کی تصدیق کر رہا ہو۔

MashalBooks.org

بادلوں کا جگمگا

اگر چہ اخبار کی پیش گوئی تھی کہ اس دفعہ سال کا دوسو دسواں دن آرام سے گزر جائے گا اور کچھ بھی نہیں ہوگا، گزشتہ رات خوفناک طوفان آیا۔

شنگو کو یاد نہ آسکا کہ یہ مضمون کتنے روز پہلے نظر سے گزرا تھا اور شاید اسی لئے اسے موسمی پیش گوئی قرار دینا درست نہ تھا۔ جب دوسو دسواں دن قریب آیا تو ظاہر ہے پیش گوئیاں بھی ہوئیں لوگوں کو خبردار بھی کیا گیا۔

''میرے خیال میں آج رات تم جلدی گھر آجاؤ گے؟'' شنگو نے شوئی چی سے کہا۔ یہ سوال کم اور اصلاح زیادہ تھی۔

شنگو دفتر سے نکلنے کیلئے تیار ہونے لگا تو ائیکو نے اس کا ہاتھ بٹایا۔ اس کے بعد خود ائیکو کو بھی گھر جانے کی جلدی پڑی۔ سفید شفاف برساتی میں سے نظر آنے والی اس کی چھاتیاں اور بھی چھوٹی معلوم ہو رہی تھیں۔

شنگو جب اس کے ساتھ ناچنے گیا تھا تو اس رات اسے پتا چلا تھا کہ ائیکو کی چھاتیاں کتنی ذرا سی ہیں۔ اس کے بعد سے وہ ائیکو کی چھاتیاں پر زیادہ توجہ دینے لگا تھا۔

ان کے بعد ائیکو بھی سیڑھیوں کے راستے دوڑی دوڑی نیچے آئی اور ان کے پاس آ کھڑی

MashalBooks.org

ہوئی۔ موسلا دھار بارش کے پیش نظر بظاہر اس نے منہ پر دوبارہ پاؤڈر لگانے میں وقت صرف نہیں کیا تھا

''اور تم رہتی کہاں ہو؟'' لیکن شنگو نے سوال نامکمل رہنے دیا۔ یہ بات وہ بیسیوں بار پوچھ چکا تھا اور یہ بھی یاد نہ رہا تھا کہ جواب میں کیا کہا گیا تھا۔

کاماکورا اسٹیشن پر مسافر اولتیوں کے نیچے کھڑے ہو کر آندھی اور بارش کی شدت کا اندازہ لگانے کی کوشش کرتے رہے۔

شنگو اروشوئی چی جب اس گھر کے آگے سے گزرے جس کے گیٹ پر سورج مکھی کے پھول کھلے ہوئے تھے تو ہوا اور بارش کے شور میں ''کواتو روزے ژویئے'' کے موضوعی نغمے کی آواز سنائی دی۔

''وہ کوئی زیادہ پریشان تو معلوم نہیں ہوتی۔'' شوئی چی نے کہا۔

انہیں پتا تھا کہ لس گاوتی کا ریکارڈ کیکوکو ہی بجا رہی ہوگی۔

ریکارڈ ختم ہوا تو اس نے دوبارہ لگا دیا۔

ابھی وہ رستہ آدھا طے کر پائے تھے کہ جھلملیاں بند کرنے کا شور ہوا۔

اور اُنہوں نے سنا کہ جھلملیاں بند کرتے ہوئے کیکوکو ریکارڈ کے ساتھ ساتھ گا رہی ہے۔

ایک تو طوفان کا شور، دوسرے موسیقی۔ اس لئے کیکوکو کو گیٹ کھلنے اور ان کے اندر آنے کا پتا ہی نہ چلا۔

''جوتوں میں پانی بھر گیا۔'' شوئی چی نے موزے دروازے پر ہی اتار دئے۔

شنگو بھیگے موزوں وغیرہ سمیت اندر چلا آیا۔

''تو آپ آ ہی گئے'' کیکوکو ان کی طرف آئی۔ اس کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔

شوئی چی نے موزے اسے تھما دیے۔

''ابا جی کے موزے بھی لازمی تر بتر ہوں گے۔'' وہ بولی اور ریکارڈ دوبارہ لگا کر ان کے بھیگے ہوئے کپڑے اُٹھا کر چلتی ہوئی۔

شوئی چی نے کمر کے گرد اوبی باندھتے ہوئے کہا۔ ''سارا قصبہ تمہیں سن رہا ہے۔ کیکوکو۔ تھوڑی پریشان نظر آنے کی کوشش کر لو تو کیا ہے۔''

''مگر ریکارڈ بجا اسی لئے تو رہی تھی کہ پریشان ہوں۔ آپ دونوں کی فکر پڑی ہوئی تھی،

نچلی کیسے بیٹھتی۔''

لیکن اس کی چنچلتا سے ٹپکتا تھا کہ طوفان کی وجہ سے مزاج پر شگفتگی غالب آ گئی ہے۔

شنگو کے لیے چائے بنانے گئی تو اس وقت بھی گنگنا رہی تھی۔

شوئی چی نے، جو پیرس کے گیتوں کا دلدادہ تھا، گیتوں کا یہ مجموعہ کیکو کو کیلئے خریدا تھا۔

شوئی چی کو فرانسیسی آتی تھی۔ کیکو کو فرانسیسی سے نابلد تھی لیکن سبقاً سبقاً تلفظ سیکھنے کے بعد ریکارڈ کی نقل اتارنے میں خاصی ماہر ہو چکی تھی۔ یہ کہنا تو خیر، ظاہر ہے، ممکن نہ تھا کہ گاؤتی کی طرح وہ بھی یہ محسوس کرا سکتی تھی کہ کوئی آدمی ہے جو کشمکش سے دوچار ہونے کے بعد کسی نہ کسی طرح جیئے چلا گیا۔ جو بھی سہی، کیکو کو کی نازک، اٹکتی ہوئی ادائیگی بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔

شادی کے موقع پر کیکو کو کی کالج کی ہم جماعتوں نے تحفے میں نرسری گیتوں کا مجموعہ دیا تھا۔ گیت دُنیا بھر سے اکٹھے کئے گئے تھے۔ شادی کے ابتدائی مہینوں میں کیکو کو یہ مجموعہ بہت بھاتا تھا۔ اکیلی ہوتی تو گیت کے ساتھ دبی دبی آواز میں آپ بھی گانے لگتی۔ اس کا گانا سن کر شنگو کو گرما دینے والے سکھ کا احساس ہوتا۔

وہ سوچتا کہ یہ بہت ہی نسوانی وضع کی ریت ہے۔ اور نرسری گیت سنتے ہوئے محسوس کرتا کہ کیکو کو اپنے لڑکپن کی یادوں میں ڈوبی ہوئی ہے۔

''تم سے کہا جائے کہ میرے جنازے پر یہی گیت بجانا؟'' شنگو نے ایک بار کیکو کو سے کہا تھا۔ ''پھر مجھے کسی قسم کی دُعا مناجات کی ضرورت نہ رہے گی۔'' یہ کہتے ہوئے وہ سنجیدہ تو نہ تھا لیکن اچانک آنکھوں میں آنسو آتے آتے رہ گئے۔

لیکن کیکو کو اب تک بے اولاد تھی اور لگتا تھا کہ مجموعے سے اس کا دل اچاٹ ہو چکا ہے وجہ یہ کہ شنگو نے حال میں ان گیتوں کو بجتے نہ سنا تھا۔

گیت کا اختتام قریب آیا تو آواز یکا یک گم ہو گئی۔

ناشتے کے کمرے سے یاسوکو نے کہا۔ ''بجلی چلی گئی۔''

''آج رات آنے سے رہی۔'' کیکو کو نے گراموفون بند کرتے ہوئے کہا۔ ''امی جی، کھانا جلدی کھا لیتے ہیں۔''

جھلملیوں کی درزوں سے ہوا اندر آ رہی تھی اور کھانے کے دوران پتلی پتلی موم بتیاں تین چار مرتبہ بجھیں۔

MashalBooks.org

سمندر ہوا سے بھی زیادہ غل مچاتا معلوم ہوا۔ یوں لگتا تھا جیسے دہشت کو دو چند کرنے کیلئے ہوا سے بڑھ چڑھ کر اپنی سی کئے جا رہا ہے۔

2

جو موم بتی لمحہ بھر پہلے بجھائی تھی اس کی بو اب تک شنگو کی ناک میں بسی ہوئی تھی۔

ہر دفعہ جب مکان لرزتا تو یاسوکو ماچس کی طرف، جو بستر پر دھری تھی، ہاتھ بڑھاتی اور ڈبیا ہلاتی تاکہ تیلیوں کی کھڑکھڑ سنائی دے، جیسے خود کو رہ رہ کر تسلی دے رہی ہو اور یہ بھی چاہتی ہو کہ شنگو کو معلوم ہو جائے کہ ماچس پاس ہے۔

اور وہ شنگو کی طرف ہاتھ پھیلاتی اور اس کے ہاتھ کو نرمی سے چھوتی۔

''ہم صحیح سلامت بچ جائیں گے؟''

''بالکل۔ اور اگر کسی چیز سے باڑ ڈھے بھی گئی تو باہر نکل کر یہ دیکھنے سے تو خیر رہے کہ کیا ہوا ہے۔''

''فوساکو کے ہاں تو کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی؟''

''فوساکو کے ہاں؟'' شنگو کو فوساکو کا خیال نہ آیا تھا۔ ''میں سمجھتا ہوں کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی۔ باقی راتوں کو چاہیے کچھ کرتے ہوں، ایسی رات کو انہیں چاہیے کہ تمیز دار بیا ہے جوڑے کی طرح سیوے سے پڑ کے سو جائیں۔''

''انہیں نیند کیسے آئے گی؟'' شنگو کی بات الٹا کر یاسو کو خاموش ہو گئی۔

اُنہوں نے شوئی چی اور کیکو کو کو بولتے سنا۔ کیکو کو کی آواز میں ایک ملائم، پر چانے والی کیفیت تھی۔

کچھ دیر بعد یوساکو بولی۔ ''فوساکو کی دو چھوٹی چھوٹی بچیاں ہیں۔ مشکل سے گزر ہوتی ہے۔ ہماری طرح کا آرام نصیب نہیں۔''

''اور اس کی ساس بھی اپاہج ہے گٹھیا کیسا ہے اس کا؟''

''اوپر سے یہ بھی ہے۔ اگر بھاگنے کی نوبت آ گئی تو ائی ہارا کو بڑی بی کو چڈھی دینی پڑے گی۔''

MashalBooks.org

''چل نہیں سکتی؟''

''میرا خیال ہے، کچھ چل پھر تو لیتی ہے۔لیکن اس آندھی طوفان میں؟ یاسیت طاری ہوگئی ہے اس اندھکار سے، ہوگئی ہے نا؟''

''یاسیت طاری ہوگئی؟'' تریسٹھ سالہ یاسوکو کے منہ سے ''یاسیت'' کا لفظ شنگو کو مضحکہ خیز لگا۔

''اخبار میں تھا کہ ہر عورت زندگی کے دوران بالوں کا سٹائل جانے کتنی مرتبہ بدلتی ہے۔یہ بات میرے دل کو لگی۔''

''یہ کہاں پہ تھا؟''

یاسوکو کے بقول، پرانی وضع کے ایک مصور نے، جو خواتین کے پورٹریٹ بنانے میں خصوصی مہارت رکھتا تھا، حال میں فوت ہونے والی ایک مصورہ کے بارے میں ایک تعریفی مقالہ قلم بند کیا تھا۔وہ مصورہ بھی پرانی وضع کی حسیناؤں کی تصویریں بناتی تھی۔بالوں کے سٹائل والی بات مقالے کی ابتداء میں کہی گئی تھی۔

لیکن اصل تعریفی مقالہ پڑھ کر پتا چلا کہ اس فنکارہ کی حد تک معاملہ الٹ تھا۔وہ پچھتر برس کی ہو کر فوت ہوئی اور عمر کی تیسری دہائی سے مرتے دم تک، یعنی پورے پچاس سال، بال ماتھے سے سیدھے پیچھے لے جاتی رہی اور بالوں کو جمائے رکھنے کے لئے ان میں کنگھی اڑس لیتی۔

بظاہر یاسوکو کو یہ امر قابل داد معلوم ہوا کہ کسی عورت نے پوری زندگی اس طرح گزار دی کہ جب دیکھو بال ماتھے سے سیدھے پیچھے لے جا کے جمائے ہوئے ہیں۔لیکن یہ خیال بھی اچھا لگا کہ عورت زندگی میں بال بنانے کے بیسیوں انداز اپنانے پر کاربند رہے۔

یاسوکو کو عادت تھی کہ جو اخبار روز پڑھتی ان سب کو احتیاط سے اُٹھا کر رکھ لیتی اور جب کئی دن کے اخبار جمع ہو جاتے تو ان کا ایک بار اروجائزہ لیتی۔اس لئے یقین سے یہ کہنا مشکل ہوتا کہ وہ بیٹھے بٹھائے کتنے پرانے مضمون کا ذکر چھیڑ دے گی۔خبروں پر نو بجے جو تبصرہ آتا تھا اسے بھی چونکہ وہ ہمیشہ بڑے غور سے سنتی تھی اس لئے انتہائی بعید از قیاس موضوعات پر فر فر بولنا شروع کر دیتی تھی۔

''تو گویا کہنا یہ چاہتی ہو کہ فوسا کو طرح طرح سے بال بنایا کرے گی؟''

''وہ بھی عورت ہے نا آخر۔لیکن جتنا ردو بدل ہمارا معمول تھا اتنی تبدیلیاں لانی وہ کیا

جانے۔ہم پرانی وضع کے مطابق بال بناتے تھے نا۔اور کتنا زیادہ مزہ آتا اگر کیکو کو کی طرح وہ بھی خوش شکل ہوتی۔''

''وہ گھر آئی ہوئی تھی تو تم نے اس پر ترس نہ کھایا۔اس کی جان پر بنی ہوئی تھی۔''

''یہ کیوں نہیں کہتے کہ میں تمہارے زیر اثر تھی؟ تمہیں تو بس کیکو کو کی پڑی رہتی ہے۔''

''غلط۔پھر من گھڑت بات کی۔''

''غلط نہیں، صحیح، فوساکو تمہیں کبھی اچھی نہیں لگی۔شوئی چی ہمیشہ تمہارا منظور نظر رہا۔تمہارا مزاج ہی ایسا ہے۔اس نے ایک اور عورت سے تعلقات قائم کر لئے ہیں اور تم ہو کہ اب بھی اسے ٹوک نہیں سکتے۔اور سچ یہ ہے کہ کیکو کو کے ساتھ تمہارا اخلاص حد سے بڑھ گیا ہے۔یہ بے دردی کے مترادف ہے۔وہ اپنے حسد کا ذرا سا بھی اظہار نہیں کر سکتی۔ڈرتی ہے کہ اس کا تم پر جانے کیا اثر ہو۔سچ کہتی ہوں، ان باتوں سے میں یاسیت میں ڈوبی جاتی ہوں۔کاش یہ ٹائی فون ہم سب کو اڑا لے جائے۔''

شنگو چونک پڑا۔''ٹالفیون۔''اس نے بیوی کے مشاہدات میں غیظ وغضب کی بڑھتی ہوئی لہر پر غور کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں، یہ ٹالفیون ہی تو ہے۔اور فوساکو، اس عمر کو پہنچ کر، آج کل کے دور میں، کوشاں ہے کہ اس کے والدین کسی طرح اسے طلاق لے دیں۔یہ بزدلی ہے۔''

''رہنے بھی دو۔لیکن کیا علیحدگی کی کوئی بات چلی ہے؟''

''مجھے جو اپنے آگے دکھائی دے رہا ہے زیادہ اہم وہ ہے۔جب وہ گھر آجائے گی اور تمہیں اس کا اور دونوں بچیوں کا بوجھ اُٹھانا پڑے گا تو تمہارا منہ کپے کی طرح پھولا نظر آئے گا۔''

''تم نے بھی تو بات کرتے وقت دید لحاظ کا کوئی خاص ثبوت نہیں دیا۔''

''اس کی وجہ یہ کہ کیکو کو ہمارا ساتھ رہتی ہے جس سے ابا جی کو اتنا لگاؤ ہے۔لیکن کیکو کو کی بات جانے دو۔مجھے یہ اقرار کرتے ہی بنے گی کہ جو کچھ ہو رہا ہے میں اس پر خوش نہیں۔بعض اوقات کیکو کو کوئی ایسی بات کہتی ہے یا کوئی ایسا کام کرتی کہ میرے ذہن سے بوجھ اتر جاتا ہے لیکن جب فوساکو کچھ کہہ دے تو بوجھ بس بڑھا سمجھو۔جب تک اس کی شادی نہ ہوئی تھی بدمزگی کا یہ عالم نہ تھا۔مجھے بخوبی علم ہے کہ میں اپنی ہی بیٹی اور نواسیوں کا ذکر کر رہی ہوں اور پھر بھی میری یہ سوچ ہے؟ ڈراؤنی سوچ، بات تو یہی ہے۔یہ تمہارا اثر ہے۔''

MashalBooks.org

''میں مذاق کر رہی تھی تم دیکھ نہیں سکتے کہ زبان نکال کے دکھا رہی ہوں۔''

''بڑی بی کی زبان خوب چلتی ہے۔ کمال ہے بھئی۔''

''لیکن مجھے فوسا کو کا حال دیکھ کر رنج ہوتا ہے۔ تمہیں نہیں ہوتا؟''

''اگر چاہو تو اسے بلا لیں۔ یہیں گھر آ کے رہے۔'' پھر جیسے اسے کچھ یاد آ گیا ہو۔ ''بڑا رومال جو فوسا کو ساتھ لائی تھی۔''

''رومال؟''

''رومال.... میرا دیکھا ہوا ہے لیکن یاد نہیں آتا کہاں۔ یہ رومال ہم نے دیا تھا؟''

''بڑا دوسوتی کا رومال؟ بیاہی جانے پر اس میں اپنا آئینہ لپیٹ کر لئے گئی تھی۔ بہت بڑا آئینہ تھا۔''

''گویا وہ والا رومال تھا یہ۔''

''رومال کی پوٹلی مجھے اچھی نہیں لگی۔ فوسا کو چاہتی تو اپنی چیزیں بڑی آسانی سے اس سوٹ کیس میں رکھ کے لے آتی جو نی مون پر ساتھ لے گئی تھی۔

''سوٹ کیس بہت وزنی ہو جاتا۔ ساتھ میں دونوں بچیاں بھی تو تھیں۔ اور میرا خیال ہے کہ اس موقع پر اسے بہت زیادہ فکر بھی نہ تھی کہ کس طرح کا حلیہ بنا رکھا ہے۔''

''لیکن ہمیں تو کیکو کو کا خیال رکھنا ہے۔ وہ رومال ..... جب میری شادی ہوئی تھی تو اس میں کوئی چیز لپیٹ کر لائی تھی۔

''اوہ؟''

''یہ تو اور بھی پرانا ہے۔ باجی کا تھا۔ جب وہ فوت ہوئی تو سسرال والوں نے اس میں ایک بالشتیا درخت باندھ کے گھر بھجوا دیا۔ بڑھیا قسم کا میپل۔''

''اوہ؟'' شنگو نے دوبارہ آہستگی سے کہا۔ اس کے سر میں اس غیر معمولی میپل کی سرخ دہک سما گئی۔

اس کے سسر دیہات میں رہتے تھے جہاں ان کی فضول خرچی کی ایک ہی بڑی مد تھی اور وہ تھی بالشتے درختوں کی کاشت۔ بظاہر میپل ان کی توجہ کا مرکز تھے۔ یاسوکو کی بڑی بہن ان کا ہاتھ بٹاتی تھی۔

بستر پر لیٹے لیٹے، جب طوفان اس کے اردگرد گرج رہا تھا، شنگو نے چشم تصور میں یاسوکو کی

بہن کو ان الماری جیسے خانوں کے درمیان دیکھا جو بالشتے درختوں کے لیے بنائے گئے تھے۔

شاید شادی کے موقع پر باپ نے اسے کوئی بالشتیا درخت دیا ہو۔ شاید اس نے آپ درخت کی فرمائش کی ہو۔ اور جب وہ فوت ہوگئی تو سسرال والوں نے درخت لوٹا دیا کیوں کہ وہ باپ کی نظر میں اہم تھا اور اس لیے بھی کہ ان کے گھر میں کوئی نہ تھا جو درخت کی دیکھ بھال کر سکتا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ باپ خود جا کر اسے لے آیا ہو۔

جس میپل کا خیال اب شنگو کے سر میں سمایا ہوا تھا وہ خاندانی آلٹر پر رکھا رہتا تھا۔

تو پھر فوسا کو کی بہن کیا خزاں میں فوت ہوئی تھی؟ شی نانو میں خزاں جلدی آجاتی تھی۔

لیکن کیا سسرال والوں نے درخت کو فوسا کو کی بہن کی وفات کے فوراً بعد واپس بھجوا دیا ہوگا؟ لالوں لال اور آلٹر کی زینت بنا ہوا، یوں لگا جیسے ہر چیز کو ضرورت سے زیادہ نفاست سے ترتیب دیا گیا ہو۔ کیا پرانے سہانے سمے کی یادیں جو مکھ ہو کر اس کے تخیل کو اکسا رہی تھیں؟ وہ اعتماد سے محروم ہو چکا تھا۔

شنگو کو یاد نہ آسکا کہ اس کی سالی کی برسی کب تھی۔ اس کے باوجود اس نے یاسوکو سے نہ پوچھا۔

وجہ یہ کہ یاسوکو نے ایک دفعہ کہا تھا۔ ''جہاں تک درختوں کا تعلق تھا ابو نے مجھے کبھی ہاتھ بٹانے نہ دیا۔ میں سمجھتی ہوں۔ اس میں میرے مزاج کا کچھ دخل ہوگا لیکن انہیں باجی سے کہیں زیادہ انس تھا۔ میں خود باجی کا سامنا نہ کر سکتی تھی۔ معاملہ محض حسد کا نہ تھا۔ مجھ پر شرمندگی طاری رہتی تھی۔ کوئی کام ایسا نہ تھا جو مجھ سے کہیں بہتر طور پر نہ کرتی ہو۔''

اس طرح کی بات وہ اس وقت کہا کرتی جب اثنائے گفتگو یہ ذکر آجاتا کہ شنگو شوئی چی کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ ایسے موقع پر یاسوکو مزید کہتی۔ ''میرا خیال ہے میں آپ بھی کچھ کچھ فوسا کو جیسی تھی۔''

شنگو یہ سن کر حیران رہ گیا کہ وہ رومال یاسوکو کی بہن کی نشانی تھا۔ اب کی کہ باتوں باتوں میں بہن کا ذکر آ گیا تھا تو اس نے چپ سادھ لی۔

''ہم سو کیوں نہ جائیں'' یاسوکو بولی''۔ وہ سوچیں گے کہ ہم بوڑھے بھی نیند نہ آنے کی وجہ سے تنگ ہیں۔ طوفان آیا ہوا تھا اور کیکو کو سارے وقت ہنستی رہی۔ کبھی ایک ریکارڈ بجاتی کبھی دوسرا۔ مجھے اس پر ترس آرہا ہے۔''

MashalBooks.org

''ان چند الفاظ میں بھی پھیر موجود ہے۔''

''ہمیشہ ہی ہوتا ہے۔''

''یہ تو مجھے کہنا چاہیے تھا۔ اپنا معمول بدل کر میں سویرے سے سونے لیٹ جاتا ہوں۔ دیکھوں مجھ پر کیا بیتتی ہے۔''

شنگو اب تک بالشتیا مبپل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

اور ذہن کے ایک اور حصے میں اس خود سے پوچھا: یوں تو مجھے یاسوکو سے شادی کیے تیس برس سے زیادہ ہو گئے لیکن کیا یاسوکو کی بہن کی چاہت، لڑکپن کے ایک پرانے گھاؤ کی طرح، اب بھی دل میں باقی ہے؟

یاسوکو پہلے سو گئی۔ اس سے کوئی گھنٹے بھر بعد نیند آئی۔ ایک زبردست دھڑاکے نے اسے جگا دیا۔

''کیا ہوا؟''

اس نے کیکوکو کو برآمد میں چلتے سنا۔ وہ اندھیرے میں پھونک پھونک کر قدم رکھ رہی تھی۔

''آپ جاگ رہے ہیں؟ سننے میں آیا ہے درگاہ سے ٹین کی ایک چادر اڑ کر ہماری چھت پر آ گری ہے۔''

3

میکوشی کے چھتر پر پڑی ہوئی ٹین کی چھت پوری کی پوری اڑ گئی تھی۔

درگاہِ کانگران منہ اندھیرے آیا تا کہ شنگو کے گھر کی چھت اور باغ سے سات آٹھ چادریں اُٹھا لے جائے۔

یوکوسوکا ریلوے لائن چل رہی تھی۔ شنگو دفتر چلا گیا۔

''کیا حال رہا؟ نیند آئی؟'' جب ائیکو بتانے لگی کہ ٹرین کی کھڑکی سے دیکھتی آئی ہے کہ طوفان اپنے پیچھے کیا تباہی چھوڑ گیا ہے۔

''میں سمجھتا ہوں کہ آج ہم ناچنے نہیں جا سکیں گے۔'' شنگو نے ایک دو سگریٹ پھونکنے کے بعد کہا۔

ائیکو نے مسکراتے ہوئے نظر اونچی کی۔

MashalBooks.org

''پچھلی مرتبہ جب اگلی صبح اُٹھا تو کولہے اکڑے ہوئے تھے۔ بوڑھا ہو گیا ہوں۔'' وہ شوخ انداز میں مسکرائی۔ مسکراہٹ کی یہ کیفیت آنکھوں سے چھلک کر ناک تک پہنچی۔ ''آپ کے خیال میں اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ کمر پیچھے کو اکڑائے رکھتے ہیں؟''

''کمر پیچھے کو اکڑائے رکھتا ہوں؟ واقعی؟ کیا کولہوں کے اوپر اوپر سے جھکا رہتا ہوں؟''

''آپ کمر پیچھے کو اکڑائے رکھتے ہیں، فاصلہ رکھنے کیلئے۔ جیسے مجھے چھونا شاید قانون کے خلاف ہو۔''

''یہ سچ نہیں ہو سکتا۔''

''اوہ، لیکن سچ ہے۔''

''کیا میں شائستہ نظر آنے کی کوشش کر رہا تھا؟ مجھے کوئی احساس نہیں۔''

''کوئی احساس نہیں؟''

''تم نوجوان لوگ ناچتے وقت ایک دوسرے پر گر پڑتے ہو۔ سراسر بدذوقی ہے یہ۔''

''یہ آپ نے دل دکھانے والی بات کی''۔

پچھلی مرتبہ شنگو سمجھا تھا کہ ائیکو لڑکھڑا سی رہی ہے، شاید ہوش کچھ ٹھکانے نہیں ہیں اور اس کا یہ قیاس خواہ مخواہ کی خوش فہمی پر مبنی تھا۔ قصہ اصل میں کچھ یہ تھا کہ وہ خود، اکڑا اکڑا رہ کر، بے ڈھنگے پن کا ثبوت دیتا رہا تھا۔

''خیر، آؤ ایک بار اور چلتے ہیں۔ اس دفعہ میں آگے کو جھک کر تمہارے گلے کا ہار ہو جاؤں گا۔''

ائیکو نظر جھکا کر ہنسنے لگی۔ ''بصد خوشی۔ لیکن آج رات نہیں۔ ان کپڑوں میں نہیں۔''

ائیکو نے سفید بلاؤز پہننے میں کوئی نئی بات نہ تھی۔ ممکن ہے سفید ربن کی وجہ سے، جو خاصا چوڑا تھا، بلاؤز زیادہ اُجلا نظر آنے لگا ہو۔ جوڑا کس کے باندھ رکھا تھا۔ کہہ سکتے تھے کہ یہ لباس وہ طوفان کی مناسبت سے پہن کر آئی ہے۔

ماتھے پر بالوں کے آغاز ہونے کا خط، تازہ اور صاف، کانوں کے پیچھے قوس بناتا چلا گیا تھا۔ بال، گوری گوری جلد کے مقابلے میں جسے وہ عام طور پر ڈھانپے رہتے تھے بالکل صاف دکھائی دے رہے تھے۔

اس نے نیوی بلیو پتلی اونی سکرٹ پہن رکھی تھی جو قدرے بوسیدہ تھی۔

MashalBooks.org

جب وہ اس طرح کا لباس پہنے ہوتی تو اس کے پستانوں کا چھوٹا پن کوئی معنی نہ رکھتا۔

''شوئی چی نے تمہیں دوبارہ ساتھ چلنے کی دعوت دی؟''

''نہیں۔''

''بڑا افسوس ہے۔ نوجوان تم سے اس لئے کھچا کھچا رہتا ہے کہ تم اس کے ابو کے ساتھ ناچنے جاتی ہو۔''

''مجھے اس سے آپ ہی کہنا پڑے گا کہ ساتھ لے چلو۔''

''تو گویا مجھے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔''

''اگر آپ میرا مذاق اڑانے پر تلے رہے تو آپ کے ساتھ ناچ گھر جانے سے انکار کردوں گی۔''

''میں تمہارا مذاق نہیں اڑا رہا۔ لیکن جب سے تم شوئی چی کی طرف متوجہ ہوئی ہو میں تم سے آنکھ نہیں ملا سکا۔''

ائیکو جواب دینے کے بجائے خاموش رہی۔

''میرا خیال ہے کہ تم شوئی چی کی عورت کو جانتی ہو۔''

اس دفعہ ائیکو کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار ظاہر ہوئے۔

''ناچتی ہے؟''

کوئی جواب نہ ملا۔

''عمر میں بڑی ہے؟''

''عمر میں بڑی؟ شوئی چی کی بیوی سے عمر میں بڑی ہے۔''

''اور خوبصورت ہے؟''

''ہاں، بہت خوبصورت۔'' یہ کہتے ہوئے ائیکو کی زبان لڑکھڑائی لیکن وہ رکی نہیں۔ ''اس کی آواز بھرائی ہوئی ہے۔ نہیں، اتنی بھرائی ہوئی نہیں جتنی، یہ کہہ لیں اونچی نیچی ہے۔ پتی لگتی ہے آواز میں۔ شوئی چی کو اس کی آواز جنسی جذبات سے بہت بھرپور معلوم ہوتی ہے۔''

''اچھا!''

ائیکو بظاہر گفتگو جاری رکھنا چاہتی تھی۔ شنکو مزید کچھ سننے کیلئے آمادہ نہ تھا۔ اسے اپنے آپ پر شرم آئی اور گھن محسوس ہوئی جیسے شوئی چی کی عورت اور خود ائیکو کی اصل فطرت ابھر کر سامنے آنے

MashalBooks.org

کو ہو۔

یہ جو ذکر آیا کہ عورت کی آواز جنسی جذبات کو ابھارتی ہے تو یہ ابتدائی تفصیل سن کر ہی وہ سٹپٹا گیا۔ ظاہر ہے۔ شوئی چی نے تو بدذوقی کا ثبوت دیا تھا لیکن خود ائیکو کے بارے میں کیا کہا جائے ؟

شنگو کے چہرے پر ناخوشی کی کیفیت دیکھ کر ائیکو خاموش ہوگئی۔

اس رات شوئی چی شنگو کے ساتھ گھر لوٹا۔ جھلملیاں بند کرنے کے بعد گھر کے چاروں فرد کان جن چونامی کا بوکی کھیل پر مبنی فلم دیکھنے گئے۔

جب سنیما جانے کیلئے کپڑے بدلتے وقت شوئی چی نے نچلی قمیض اتاری تو شنگو کو اس نے سینے پر اوپر کی طرف اور کندھے پر سرخ نشان نظر آئے۔ کیا یہ نشان طوفان کے دوران کیکو کو نے ثبت کئے تھے؟

فلم کے نمایاں اداکار، کوشی روا اور ازائے مون اور کیکو کو روسب مر چکے تھے۔ شنگو کے احساسات کیکو کو اور شوئی چی کے احساسات سے مختلف تھے۔

''حیران ہو رہی ہوں کہ ہم نے کوشی رودو بین کئی کو کتنی بار دیکھا ہوگا'' یاسو کو کہنے لگی۔

''یاد نہیں۔''

''ہاں، تم ہمیشہ بھول جاتے ہو۔''

قصبہ چاندنی سے جگمگا اُٹھا تھا۔ شنگو نے نظر اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔

چاند تابانی میں گھرا ہوا تھا۔ یا کم از کم عین اس وقت شنگو کو یہی لگا۔

چاند کے اردگرد بادل دیکھ کر اسے وہ شعلے یاد آئے جو کسی تصویر میں اکالا کے پیچھے نظر آرہے ہوں یا پھر لومڑی کی شکل دھارنے والی روح کی کسی تصویر کا خیال آیا۔ بادل گھونگریالے اور پیچ در پیچ تھے۔

لیکن بادل بھی اور چاند بھی یونہی سے سفید تھے۔ شنگو کو محسوس ہوا کہ اس پر خزاں چھا گئی ہے۔

مشرق میں اونچا چاند تقریباً پورا تھا۔ وہ بادلوں کے جگ مگے کی لپیٹ میں تھا بادلوں کے سامنے ماند پڑ گیا تھا۔

جس جگ مگے نے چاند کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اس کے آس پاس دوسرے بادل نہ

تھے۔طوفا نکے بعد ایک ہی رات میں آسمان بالکل کالا پڑ گیا تھا۔

دکانیں بند پڑی تھیں۔رات کے عقت قصبے نے بھی ایک غمگین وضع اپنالی تھی۔فلم دیکھ کر گھر لوٹنے والے خاموش،سنسان سڑکوں پر چلے جارہے تھے۔

''کل رات مجھے نیند نہیں آئی۔آج جلدی لیٹ رہوں گا۔''شنگو کو اپنے اندر ایک جاڑ سرد کپکپی دوڑتی محسوس ہوئی اور انسانی گرماہٹ کی طلب نے بھی اسے گدگدایا۔

اور یہ ایسا تھا جیسے کوئی بحرانی لمحہ آپہنچا ہو،جیسے کوئی فیصلہ خود کو منوانے پر تل گیا ہو۔

MashalBooks.org

چیسنٹ

''گنلگو میں پھر کونپلیں نکل رہی ہیں'' کیکوکو نے کہا۔

''تمہیں اب جا کے خبر ہوئی؟'' شنگو بولا۔ ''میں تو کچھ عرصے سے انہیں دیکھ رہا ہوں۔''

''مگر، ابا جی، آپ اس کی طرف منہ کر کے جو بیٹھتے ہیں۔''

کیکوکو پیچھے مڑ کر گنلگو کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ یوں بیٹھی تھی کہ شنگو کو اس کا نیم رخ نظر آ رہا تھا۔

وقت گزرنے کے ساتھ کھانے کی میز پر چاروں کی جگہیں متعین ہو چکی تھیں۔ شنگو کا منہ مشرق کی طرف ہوتا۔ اس کے بائیں یاسوکو بیٹھتی، رخ جنوب کو۔ شنگو کے دائیں ہاتھ پر شوئی چی، رخ شمال کی جانب۔ کیکوکو، جس کا منہ مغرب کی طرف ہوتا۔ شنگو کے آمنے سامنے بیٹھتی۔

باغ چونکہ مشرق اور جنوب کی طرف تھا اس لئے، کہہ لیجئے، کہ بہتر نشستیں معمر افراد نے سنبھال رکھی تھیں۔ اور خواتین ایسی جگہوں پر بیٹھتی تھیں جہاں سے انہیں کھانا لانے، پیش کرنے اور اُٹھا لے جانے میں سہولت ہو۔

کھانا کھانے کے علاوہ بھی جب وہ وہاں بیٹھتے تو نشستوں کی ترتیب یہی رہتی۔

سو یہی سبب تھا کہ گنگلگو کی طرف کیکوکو کی ہمیشہ پیٹھ ہوتی۔

اس کے باوجود شنگو خلجان میں پڑ گیا۔ اس بات سے ایک طرح کا خالی پن ظاہر ہوتا تھا کہ

کیکوکو بڑے پیڑ پر بے رت کی کونپلوں کو دیکھ نہ پائی تھی۔

''لیکن کونپلوں پر تمہاری نظر اس وقت تو جانی چاہیے تھی جب تم جھلملیاں کھولتی ہو یا باہر جا کر برآمدے کی صفائی کرتی ہو۔'' وہ بولا۔

''میرا خیال ہے آپ درست فرما رہے ہیں۔''

''بے شک درست کہہ رہا ہوں۔ اور جب تم گیٹ سے اندر آتی ہو تو درخت تمہارے سامنے ہوتا ہے۔ اس پر نظر پڑے ہی پڑے، خواہ تم دیکھنا چاہو خواہ دیکھنا نہ چاہو۔ کیا تمہارے ذہن پر تفکرات کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ گھر آتے وقت نظر زمین پر جمی رہتی ہے؟''

''اس طرح تو بات بنتی نظر نہیں آتی'' کیکوکو نے کندھے اسی موہ لینے والے انداز میں ہلکے سے اچکائے۔ ''آئندے سے بہت احتیاط برتوں گی تاکہ آپ جو بھی کریں وہ میری نظر میں ہو اور میں آپ کی پیروی کیے جاؤں۔''

شنگو کو اس جملے میں اداسی کی جھلک دکھائی دی۔ ''بات یوں بھی کہاں بنے گی۔'' زندگی بھر کسی عورت نے اسے اتنا پیار کب کیا تھا جو چاہا ہو کہ وہ جو بھی کرے شنگو کی نظر میں رہے۔

کیکوکو گنلکو کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ ''اور پہاڑ پہ بعض درختوں میں نئے پتے آ رہے ہیں۔''

''آ تو رہے ہیں۔ خدا جانے ان کے پتے کیا طوفان کی نذر ہو گئے۔''

شنگو کے باغ سے نظر آنے والے پہاڑ کے بیچ میں درگاہ کا احاطہ حائل تھا۔ ایک ہموار پھیلاؤ جو تھوڑی سی بلندی پر تھا۔ گنلکو کا درخت وہاں تھا جہاں پہنچ کر باغ ختم ہوتا تھا لیکن گھر کے ناشتے کے کمرے سے یوں لگتا تھا جیسے زیادہ اونچائی پر کھڑا ہو۔

طوفان کی رات میں اس کے سارے پتے نچ کھچ گئے تھے۔

گنلکو اور چیری، یہی دو درخت تھے جنہیں ہوا نے کھسوٹ کے ننگا کر دیا تھا۔ گھر کے آس پاس کھڑے درختوں میں چونکہ یہی دونوں زیادہ بڑے تھے شاید اسی لئے طوفان کا خوب نشانہ بنے۔ یا کہیں وجہ یہ تو نہیں تھی کہ ان کے پتے خاص طور پر نازک تھے اور ذرا سا جھٹکا نہ سہ سکے؟

طوفان کے بعد چیری پر چند ایک پتے سرنگوں حالت میں نظر آئے تھے۔

لیکن اب درخت نے انہیں بھی گرا دیا تھا اور بالکل ننگا کھڑا تھا۔

پہاڑ پر لگے بانسوں کی پتیاں مرجھا گئی تھیں، شاید اس لئے کہ سمندر نزدیک تھا اور ہوا اپنے

ساتھ کھاری بوچھاڑ لاتی رہی تھی۔ بانسوں کے چٹ سے ٹوٹ جانے والے ڈنٹھل ہوا کے زور سے اڑ کر باغ میں آ گرے تھے۔

بڑے گنلکو میں ازسرنو کونپلیں پھوٹ رہی تھیں۔

جب بڑی سڑک سے شنگو اپنی گلی میں مڑتا تو درخت سامنے ہوتا اور ہر روز گھر آتے ہوئے وہ اس پر نظر ڈالتا۔ ناشتے کے کمرے سے بھی اسے دیکھتا رہتا۔

''گنلکو میں ایک طرح کا کس بل ہے جس سے چیری محروم ہے'' وہ کہنے لگا۔'' میں سوچتا رہا ہوں کہ زیادہ عمر پانے والے باقیوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس جیسے پرانے درخت کو خزاں کے موسم میں کونپلیں لانے کیلئے اچھی خاصی توانائی صرف کرنی پڑتی ہوگی۔''

''لیکن جانے کیا ہے جو یہ کونپلیں اداس اداس معلوم ہوتی ہیں۔''

''مجھے تو یہ حیرانی ہے کہ کیا یہ موسم بہار میں نکلنے والی پتیوں جتنی بڑی ہو جائیں گی۔ مگر یہ بڑھنے کا نام نہیں لے رہیں۔''

چھوٹی چھوٹی ہونے کے علاوہ کونپلیں تھیں بھی بکھری ہوئی، اتنی تھوڑی کہ ٹہنیوں کو ڈھانپ نہ سکتی تھیں۔ دیکھنے میں بہت مہین، رنگ پھیکا زردی مائل، آدھا پوٹا سا ہرا۔

یوں لگتا تھا خزاں کی دھوپ ایسے گنکو پر پڑ رہی ہے جو، کچھ بھی سہی تھا تو ننگ دھڑنگ۔

درگاہ کے احاطے والے درخت بیشتر سدا بہار تھے۔ لگتا تھا کہ وہ آندھی بارش کا استقامت سے مقابلہ کر سکتے ہیں اور انہیں طوفان سے ذرا بھی گزند نہ پہنچا تھا۔ گھنے سدا بہار درختوں کے اوپر نئی کونپلوں کی ہلکی سبز تہ تھی۔ کیکو کو کی نظر ان پر ابھی ابھی پڑی تھی۔

یاسوکو پچھلے گیٹ سے اندر آئی۔ شنگو نے پانی بہنے کی آواز سنی۔ یاسوکو نے کچھ کہا لیکن پانی کے شور کی وجہ سے اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہا ہے۔

''کیا کہہ رہی ہو؟'' اس نے پکار کر پوچھا۔

کیکو کو اس کی مدد کو آ پہنچی۔'' وہ کہہ رہی ہیں کہ تپتا جھاڑی پر خوب بہار آئی ہوئی ہے۔''

''اوہ؟''

کیکو کو نے ایک اور پیغام پہنچایا۔

''اور وہ کہتی ہیں کہ پمپاس گھاس میں طرے آ گئے ہیں۔''

''اوہ''؟

یاسو کو کچھ اور بھی کہنا چاہ رہی تھی۔

''ارے چپ بھی رہو۔ تمہاری آواز مجھ تک نہیں آ رہی۔''

''ترجمانی کے فرائض انجام دے کر مجھے خوشی ہوگی۔'' کیکو کو نے، جسے ہنسی آیا چاہتی تھی، آنکھیں جھکا لیں۔

''ترجمانی؟ ایک بڑھیا اپنے آپ سے باتیں کئے جا رہی ہے، اور کیا ہے۔''

''وہ کہتی ہیں رات خواب میں دیکھا کہ شی نانو والا مکان کھنڈر ہو چلا ہے۔''

''اوہ؟''

''اس بارے میں آپ کیا کہنا چاہیں گے؟''

''کہہ تو دیا: اوہ۔ اس کے سوا کچھ نہیں کہنا۔''

پانی گرنے کا شور تھم گیا۔ یاسو کو نے کیکو کو کو آواز دی۔

''کیکو کو، بھئی انہیں پانی میں رکھ دو۔ اتنے بھلے معلوم ہوئے کہ میں چند ایک توڑنے سے باز نہ رہ سکی۔ لیکن تم، بھئی، ان کا خیال رکھو۔''

''پہلے میں ابا جی کو تو دکھا دوں۔''

وہ کولی بھر تپتپا جھاڑی اور پمپاس گھاس اُٹھائے اندر آئی۔

یاسو کو بظاہر ہاتھ دھو چکی تھی۔ پھر وہ ایک شگار کی گلدان گیلا کر کے اندر لائی۔

''ساتھ والے گھر میں لگے امر پھول کا رنگ بھی بہت پیارا ہے'' اس نے بیٹھتے بیٹھتے کہا۔

''سورج مکھی کے پھولوں والے گھر کے پاس بھی امر پھول لگا ہوا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے شنگو کو یاد آیا کہ ان انوکھے سورج مکھی کے پھولوں کا طوفان نے پیڑا کر دیا ہے۔

پھول سڑک پر گرے پڑے تھے۔ ساتھ میں ان کے کوئی چھ انچ لمبے ٹوٹے ہوئے ڈنٹھل بھی۔ وہ کٹے ہوئے انسانی سروں کی طرح کئی دن وہاں پڑے رہے۔

پہلے پنکھڑیاں مرجھائیں، پھر ڈنٹھل سوکھے اور میلے اور خاکستری رنگ کے ہو گئے۔

شنگو کو دفتر جاتے اور گھر آتے ہوئے ان پر سے گزرنا پڑتا تھا۔ اس کا دل نہیں چاہتا تھا کہ انہیں دیکھئے۔

ڈنٹھلوں کے پتوں سے خالی نچلے حصے گیٹ کے پاس کھڑے تھے۔

ان کے پہلو میں امر پھول کی پانچ چھ ڈنڈیوں میں رنگ آ چلا تھا۔

MashalBooks.org

''لیکن جیسے امر پھول ساتھ والے گھر میں ہیں ویسے یہاں اڑوس پڑوس میں کہیں بھی نہیں ۔'' یاسوکو نے کہا۔

2

یاسوکو نے خواب میں اپنا آبائی گھر دیکھا تھا۔

اس کے والدین کے فوت ہونے کے بعد وہ گھر کئی سال سے غیر آباد پڑا تھا۔

باپ کی نیت بظاہر یہ تھی کہ خاندانی نام یاسوکو کے حوالے سے باقی رہے۔ یہی سوچ کر اس نے بڑی بیٹی بیاہ دی تھی۔ کرنا اس کا الٹ چاہیے تھا کیونکہ بڑی بیٹی اسے زیادہ پیاری تھی لیکن یہ دیکھ کر کہ اتنے بہت سے مرد یاسوکو کی حسین بہن سے شادی کے اُمیدوار ہیں اسے غالباً یاسوکو پر ترس آنے لگا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ جب بڑی بہن کے انتقال کے بعد یاسوکو بظاہر بہن کی جگہ لینے کا ارادہ کر کے اسی گھر بار کا دھندا سنبھالنے چلی گئی جس میں بہن بیاہی گئی تھی تو باپ یاسوکو کی طرف سے مایوس ہو گیا۔ شاید اسے کسی طرح کا احساس جرم ستا رہا ہو کہ والدین اور گھر والوں کے دباؤ کی وجہ سے یاسوکو ایسا کرنے پر راغب ہوئی۔

یاسوکو کی شنگو سے شادی پر بظاہر اسے خوشی ہوئی۔

اس نے طے کر لیا کہ باقی ماندہ زندگی کسی وارث کے بغیر گزار دے گا۔

یاسوکو کو بیاہتے وقت باپ کی جتنی عمر تھی شنگو اب اس سے زیادہ سال کا ہو چکا تھا۔

پہلے یاسوکو کی ماں کا انتقال ہوا وار جب باپ فوت ہوا تو ساری زمینیں فروخت کر دی گئیں۔ صرف مکان اور تھوڑا سا جنگل بچا۔ ایسی جدی پشتی چیزیں گھر میں سرے سے نہ تھیں جن کی کوئی اہمیت ہوتی۔

بچی کھچی جائیداد یاسوکو کے نام تھی لیکن اس کی دیکھ بھال کی ذمے داری دیہات میں مقیم ایک رشتے دار کو سونپ دی گئی تھی۔ جنگل غالباً ٹیکسوں کی ادائیگی کے سلسلے میں کٹ کر برابر ہوا۔ بہت سال پہلے کہیں یاسوکو کو آخری بار دیہی املاک سے متعلق آمدنی یا اخراجات سے واسطہ پڑا تھا۔

جنگ کے دنوں میں، جب دیہی علاقوں میں ہر طرف پناہ گزین ہی پناہ گزین نظر آتے

تھے، ایک بار کوئی خریدار سامنے آیا تھا۔ لگتا تھا خرید لے گا، لیکن یاسو کو اپنے گھر کو اتنی پیار بھری حسرت سے یاد کرتی رہتی تھی کہ شنگو نے گھر بیچ ڈالنے پر اصرار نہیں کیا۔

ان کی شادی اسی گھر میں ہوئی تھی۔ اور اولاد میں یہی ایک بیٹی باقی تھی۔ اس لئے اسے بیاہتے وقت باپ نے تقاضا کیا کہ شادی کہ رسم میکے میں ادا کی جائے۔

جب شادی کے موقع پر میاں بیوی رسماً آپس میں جام ادل بدل رہے تھے تو درخت سے ایک چیسنٹ گرا۔ باغ میں ایک بڑے پتھر سے ٹکرایا۔ جس زاوئے سے ٹکرایا تھا اس کی وجہ سے دوبارہ اچھل کر بڑی دور تک لڑھکتا ہوا ایک چشمے میں جا گرا۔ ٹکرا کر وہ اتنا اچھلا کہ شنگو حیرت زدہ ہو کر بلند آواز سے اس غیر معمولی اچٹاؤ کی طرف توجہ دلاتے دلاتے رہ گیا۔ اس نے کمرے میں ادھر ادھر دیکھا۔

بظاہر اور کسی نے چیسنٹ کے گرنے اور اچھلنے پر توجہ نہ دی تھی۔

اگلے دن شنگو اس کی تلاش میں نکلا۔ چشمے کے کنارے اسے کئی چیسنٹ پڑے ملے۔ یقین سے کیسے کہتا کہ رسم کے دوران جس چیسنٹ کو گرتے دیکھا تو وہ مل گیا ہے۔ پھر بھی ان میں سے ایک اس نے یہ سوچ کر اُٹھالیا کہ یاسو کو سے اس کا ذکر کرے گا۔

لیکن پھر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ بچوں جیسی حرکت ہوگی۔ اور کیا یاسو کو، یا دوسرے لوگ جن سے شاید وہ اس بارے میں بات کرے، اس کیا و پر یقین کریں گے؟

اس نے چیسنٹ کو لب جو گھاس کے ایک جھنڈ میں پھینک دیا۔

یاسو کو اس کے کہے پر یقین نہ کرے گی، اس کا شنگو کو کوئی اتنا ڈر نہیں تھا۔ زیادہ شرم اپنے ہم زلف سے آتی تھی۔ اس شرماہٹ کے مارے اس سے بولا نہ گیا تھا۔

اگر ہم زلف موجود نہ ہوتا تو شنگو شاید ایک روز پہلے ہونے والی تقریب کے دوران ہی چیسنٹ گرنے کا ذکر کر بیٹھتا۔ ہم زلف کی موجودگی میں اس نے خود کو بندھا بندھا محسوس کیا اور بندش کا یہ احساس حجالت سے بہت ملتا تھا۔

شنگو کے دل میں چور سا تھا کہ شادی ہونے کے بعد بھی وہ یاسو کو کی بہن کی طرف مائل رہا تھا۔ ادھر بیوی کی موت اور یاسو کو کی شادی کی وجہ سے ہم زلف کو پریشانی لاحق تھی۔

یاسو کو لازمی طور پر دل میں اور بھی زیادہ شرمسار ہوگی۔ یوں کہہ لیجئے کہ رنڈوا بہنوئی جھوٹ موٹ یہ ظاہر کرتا رہا کہ اسے یاسو کو کے جذبات کا کوئی علم نہیں۔ یاسو کو سے اس طرح کام لیتا رہا

جیسے ملازمہ کا کوئی بدل بیٹھے بٹھائے ہاتھ آ گیا ہو۔

رشتے دار ہونے کے ناتے اسے، معمول کے مطابق، یاسو کو کی شادی پر مدعو کیا گیا تھا۔ پھر بھی اس کی موجودگی بہت ہی تکلیف دہ ثابت ہوئی۔ شنگو کو تو اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنا بھی دو بھر ہو گیا۔

ہم زلف خوش شکل آدمی تھا۔ اس کے سامنے دلہن بالکل ماند پڑ گئی تھی۔ شنگو کو لگا جیسے کمرے میں، جدھر وہ بیٹھا تھا وہاں عجیب سی تابانی پھیلی ہوئی ہے۔

یاسو کو کی نظر میں بڑی بہن اور بہنوئی دونوں خوابوں کی کسی دُنیا کے باشندے تھے۔ اس سے شادی کر کے شنگو نے بھی خود کو اسی نچلی سطح پر لا کھڑا کیا جو یاسو کو کا مقدر بن چکی تھی۔

اسے محسوس ہوا جیسے ہم زلف کہیں بلندی پر اس سرد مہری کے ساتھ شادی کی تقریب کو دیکھ رہا ہے۔

کتنی معمولی سی بات تھی کہ وہ یاسو کو سے چیسنٹ گرنے کا ذکر نہ کر پایا۔ لیکن اسی ذرا سی ناکامی سے پیدا ہونے والا خلا شاید ازدواجی زندگی سے کبھی جدا نہ ہو سکا۔

جب فوسا کو پیدا ہوئی تو شنگو نے دل ہی دل میں اُمید باندھی کہ شاید وہ بھی اپنی خالہ کی طرح حسن کا پیکر ہو۔ اپنی امید کو وہ بیوی کے سامنے زبان پر نہ لا سکا۔ لیکن فوسا کو اپنی ماں سے بھی کم رو ثابت ہوئی۔

شنگو اس بات کو یوں کہتا: بڑی بہن کا خون چھوٹی کے رگ و پے میں دوڑنے میں ناکام رہا۔ یاسو کو نے اس کی اُمیدوں پر پانی پھیر دیا۔

یاسو کو نے خواب میں جب دیہات والے مکان کو دیکھا تو اس کے تین چار دن بعد ایک رشتے دار کا تار ملا کہ فوسا کو دونوں بچیوں کو لے کر وہاں پہنچ گئی ہے۔

کیکو کو نے دستخط کر کے تار وصول کیا اور یاسو کو کے حوالے کر دیا۔ یاسو کو شنگو کے دفتر سے آنے کا انتظار کرتی رہی۔

''اس خواب میں کوئی شئے کیا مجھے خبردار کر رہی تھی؟'' شنگو کو تار پڑھتے ہوئے دیکھتے وقت یاسو کو کمال پرسکون تھی۔

''واپس دیہات جا پہنچی، کیوں جی؟''

تو گویا وہ خودکشی نہیں کرے گی ..... یہ پہلا خیال تھا جو شنگو کو آیا۔

MashalBooks.org

''لیکن وہ یہاں کیوں نہ چلی آئی؟''

''شاید سوچتی ہو کہ ائی ہارا کو پتا چل گیا تو پیچھا کرے گا۔''

''ائی ہارا کی طرف سے کچھ آیا؟''

''نہیں۔''

''تو پھر، میرا خیال ہے، معاملہ ختم سمجھو، فوسا کو بچیوں کو لے کے نکل گئی اور میاں کی طرف سے کوئی اطلاع تک نہیں۔''

''لیکن پچھلی دفعہ وہ گھر آ گئی تھی اور شاید اس بار بھی ائی ہارا کو یہی بتا کے آئی ہو کہ تھوڑے دن کے لیے پھر گھر جا رہی ہوں۔ ائی ہارا کے لیے منہ دکھانا آسان نہ ہوگا۔''

''جو جی چاہے کہتی رہو۔ قصہ ختم ہو گیا۔''

''تعجب اس پہ آتا ہے کہ گاؤں چلی گئی۔ کیا حوصلہ ہے۔''

''آنا تھا تو یہیں آ جاتی۔ فرق کیا پڑتا۔''

''فرق کیا پڑتا..... لہجے میں ذرا سی بھی گرم جوشی نہیں۔ ہمیں اس پر ترس آنا چاہیے کہ ہم والدین، وہ ہماری بچی اور نوبت یہ آ گئی ہے۔ مجھے بہت دکھ ہوتا رہا ہے۔''

تیوری چڑھا کہ شنگو نے ٹائی اتارنے کیلئے ٹھوڑی بلند کی۔

''میرا کمونو کہاں ہے؟''

کیکو کو ایک کمونو لے آئی اور اس کا سوٹ اُٹھا کر چپ چاپ چلی گئی۔

جتنی دیر شنگو نے کپڑے بدلے یاسو کو سر جھکا بیٹھی رہی۔

''والدین پر فرض ہے کیا کہ اولاد کی شادی کا ہمیشہ کیلئے ذمہ لیں؟''

''تم عورتوں کو کیا سمجھو۔ عورتیں اداس ہوں تو بات کچھ کی کچھ ہو جاتی ہے۔''

''اور کیا تمہارے خیال میں کوئی عورت ہر دوسری عورت کے بارے میں ہر بات سمجھ سکتی ہے؟''

''شوئی چی آج رات پھر کہیں چلتا بنا۔ تم دونوں ساتھ ساتھ گھر کیوں نہیں آ سکتے؟ اکیلے گھر چلے آتے ہو اور یہاں پہ کیکو کو تمہارے کپڑے لانے لے جانے پڑتے ہیں۔ یہ ٹھیک لگتا ہے؟''

شنگو نے کوئی جواب نہ دیا۔

MashalBooks.org

''شوئی چی سے فوسا کو کے بارے میں بات نہ کرنی چاہیے؟''

''ہم کہیں اس سے کہ گاؤں چلا جائے؟ غالباً اسے ہی بھیجنا پڑے گا کہ جا کے فوسا کو کو لے آئے۔

''فوسا کو شاید پسند نہ کرے کہ شوئی چی اسے لینے آیا ہے۔ وہ فوسا کو کو بے وقوف بنانے سے کبھی باز نہیں آتا۔

''اس وقت یہ ذکر چھیڑنے کی کوئی تک نہیں۔ سنیچر کو اسے چلتا کر دیں گے۔''

''اتنا ضرور کہوں گی کہ باقی خاندان کے سامنے ہم نے اپنا بھرم قائم رکھا ہے۔

ہم یہاں اس طرح جم کے بیٹھے ہوئے ہیں جیسے چاہتے ہی نہ ہوں کہ ان سے کبھی ذرا سا واسطہ بھی پڑے۔ عجیب بات یہ کہ فوسا کو کیلئے وہ کوئی معنی نہیں رکھتے اور پھر بھی بھاگ کر کہیں جانے کا خیال آیا تو انہیں کو چنا۔''

''وہاں کون اس کا خبر گیر ہے؟''

''شاید پرانے گھر میں بسنے کی ٹھانی ہو۔ میری خالہ کے پاس تو سدا کیا رہے گی۔''

یاسوکو کی خالہ اسی نوے کے پیٹے میں ہوگی۔ یاسوکو نے خالہ سے یا اس کے بیٹے سے، جواب خاندان کا سر دھرا تھا، بہت کم سروکار رکھا تھا۔ شنگو کو تو یہ بھی یاد نہ آتا تھا کہ وہ کل کتنے بہن بھائی تھے۔

اس خیال سے بڑی وحشت ہو رہی تھی کہ فوسا کو بھاگ کر اس گھر میں جا اتری ہے جو خواب میں کھنڈر بنا دکھائی دیا تھا۔

3

ہفتے کی صبح شنگو اور شوئی چی ساتھ ساتھ گھر سے نکلے۔ شوئی چی کی ٹرین کی روانگی میں ابھی کچھ دیر تھی۔

شوئی چی دفتر میں شنگو کے پاس آیا۔ ''یہ تمہارے پاس چھوڑے جاتا ہوں۔'' اس نے اپنی چھتری ائیکو کو تھماتے ہوئے کہا۔

ائیکو نے چونک کر مستفسرانہ انداز میں سر اُٹھایا۔ ''کسی کاروباری دورے پر جا رہے ہو؟''

''ہاں۔''

MashalBooks.org

اپنا بیگ نیچے رکھ کر شوئی چی شنگو کے ڈیسک کے پاس ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ ائیکو کی نگاہیں اس کا پیچھا کرتی رہیں۔ ''اپنا خیال رکھنا۔ غالباً ٹھنڈ ہوگی۔''

''ارے ہاں'' شوئی چی نے شنگو سے کہا، اگرچہ دیکھا ائیکو کی طرف رہا تھا۔

''سوچا یہ تھا کہ آج شام اس نوجوان خاتون کے ساتھ ناچنے جاؤں گا۔''

''اوہ؟''

''باباجی سے کہو تمہیں لے جائیں۔''

ائیکو کا منہ لال ہوگیا۔

شنگو کی طبیعت مائل نہ ہوئی کہ اس بارے میں کوئی رائے زنی کی جائے۔

ائیکو نے بیگ اس طرح اُٹھالیا جیسے شوئی چی کو دروازے تک چھوڑنے جارہی ہو۔

''پلیز۔ کسی خاتون کو یہ زیب نہیں دیتا۔'' اس نے بیگ چھینا اور دروازے سے نکل کر نظر سے اوجھل ہوگیا۔

ائیکو بے نمایاں انداز میں دروازے کی طرف ذرا سی بڑھی اور پھر مغموم ہوکر اپنے ڈیسک پر لوٹ آئی۔ شنگو سمجھ نہ سکا کہ یہ حرکت ہڑبڑاہٹ کی غماز تھی یا سوچ سمجھ کر کی گئی تھی۔ لیکن اس سے کچھ کچھ نسائیت جھلکتی تھی جو شنگو کو بھلی معلوم ہوئی۔

''تم سے وعدہ کر کے ایسا کیا۔ شرمناک حرکت ہے۔''

''ان دنوں میں اس کے وعدوں پر زیادہ تکیہ نہیں کرتی۔''

''اس کی جگہ میں چلوں؟''

''اگر آپ کا جی چاہے۔''

''کوئی الجھن والی بات ہے؟''

''کیا شوئی چی کی عورت ناچ گھر آتی ہے؟''

''نہیں!''

ائیکو کی زبانی شنگو کو پتا چلا تھا کہ عورت کو بھرائی ہوئی آواز جنسی جذبات کو بھڑکا دینے والی تھی۔ شنگو نے مزید تفصیلات دریافت نہ کی تھیں۔

غالباً اس بات میں کوئی انوکھا پن نہ تھا کہ عورت سے اس کی سیکرٹری تو واقف تھی اور اس کے اپنے گھر والے ناآشنا۔ لیکن اس حقیقت کو قبول کرنا اس پر گراں گزرا۔

MashalBooks.org

اس وقت کہ ائیکو سامنے موجود تھی اس حقیقت کو تسلیم کرنا خاص طور پر گراں گزرا۔

یہ تو معلوم تھا کہ ائیکو کی کوئی حیثیت یہیں اور اس کے باوجود ان مواقع پر وہ بوجھل انداز میں روبرو منڈلاتی معلوم ہوتی تھی، جیسے خود زندگی کا پردہ سامنے تنا ہو۔ اسے پتا نہ چلتا تھا کہ ائیکو کا ذہن کن خیالات کی آماج گاہ بنا ہوا ہے۔

''کیا تمہاری ملاقات اس وقت ہوئی جب شوئی چی ناچ پر تمہیں ساتھ لے گیا؟''

شنگو نے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھا۔

''ہاں۔''

''متعدد بار؟''

''نہیں۔''

''تعارف شوئی چی نے کرایا۔''

''اصل میں اسے تعارف نہیں کہنا چاہیے۔''

''میں نہیں سمجھا۔ وہ تمہیں اس سے ملانے لے گیا۔ اسے جلانا چاہتا تھا۔''

''مجھ سے کوئی کیا جلے گا۔'' ائیکو نے کندھے بالکل آہستہ سے اچکائے۔

شنگو کو نظر آ رہا تھا کہ وہ شوئی چی پر مائل ہے اور یہ کہ حسد بھی کرتی ہے۔

''تو پھر ایسی بن جاؤ کہ دوسرے جلنے لگیں۔''

''سچ مچ!'' اس نے نظر جھکالی اور ہنس پڑی۔ ''کوئی اور بھی ساتھ تھا''

''کیا؟ ساتھ میں کوئی مرد تھا؟''

''مرد نہیں۔ عورت تھی۔''

''میں تو پریشان ہو گیا تھا۔''

''پریشان؟'' ائیکو نے اس کی طرف دیکھا۔ ''جس عورت کے ساتھ رہتی ہے وہ تھی۔''

''اُنہوں نے مل کر کمرا لے رکھا ہے؟''

''مکان ہے۔ ہے تو چھوٹا سا لیکن بہت عمدہ۔''

''تمہارا مطلب ہے تم اس کے گھر جا چکی ہو؟''

''ہاں'' ائیکو نے اس طرح جواب دیا کہ آدھا لفظ منہ میں اٹکا رہ گیا۔

شنگو ایک مرتبہ پھر حیران ہوا۔ ''مکان ہے کہاں؟'' اس نے ذرا دفعتاً پوچھا۔ ''میں آپ کو

نہیں بتاؤں گی'' ائیکو نے دھیرے سے کہا۔اس کے چہرے پر ایک سایہ لہرایا۔

شنگو خاموش ہو گیا۔

''ہونگو میں، یونیورسٹی کے نزدیک۔''

''اوہ؟''

ائیکو نے بات جاری رکھی جیسے اس پر سے دباؤ ہٹ گیا ہو۔''ایک تنگ اندھیری گلی میں آگے جا کے ہے لیکن خود مکان عمدہ ہے۔اور دوسری خاتون خوبصورت ہے۔ مجھے بہت پسند ہے۔''

''تمہارا مطلب اس عورت سے جو شوئی چی کی نہیں؟''

''ہاں۔بہت ہی مزے کی عورت ہے۔''

''اوہ؟؟اور وہ کرتی کیا ہیں؟ کیا دونوں چھڑی ہیں؟''

''ہاں .....مجھے معلوم نہیں، دراصل۔''

''وہ عورتیں ساتھ رہ رہی ہیں۔''

ائیکو نے سر ہلایا۔''اس سے زیادہ خوش مزاج عورت میں نے کبھی دیکھی ہی نہیں۔ جی چاہتا ہے روز اس سے ملا کروں۔'' ائیکو کے انداز میں ایک طرح کا لجیلا پن تھا۔بات یوں کر رہی تھی جیسے اس عورت کی خوش مزاجی کی بدولت خود اسے اپنے آپ میں کسی بات سے معافی مل گئی ہو۔

یہ سب بہت عجیب وغریب ہے، شنگو نے سوچا۔

یہ خیال اسے ضرور آیا کہ دوسری عورت کی تعریف کر کے وہ شاید بالواسطہ طور پر شوئی چی کی عورت کو برا بھلا کہہ رہی ہو۔لیکن یہ انداز لگانے میں شنگو کو دشواری ہوئی کہ ائیکو کا اصل مقصد کیا ہے۔

ائیکو نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔''مطلع صاف ہو چلا۔''

''کھڑکی ذرا سی کھول دو تو کیسا رہے۔''

''چھتری یہاں چھوڑ جانے پر مجھے ذرا پریشانی ہوئی تھی۔ یہ خوب ہوا کہ سفر کے دوران موسم اچھا رہے گا۔''

وہ کچھ دیر ایک ہاتھ کھلی کھڑکی پر رکھے کھڑی رہی۔سکرٹ ایک طرف سے کھینچ کر اونچی

نیچی ہوگئی تھی۔ کھڑے ہونے کا انداز کہے دیتا تھا کہ ذہن پر الجھن سوار ہے۔

وہ سر جھکائے اپنے ڈیسک پر چلی گئی۔

ایک لڑکا تین چار خط لے کر آیا۔ ائیکو نے خط شنگو کے ڈیسک پر رکھ دئے۔

''ایک اور جنازہ۔'' شنگو بڑبڑایا۔ ''بہت زیادہ ہی ہوگئے۔ اس دفعہ تو ری یاما؟ خدا جانے اس کی بیوی کا کیا بنا۔''

شنگو کے اس طرح اپنے آپ سے باتیں کرنے کی ائیکو عادی ہوچکی تھی۔ اس لئے بیٹھی بس اس کی طرف دیکھتی رہی۔

''آج رات ناچ پہ نہیں جاسکتا۔ جنازہ جو ہے۔'' شنگو ذرا سا منہ کھولے خالی خالی نظروں سے سامنے دیکھ رہا تھا۔ ''اس کے ساتھ ظلم ہوا۔ بیوی نے سن یاس سے سابقہ پڑنے کے دوران اس پر سچ مچ بڑے ستم ڈھائے۔ اس کیلئے کھانا بنانا چھوڑ دیا۔ یہ حقیقت ہے، کھانا بنانا ہی چھوڑ دیا۔ گھر پر ناشتہ تو وہ کسی نہ کسی طرح کر لیتا لیکن کیا مجال جو بیوی کبھی اس کیلئے کھانا پکا دے۔ بچوں کیلئے کھانا بنتا اور بیوی کی آنکھ بچا کر اس میں سے کسی وقت وہ بھی ذرا سا چکھ لیتا۔ بیوی سے اس قدر خوف زدہ تھا کہ شام کو گھر کا رخ نہ کرتا۔ رات کو ادھر ادھر مارا مارا پھرتا، کوئی فلم یا وائٹی شو دیکھ لیتا یا کہیں نکل جاتا اور جب تک سب اہل خانہ پڑ کے مزے سے سو نہ جاتے گھر میں قدم نہ دھرتا۔ بچے سب ماں سے ملے ہوئے تھے اور ماں سے مل کر اسے ستاتے رہتے تھے۔

''بھلا وہ کس لئے؟''

''یہی کچھ ہوتا رہا۔ سن یاس ڈراؤنی چیز ہے۔''

ائیکو بظاہر سمجھی کہ اس کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ ''کہیں میاں کا اپنا قصور ہی نہ ہو؟''

''وہ حکومت میں اہم عہدے پر فائز تھا اور بعد میں ایک پرائیویٹ فرم سے وابستہ ہوگیا۔ جنازے کیلئے لواحقین نے مندر کرائے پر لیا ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے اس نے ٹھیک ٹھاک مال بنایا۔ جب وہ سرکاری ملازم تھا تو اسے کوئی بھی بری عادت نہ تھی۔''

''یہ سمجھا جائے کہ اُنہوں نے بیوی بچوں کا خیال رکھا؟''

''فطری بات ہے۔''

''اس معاملے کہ تہ تک پہنچنا آسان نہیں۔''

''نہیں، میں بھی اسے آسان نہیں سمجھتا۔ لیکن پچاس سال سے اوپر اور ستر سال سے کم کے

بہتیرے اچھے بھلے شرفاء موجود ہیں جو راتوں کو محض اس لئے مارے مارے پھرتے رہتے ہیں کہ انہیں اپنی بیویوں سے ڈر لگتا ہے۔

شنگو نے توری یاما کی شکل صورت نظر کے سامنے لانی چاہی مگر کچھ یاد نہ آسکا۔ انہیں ایک دوسرے سے ملے دس سال ہو چکے تھے۔

وہ اس سوچ میں پڑ گیا کہ آیا توری یاما گھر پر فوت ہوا تھا۔

4

شنگو نے سوچا تھا کہ جنازے پر شاید ان ہم جماعتوں سے ملاقات ہو جائے جو یونیورسٹی میں ساتھ پڑھتے تھے۔ دھونی جلانے کے بعد وہ مندر کے گیٹ کے پاس کھڑا رہا لیکن کوئی جان پہچان والا نظر نہ آیا۔

جنازے پر کوئی آدمی ایسا نہ تھا جو اس کا ہم عمر ہو۔ شاید وہ بہت دیر میں پہنچا تھا۔

اس نے مندر میں نظر ڈالی۔ بڑے ہال کے دروازے کے پاس والی قطار بکھرنے لگی تھی اور لوگ چل پڑے تھے۔

لگتا تھا اہل خانہ اندر ہیں۔

شنگو کا اندازہ تھا کہ بیوی زندہ ہوگی اور وہ زندہ تھی۔ بیوہ وہی دبلی پتلی عورت ہوگی جو تابوت کے بالکل سامنے تھی۔

بیوہ نے بظاہر بال رنگے ہوئے تھے لیکن کچھ مدت پہلے کبھی رنگے ہوں گے۔

بالوں کی جڑیں سفید تھیں۔

بیوہ کو جھک کر سلام کرتے ہوئے شنگو نے سوچا کہ توری یاما کی طویل علالت کے باعث اسے بال رنگنے کی فرصت نہ ملی ہوگی لیکن جب وہ تابوت کے آگے دھونی جلانے کیلئے مڑا تو جی میں آیا کہ بڑبڑا کر خود سے کہے کہ یقین سے کبھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

جب وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا اور اہل خانہ کو سلام عرض کیا تو بالکل بھول چکا تھا کہ متوفی کو کس طرح دق کیا گیا تھا۔ اور پھر جب وہ آداب بجالانے کیلئے احتراماً مرنے والے کی طرف مڑا تو بھولی بات دوبارہ یاد آ گئی۔ اسے اپنے پر تعجب ہوا۔

باہر جاتے ہوئے شنگو نے منہ موڑے رکھا تا کہ بیوہ پر نظر نہ پڑے۔

MashalBooks.org

وہ بیوہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی عجیب بھول پر چونکا تھا۔ جب وہ پتھر کی سلوں سے بنی روش پر چلتا ہوا مندر سے لوٹا تو کسی وجہ سے کراہت محسوس کی۔

اور جس وقت وہ وہاں سے رخصت ہوا تو یوں لگا جیسے اس کی گدی فراموشی اور زیاں کے کسی بوجھ سے پس کر رہ گئی ہو۔

اب ایسے لوگ زیادہ باقی نہ تھے جو توری یاما اور اس کی بیوی کے بارے میں جانتے ہوں۔ شاید چند ایک ابھی زندہ ہوں لیکن تعلق ٹوٹ چکا تھا۔ اب بیوی پر منحصر تھا کہ ماضی کو جیسے جی چاہے یاد رکھے۔ میاں بیوی کے سوا اب اور لوگ تھے ہی کہاں جو گزرے ہوئے واقعات پر نظر رکھ سکتے۔

چھ سات ہم جماعتوں کی ایک محفل تھی جس میں شنگو بھی موجود تھا۔ جب توری یاما کا نام آیا تو ان میں کوئی بھی اس پر سنجیدگی سے توجہ دینے کو تیار نہ ہوا۔ بس ہنستے رہے۔ جس آدمی نے توری یاما کا ذکر کیا اس کے جملوں پر بھی تمسخر اور مبالغے کی چھاپ تھی۔

اس محفل کے دو شرکاء توری یاما سے پہلے فوت ہو گئے۔

شنگو کو یہ سوچنے میں اب کوئی دقت نہ ہوئی کہ خود توری یاما اور اس کی بیوی کو بھی معلوم نہ تھا کہ بیوی اسے کیوں ستاتی رہتی ہے یا وہ کس وجہ سے ستم رسیدہ بنا ہوا ہے۔

توری یاما، کچھ جانے بغیر، قبر میں اترنے والا تھا۔ بچھڑ جانے والی بیوی کی نظر میں یہ سب کچھ پرانا ہو چکا تھا۔ توری یاما کے نہ ہونے سے یہ باتیں ماضی کا حصہ بن چکی تھیں۔ شاید وہ بھی، کچھ جانے بغیر، اپنی قبر میں پہنچ جائے گی۔

ہم جماعتوں کی محفل میں جس شخص نے توری یاما کا ذکر کیا تھا اسے جدی پشتی ورثے میں نوہ ڈراموں میں کام آنے والے چار پانچ پرانے مکھوٹے ملے تھے۔ کہنے لگا کہ توری یاما ملنے آیا تھا اور جب مکھوٹے نکال کر دکھائے گئے تو اس نے جانے کا نام ہی نہ لیا۔ یہ چونکہ مشکل تھا کہ کسی ایسے آدمی کیلئے جس نے انہیں پہلی بار دیکھا ہو، وہ مکھوٹے کسی خاص دلچسپی کے حامل ہوں اس لئے، اس شخص نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا، توری یاما غالباً وقت کاٹنا چاہتا تھا تاکہ گھر لوٹے تو بیوی پڑی مزے سے سو رہی ہو۔

لیکن آج شنگو کو یوں محسوس ہوا کہ ہر رات سڑکوں پر مارا مارا پھرنے والا، پچاس ساٹھ سال کا آدمی، اپنے کنبے کا سربراہ، اتنے گہرے خیالات میں گم رہتا ہوگا کہ ان تک اوروں کی رسائی

ممکن ہی نہ تھی۔

جنازے پر رکھا ہوا فوٹو بظاہر توری یاما کے سرکاری عہدے سے الگ ہونے سے پہلے نئے سال کے دن پر یا کسی اور تعطیل کے موقع پر اتارا گیا تھا۔ اس نے تقریب کی مناسبت سے لباس پہن رکھا تھا، چہرہ گول اور پرسکون تھا، فوٹو گرافر نے موقلم کی مدد سے تصویر میں نظر آنے والی چھائیوں کو مٹا دیا تھا۔

فوٹو میں دکھائی دینے والا پرطمانیت چہرہ تابوت کے پاس موجود بیوہ کی بہ نسبت بہت جوان نظر آ رہا تھا۔ دیکھنے والا یہ سوچے بغیر نہ رہ سکتا کہ اصل میں مظلوم تو خود بیوہ ہے جو وقت سے پہلے بوڑھی ہوگئی ہے۔

وہ چھوٹے قد کی عورت تھی اور شنگو نے آنکھیں جھکا کر اس کے بالوں اور جڑوں سے جھلکنے والی سفیدی کو دیکھا۔ ایک کندھے کے تھوڑا سا جھکا ہونے سے خشکی اور نقاہت کا تاثر ملتا تھا۔

بیٹے اور بیٹیاں اور وہ جوان کی بیویاں اور شوہر معلوم ہوتے تھے بیوہ کے پہلو میں صف بستہ تھے لیکن شنگو نے اصل میں ان کی طرف دیکھا بھی نہیں۔

اس نے سوچ رکھا تھا کہ کوئی پرانا واقف کار مل گیا تو پوچھوں گا۔ ''اور آپ کا کیا حال چال ہے؟'' وہ مندر کے گیٹ پر کھڑا انتظار کرتا رہا۔

سوچا تھا کہ اگر یہی سوال خود اس سے کیا گیا تو جواب میں کہے گا۔ ''میری تو کسی طرح بری بھلی گزر گئی مگر نہ تو بیٹے کی بیوی سے بنی ہے نہ بیٹی کی شوہر سے،'' اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے مسائل کا ذکر چھیڑے گا ضرور۔

اس طرح کے انکشافات سے دونوں میں سے کسی کا بھلا نہ ہوگا اور نہ کسی کو بیچ میں پڑنے کا خیال آئے گا۔ بس وہ ساتھ ساتھ قدم اُٹھاتے بس سٹاپ تک چلے جائیں گے اور الوداع کہہ کر اپنی اپنی راہ لیں گے۔

شنگو یہی کچھ کرنا چاہتا تھا۔

''توری یاما فوت ہو چکا۔ جس عذاب میں مبتلا رہا تھا اب اس کا کوئی بھی نشان باقی نہیں۔''

''اگر ان کے بیٹے بیٹیاں اپنے اپنے گھر میں خوش ہیں تو کیا توری یاما اور اس کی بیوی کو کامیاب انسان سمجھا جائے؟''

''ان دنوں ماں یا باپ پر اپنی اولاد کی آخر کتنی ذمے داری عائد ہوتی ہے؟''

MashalBooks.org

شنگو کو، جو بڑا بڑائے جا رہا تھا، یہی سوال یکے بعد دیگرے سو جھے جیسے کسی پرانے دوست سے ملاقات ہونے کی صورت میں اس طرح کی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

مندر کے گیٹ کی چھت پر گوریائیں چہک رہی تھیں۔

وہ اولتیوں کے ساتھ ساتھ قوسیں بناتی ہوئی اڑتیں اور بار بار اسی قوس نما اڑان کو دہراتیں۔

5

دفتر پہنچا تو دو ملاقاتی اس کے منتظر تھے۔ شنگو نے پیچھے والی الماری سے وہسکی نکلوائی اور کالی چائے میں انڈیلی۔ حافظے کو تھوڑی سی تقویت دینے کیلئے۔

ملاقاتیوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے اسے وہ گوریائیں یاد آ گئیں جو کل صبح سویرے باغ میں دیکھی تھیں۔

وہ پہاڑ کی تلیٹی میں پمپاس گھاس کے طروں پر ٹھونگیں مار رہی تھیں۔ انہیں بیجوں کی تلاش تھی یا کیڑوں کی؟ پھر شنگو کو نظر آیا کہ جسے وہ گوریاؤں کا جھنڈ سمجھ رہا تھا اس میں ورسے بھی تھے۔ اس نے زیادہ غور سے دیکھنا شروع کیا۔

چھ سات چڑیاں طروں پر ادھر ادھر پھدک رہی تھیں۔ طرے زور زور سے جھوم رہے تھے۔

تین ورسے بھی تھے، گوریاؤں کے مقابلے میں کم چلبلے۔ ان میں نہ تو گوریاؤں جیسی بے چینی توانائی موجود تھی نہ اتنے زیادہ پھدک رہے تھے۔

بال و پر کی چمک دمک اور چھاتی کے تازہ رنگ کی وجہ سے ورسے ایسے لگ رہے تھے جیسے اس برس نئے پرندے آ گئے ہوں۔ گوریائیں دھول میں اٹی معلوم ہوتی تھیں۔

شنگو کو ظاہر ہے، ورسے زیادہ بھائے۔ ان کی بولی اور طرح کی تھی اور گوریاؤں کی اور طرح کی اور اس قسم کا فرق ان کی حرکات و سکنات میں بھی تھا۔

وہ کچھ دیر نظر جمائے دیکھتا اور سوچتا رہا کہ کیا گوریائیں اور ورسے آپس میں لڑ پڑیں گے۔

لیکن گوریائیں چہک چہک کر دوسری گوریاؤں کو بلاتیں اور مل کر اڑتیں ورسوں نے اپنی ٹولی بنا رکھی تھی۔

MashalBooks.org

کبھی کبھار وہ گھل مل جاتے اور پھر بھی لڑائی جھگڑے کے کوئی آثار نظر نہ آتے۔

شنگو، جونہانے دھونے میں مشغول تھا، تحسین آمیز نظر سے انہیں دیکھتا رہا۔

غالباً مندر کے گیٹ پر گوریاؤں کی موجودگی کی وجہ سے یہ منظر اس کے ذہن میں تازہ ہو گیا تھا۔

ملاقاتیوں کو رخصت کر کے آیا تو ائیکو کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ ''شوئی چی کی عورت جہاں رہتی ہے مجھے وہاں لے چلو۔''

ملاقاتیوں سے گفتگو کرتے ہوئے وہ اس امکان کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ ائیکو حیران رہ گئی۔

اس نے ایک دو پل کیلئے تیوری چڑھائی۔ یہ حرکت ظاہر کرتی تھی کہ شنگو کا کہنا نہ مانے گی۔ پھر ایسا لگا کہ ڈھیلی پڑ گئی ہے۔ اس کے باوجود اس نے ٹھنڈے دل سے جواب دیا۔ اس کی آواز سے ضبط اور بے التفاتی نمایاں تھی۔ ''اور جو آپ کو وہاں لے چلوں تو آپ کیا کریں گے؟''

''ایسی کوئی بات نہ ہوگی جو تمہارے لیے خفت کا باعث ہو۔''

''آپ اس سے ملنا چاہتے ہیں؟''

''شنگو نے ابھی اتنا آگے کا نہیں سوچا تھا کہ جا کر آج ہی اس سے ملا جائے۔

''آپ انتظار نہیں کر سکتے؟ شوئی چی کے ساتھ چلے جایئے گا۔'' وہ اب بھی سکون سے بات کر رہی تھی۔

شنگو نے محسوس کیا کہ ائیکو کے لہجے میں ایک طرح کی حقارت ہے۔

ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد بھی وہ خاموش رہی۔

ائیکو سے زبردستی بات منوانے پر شنگو اپنے آپ سے ناخوش ہوا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ نہ صرف خود کو بلکہ اپنے بیٹے کو بھی بے عزت کر رہا ہے۔

اس نے سوچا تو یہ تھا کہ شوئی چی کی عدم موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر معاملہ نمٹا آئے گا۔ مگر اسے شبہ تھا کہ وہ سوچنے کے سوا کچھ کر بھی سکے گا۔

''میری رائے میں اگر آپ کسی سے بات کرنا ہی چاہتے ہیں تو دوسری خاتون سے رجوع کیجئے۔''

''وہی جسے تم بہت خوش مزاج بتاتی ہو؟''

MashalBooks.org

''ہاں۔کیااس سے کہو کہ دفتر آجائے؟''

''حیران ہوں کیا کہوں۔''

''ان کے گھر جا کر شوئی چی بہت زیادہ چڑھا لیتا ہے اور پھر لڑنے جھگڑنے لگتا ہے۔ دوسری خاتون کو حکم دیتا ہے کہ گانا سناؤ۔اس کی آواز بہت اچھی ہے۔اور پھر کینو رونے لگتی ہے۔ اگر ان باتوں سے وہ اتنا اثر قبول کرتی ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ دوسری خاتون کے کہے پر کان ضرور دھرتی ہوگی۔''

اپنا مدعا بیان کرنے کا یہ انداز ذرا الجھا تھا۔کینو سے شوئی چی کی عورت مراد ہوگی۔

شنگو کو معلوم نہیں تھا کہ شوئی چی پینے لگا ہے۔

وہ یونیورسٹی کے قریب اترے اور ایک تنگ گلی کے سامنے جا پہنچے۔

''اگر اس بات کی شوئی چی کو خبر ہوگئی تو مجھے دفتر چھوڑنا پڑیگا۔''ائیکو نے آہستہ سے کہا۔''یہ کہنے کے سوا چارہ نہ رہے گا کہ مجھے فارغ کر دیا جائے۔''

شنگو کے جسم میں کپکپی دوڑ گئی۔

ائیکو رک گئی تھی۔''وہ جو پتھر کی چہار دیواری ہے وہاں سے مڑ جایئے۔چوتھا مکان ان کا ہے۔گیٹ پر اکیدا کا نام لکھا نظر آئے۔وہ مجھے دیکھ لیں گی۔اور آگے نہیں جا سکتی۔''

''اگر تم اس وجہ سے اتنی گھبرا رہی ہو تو نہیں جاتے۔''

''کیوں؟ یہاں تک تو آ گئے۔آپ کو آگے جانا ہی پڑے گا۔جایئے کہ آپ کے گھر میں امن رہے۔''

شنگو کو ائیکو کی اس بے باکی میں ایک طرح کا بغض نظر آیا۔

ائیکو نے پتھر کی چہار دیواری کہا تھا لیکن حقیقت میں وہ کنکریٹ کی بنی ہوئی تھی۔وہ میپل کے ایک بڑے درخت کے پاس سے مڑا۔جس چھوٹے اور پرانے مکان پر اکیدا کا نام لکھا ہوا تھا اس کا کوئی پہلو قابل ذکر نہ تھا۔اندر جانے کے راستے میں، جو شمال رویہ تھا، اندھیرا تھا۔اوپر کی منزل پر شیشے کا دروازہ بند پڑا تھا۔گھر پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

اس کے سوا وہاں کچھ بھی نہ تھا جس پر شنگو کی نظر جمتی

مغموم ہو کر وہ آگے بڑھ گیا۔

اس دروازے کے پیچھے اس کا بیٹا کس طرح کی زندگی گزارتا تھا؟ شنگو اس کے لیے تیار

نہیں تھا کہ پہلے سے اطلاع دئے بغیر وہاں جا پہنچتا۔

وہ ایک اور سڑک پر جا نکلا۔

ائیکو وہاں نہیں تھی جہاں وہ اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ وہ اس بڑی سڑک پر بھی کہیں نظر نہ آئی جس سے وہ گلی میں مڑے تھے۔

گھر پہنچ کر اس نے کیکوکو سے آنکھ نہ ملائی۔ ''شوئی چی چند منٹ کے لیے دفتر آیا تھا۔ پھر چلا گیا۔'' وہ بولا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ سفر کے دوران موسم اچھا رہے گا۔''

تھکن سے نڈھال ہو کر وہ سویرے سویرے بستر پر جا لیٹا۔

''کتنے دن کی چھٹی لے کر گیا ہے؟'' یاسوکو ناشتے والے کمرے میں تھی۔

شنگو نے بستر میں لیٹے لیٹے جواب دیا۔ ''میں نے پوچھا نہیں۔ لیکن فوسا کو کو لے کے آنے کے سوا کام ہی کیا ہے۔ میرے خیال میں دو تین دن لگیں گے۔''

''آج میں نے رضائیوں کی روئی بدلنے میں کیکوکو کا ہاتھ بٹایا۔''

فوسا کو دو بچیوں کے ساتھ گھر آئے گی۔ شنگو نے سوچا کہ اب کیکوکو کے لیے زندگی کتنی مشکل ہو جائے گی۔

اس نے اپنے آپ سے کہا، شوی چی کو چاہئے کہ الگ ہو جائے۔ کوئی مکان لے لے۔ اسے ہونگو والے گھر کا خیال آیا۔

اور اسے ائیکو کی بے باکی یاد آئی۔ ائیکو اور اس کا روز کا ساتھ تھا لیکن آج سے پہلے وہ کبھی اس طرح آپے سے باہر نہ ہوئی تھی۔

اس نے کیکوکو کو کبھی دل کی بھڑاس نکالتے نہ دیکھا تھا۔ یاسوکو کا کہنا تھا کہ وہ صرف شنگو کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے جلاپے کو بے قابو نہیں ہونے دیتی۔

اسے جلد ہی نیند آ گئی۔ یاسوکو کے خراٹے لینے سے آنکھ کھلی تو اس نے یاسوکو کی ناک انگلیوں میں دبالی۔

''تمہارا کیا خیال ہے، فوسا کو کے پاس وہ رومال اس دفعہ بھی ہوگا؟'' یاسوکو نے اس طرح کہا جیسے اب تک سوئی ہی نہ ہو۔

''ہوا تو تعجب ہی کیا۔''

ان کے پاس ایک دوسرے سے کہنے سننے کیلئے اور کچھ نہ تھا۔

MashalBooks.org

جزیروں کا خواب

کوئی بھولی بھٹکی کتیا شنگو کے مکان کے فرش کے نیچے پلے چھوڑ کر چلتی ہوئی۔

''پلے چھوڑ گئی۔'' جو ہوا اسے بیان کرنے کا یہ انداز قدرے کھردرا سہی مگر شنگو اور اس کے اہل خانہ کے لیے معاملہ تھا اسی نوعیت کا۔ اچانک برآمدے کے نیچے جھول موجود۔

''امی جان، کل تیرو ہمیں دکھائی نہیں دی'' کیکو کو نے کوئی ہفتے بھر پہلے باروچی خانے میں ذکر کیا تھا۔ ''اور آج بھی ادھر ادھر نظر نہیں آ رہی۔ آپ کیا سمجھتی ہیں۔ بچے تو نہیں دینے والی؟''

''اب تم یہ بات لے بیٹھیں تو کہنا پڑے گا کہ ارد گرد کہیں دکھائی تو نہیں دے رہی۔'' یہ کہتے ہوئے یاسوکو نے کوئی خاص دلچسپی ظاہر نہیں کی۔

شنگو کوتاتسو، میں بیٹھا چائے بنا رہا تھا۔ پچھلی خزاں سے اسے صبح اُٹھ کر ایک سے ایک مہنگی چائے پینے کی لت پڑ گئی تھی۔ چائے خود بناتا تھا۔

کیکو کو نے تیرو کا ذکر اس وقت کیا جب وہ ناشتہ تیار کر رہی تھی۔ اس سلسلے میں مزید کچھ نہ کہا گیا۔

جب وہ ناشتہ لے کر آئی تو شنگو نے چائے انڈیلتے ہوئے کہا۔ ''ایک پیالہ چائے پی لو۔''

''آپ کا بہت بہت شکریہ۔'' چائے پینے کی دعوت پہلے کبھی نہیں ملی تھی۔ کیکو کو نے از حد تکلیف سے کام لیا۔

اس کے ادبی اور فرغل پر گل داؤدی بنے ہوئے تھے۔''اور گل داؤدی کا موسم تو گزر بھی گیا۔ فوساکو کی وجہ سے جو بکھیڑا پڑا رہا تو ہمیں تمہاری سالگرہ یاد ہی نہ آئی۔''

''اوبی پر چار شہر یار نامی طراز بنا ہوا ہے۔ اس سال بھر پہن سکتے ہیں۔''

''چار شہر یار؟''

''ارکڈ اور بانس اور آلوچہ اور گل داؤدی'' کیکو کو نے کہا۔''یہ طراز آپ نے کہیں نہ کہیں ضرور دیکھا ہوگا۔ کمونو وں اور روغنی تصویروں میں استعمال ہوتا رہتا ہے۔''

''ندیدی قسم کا طراز۔''

''بڑی لذیذ تھی۔'' کیکو کو نے چائے کا پیالہ نیچے رکھتے ہوئے کہا۔

''کیوکورو ہمیں بھلا کس نے دی تھی؟ میرا خیال ہے کسی جنازے پر چڑھائے گئے نذرانے کے بدلے میں ملی تھی۔ تب سے ہم دوبارہ گیوکورو پینے لگے۔ ہر وقت یہی پیتے رہتے تھے اور بانچا کو ہاتھ بھی نہ لگاتے تھے۔''

شوئی چی کبھی کا دفتر جا چکا تھا۔

دروازے تک پہنچ کر جوتے پہنتے وقت بھی شنگو اسی فکر میں تھا کہ اس دوست کا نام یاد آجائے جس کی وجہ سے انہیں گیوکورو ملی تھی۔ نام کیکو کو سے پوچھ سکتا تھا لیکن اس نے پوچھا نہیں۔ وہ دوست کسی نوجوان لڑکی کے ساتھ ایک تفریحی مقام پر گیا ہوا تھا جہاں گرم چشمے تھے اور وہاں اچانک مر گیا۔

''یہ درست ہے کہ تیرو ہمیں نظر نہیں آرہی۔'' شنگو نے کہا۔

کیکو کو کہنے لگی۔''کل نظر نہیں آئی اور آج بھی غائب۔''

کبھی کبھی تیرو یہ سن کر کہ شنگو گھر سے روانہ ہونے کیلئے تیار ہو رہا ہے۔

دروازے پر آ کھڑی ہوتی اور اس کے پیچھے پیچھے چلتی ہوئی گیٹ سے باہر نکل جاتی۔

شنگو نے حال میں کیکو کو کو تیرو کا پیٹ ٹٹولتے دیکھا تھا۔

''سارا اپھرا اپھرا اور پھپھس'' کیکو کو نے منہ بنا کر کہا۔ تاہم وہ پلوں کو ٹوہنے سے باز نہ آئی۔

''کل کتنے ہیں؟''

تیرو نے چھیڑ بھرے انداز میں کیکوکو کی طرف دیکھا، اس طرح کہ آنکھوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر وہ لوٹ کر الٹی ہوگئی، پیٹ اوپر۔

پیٹ اتنا پھولا ہوا نہیں تھا کہ دیکھ کر طبیعت الٹ پلٹ ہونے لگے۔ دم کی طرف، جہاں کھال پتلی معلوم ہوتی تھی۔ جلد کی رنگت ہلکی پیازی تھی۔ تھنوں کے گرد مٹی لگی ہوئی تھی۔

''دس ہیں؟'' کیکوکو نے کہا۔ شنگو نے آنکھوں آنکھوں میں گنا۔ سب سے اگلا جوڑا چھوٹا سا تھا جیسے سوکھ گیا ہو۔

تیرو کو کسی نے پال رکھا تھا۔ اس کا لائسنس بھی تھا۔ لیکن معلوم یہ ہوتا تھا کہ مالک اسے اکثر بھوکا ہی ٹرخا دیتا۔ ماری ماری پھرتی رہتی۔ اڑوس پڑوس کے باروچی خانوں کے پھیرے لگاتی۔ جب سے کیکوکو نے اسے بچا کھچا کھانا ڈالنا شروع کیا، جس میں کوئی چیز تیرو کے لیے خاص طور پر بڑھا دی جاتی، وہ زیادہ وقت شنگو کے ہاں گزرانے لگی۔ اکثر رات کو باغ سے اس کے بھونکنے کی آواز آتی۔ لگتا تھا کہ وہ ان سے ہل گئی ہے لیکن کیکوکو تک کو یہ خیال کبھی نہ آیا اسے اپنی پالو سمجھا جائے۔

بچے دینے کا وقت آتا تیرو ہمیشہ اپنے گھر چلی جاتی۔

کیکوکو کو کہنا چاہتی تھی کہ تیرو جو دو دن سے غائب ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک دفعہ پھر بچے دیئے کے غرض سے گھر چلی گئی ہے۔

یہ بات اداس کرتی تھی کہ تیرو کو اس مقصد کیلئے گھر جانا پڑتا ہے۔

لیکن اس مرتبہ پلے شنگو کے گھر میں فرش کے نیچے پیدا ہوئے۔ کوئی دس دن گزر گئے۔ تب جا کر کسی کو یہ پتا چلا۔

شنگو اور شوئی چی دفتر سے لوٹے تو کیکوکو نے۔ ''ابا جان، تیرو نے ہمارے ہاں بچے دیئے ہیں۔''

''اوہ؟ کہاں پہ؟''

''ملازمہ کی کوٹھری کے نیچے۔''

''اوہ؟''

چونکہ ان کے پاس ملازمہ کوئی نہیں تھی اس لئے ملازمہ والی چھوٹی تنگ کوٹھری سے سٹور روم

کا کام لیا جاتا تھا۔

''جب دیکھو، تیرو ملازمہ کی کوٹھری کے نیچے جاتی رہتی ہے۔اس لئے میں نے جا کے دیکھا ۔لگتا ہے وہاں پہ پلے ہیں۔''

''کتنے؟''

''اندھیرا اتنا ہے کہ بتا نہیں سکتی۔نیچے کہیں پیچھے کو ہیں۔''

''تو گویا بچے اس نے یہاں دیئے۔''

''امی جان کہتی تھیں تیرو عجیب عجیب حرکتیں کر رہی ہے۔ٹول شیڈ کے چکر پہ چکر کاٹنا، پنجوں سے زمین کریدنا۔کسی ایسی جگہ کی تلاش میں تھی جہاں بچے دے سکے۔میرا خیال ہے اگر ہم بھوسا بچھا دیتے تو وہ شیڈ میں بچے دیتی۔''

''بڑے ہوں گے تو ان کی وجہ سے اچھا بھلا مسئلہ کھڑا ہو جائے گا'' شوئی چی نے کہا۔

شنگو خوش ہوا کہ تیرو نے یہاں بچے دیئے۔لیکن اسے یہ ناگوار خیال بھی آیا کہ اگر ان دو غلے پلوں کو پالنے کیلئے ادھر ادھر دینے دلانے میں کامیابی نہ ہوئی تو پھر ایک نہ ایک دن ان سے پیچھا چھڑانا ضروری ہو جائے گا۔

''مجھے بتایا گیا ہے کہ تیرو نے ہمارے ہاں بچے دیئے ہیں'' یاسو کو کہنے لگی۔

''یہی میں سنا ہے۔''

''مجھے بتایا گیا ہے کہ بچے ملازمہ کی کوٹھری کے نیچے دیئے ہیں۔گھر میں وہی ایک جگہ ہے جس میں کوئی نہیں رہتا۔تیرو نے خوب سوچ سمجھ کے کام دکھایا۔''

یاسو کو ابھی کوتاتسو میں تھی۔شنگو کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھتے ہوئے اس کے ماتھے پر یوں ہی سا بل پڑا۔

شنگو بھی کوتاتسو میں جا بیٹھا۔چائے کا پیالہ پی لینے کے بعد اس نے شوئی چی سے کہا۔''اس ملازمہ کا کیا بنا جو تانی زاکی نے ہمیں ڈھونڈ کے دینی تھی؟'' اس نے پیالے میں اور چائے انڈیلی۔

''اباجی، یہ تو راکھ دانی ہے۔''

شنگو نے چائے راکھ دانی میں انڈیل دی تھی۔

MashalBooks.org

2

''بوڑھا ہونے کو آیا اور ابھی کوہ فوجی پر نہیں چڑھا۔''شنگو اپنے دفتر میں تھا۔ان الفاظ کا کوئی آگا تھا نہ پیچھا،غیب سے آ ٹپکے تھے،لیکن پھر بھی جانے کیوں اسے معنی خیز معلوم ہوئے۔ اس نے بڑبڑا کر نہیں دہرایا۔

رات اس نے ماتسوشی ماخلیج اور وہاں کے جزیروں کو خواب میں دیکھا تھا۔شاید اسی وجہ سے ان الفاظ کی آمد ہوئی۔

اور اسے یہ خیال بھی آیا کہ اتنی عمر ہوگئی اور ابھی ''جاپان کے تین عظیم مناظر'' میں سے صرف ایک کو دیکھا۔نہ تو ماتسوشی ماجانے کا اتفاق ہوا تھا اور نہ امانو ہاشی داتے کا ساحل دیکھنے کا۔ ایک مرتبہ وہ کسی کاروباری سلسلے میں کیوشو گیا تھا تو واپسی پر میاجیما درگاہ دیکھنے چلا گیا۔سردیوں کے دن تھے۔جاڑوں میں درگاہ کی زیارت کرنے کا دستور نہ تھا۔

صبح کو اسے خواب کے تتر بتر اجزا یاد آ سکے۔لیکن جزیروں پر کھڑے چیڑ کے درختوں اور پانی کے رنگ کے ستھرائی اور شوخی ذہن سے محو نہ ہوئی تھی اور اسے یقین تھا کہ خواب میں ماتسوشی ما کو دیکھا ہے۔

چیڑ کے درختوں کی چھاؤں میں، جہاں ایک گھسیلا سبزہ زار تھا۔اس نے کسی عورت کو آغوش میں لے رکھا تھا۔وہ کسی کے خوف سے وہاں چھپے ہوئے تھے۔لگتا تھا اپنے ساتھیوں سے الگ ہوگئے ہیں۔عورت بہت نوجوان تھی بلکہ لڑکی کہنا چاہیے۔اسے یہ پتا نہ چل سکا کہ خود اس کی عمر کتنی ہے۔لیکن جس چستی سے وہ چیڑ کے درختوں کے درمیان بھاگے جا رہے تھے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ وہ خود بھی ضرور جوان ہوگا۔لڑکی کو بانہوں میں تھامے ہوئے اسے اپنی اور لڑکی کی عمر میں کوئی فرق معلوم نہ ہوا تھا۔اس نے لڑکی کو اس طرح آغوش میں لے رکھا تھا جیسے وہ کوئی جوان آدمی ہو۔تاہم نہ تو یہ خیال آیا کہ وہ از سر نو جوان ہو گیا ہے اور نہ وہ خواب مدتوں پرانا معلوم ہوا۔لگتا تھا جیسے باسٹھ سال کا ہونے کے باوجود وہ بیس تیس سال سے زیادہ کا نہیں۔اس بات سے خواب میں انوکھا پن آ گیا تھا۔

انہیں لانے والی موٹر کشتی سمندر پر گرم سفر تھی۔کشتی میں کھڑی کوئی عورت بار بار اپنا رومال لہرا رہی تھی۔آنکھ پر اسے صاف صاف یاد تھا کہ سمندر کے مقابلے میں رومال کا اجلا پن کس قدر

MashalBooks.org

واضح تھا۔ دونوں جزیرے پر اکیلے رہ گئے تھے۔ اس صورت حال سے جو تشویش انہیں لاحق ہونی چاہیے تھی اس کا کہیں پتا نہ تھا۔ اس نے خود سے بس یہ کہا تھا کہ کشتی سمندر پر دور جا چکی ہے اور کسی کو معلوم نہ ہو سکے گا کہ وہ کہاں چھپے ہوئے ہیں۔

رومال کی اجلاہٹ دیکھتے دیکھتے اس کی آنکھ کھل گئی۔

آنکھ کھلی تو پتا نہ چلا کہ وہ عورت تھی کون۔ نہ اس کی صورت یاد آئی نہ انگلیٹ۔ یہ تاثر بھی باقی نہ تھا کہ وہ چھونے پر کیسی لگی تھی۔ صرف زمینی منظر کے رنگ روشن تھے۔ یہ بھی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ یقین کیوں کر لیا کہ وہ ماتسوشی ما پہنچا ہوا ہے یا خواب میں ماتسوشی ما کو دیکھا تو کیوں دیکھا۔

وہ نہ تو کبھی ماتسوشی ما گیا تھا نہ کشتی پر سوار ہو کر کسی غیر آباد جزیرے پر اترا تھا۔

خیال آیا کہ گھر میں کسی سے پوچھا جائے کہ اگر خواب میں رنگ دکھائی دیں تو کیا یہ اعصابی طور پر نڈھال ہو جانے کی علامت ہے لیکن آخر کار چپ رہنے پر اکتفا کی۔ اسے یہ سوچنا خوشگوار معلوم نہ ہوا کہ کسی عورت کو آغوش میں لینے کا خواب دیکھا ہے۔ اپنی موجودہ عمر کے پیش نظر یہ قطعی طور پر معقول معلوم ہوتا تھا کہ خواب میں وہ ویسا ہی رہا ہوگا جیسا جوانی میں تھا۔

یہ تضاد کسی وجہ سے اس کیلئے راحت کا باعث بنا۔

اس نے محسوس کیا کہ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ وہ عورت کون تھی تو انوکھا پن باقی نہ رہے گا۔ وہ بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

''صبح بخیر۔''

سوزوموتو کمرے میں داخل ہوا۔ ''میرا خیال تھا تم ابھی آئے نہ ہوگے۔''

سوزوموتو نے ہیٹ اتار کر کھونٹی پر لٹکا دیا۔ تانی زاکی ذرا لپک کے آئی کہ کوٹ لے لے مگر وہ کوٹ اتارے بغیر بیٹھ گیا۔ اس کا گنجا سر شنگو کو مضحکہ خیز معلوم ہوا۔ عمر زیادہ ہو جانے کی وجہ سے کانوں سے اوپر کی طرف جلد کی بدرنگی نمایاں تھی۔ کہنگی کے اثر سے جلد کا رنگ گدلا پڑ چکا تھا۔

''آج سویرے سویرے کیسے آمد ہوئی؟'' ہنسی ضبط کرتے ہوئے شنگو نے اپنے ہاتھوں پر نظر ڈالی۔ ہاتھ کی پشت سے کلائی تک خفیف سی بدرنگی پھیلی ہوئی تھی جو کبھی نظر آنے لگتی، کبھی ناپید ہو جاتی۔

''می زوتا۔ کیسے مزے سے مر گیا۔''

''ارے ہاں، می زوتا'' شنگو کو یاد آیا۔ ''تدفین کے بعد اس کے گھر والوں نے گیوکورد

بھجوائی اور مجھے گیوکورو پینے کا پھر سے چسکا پڑ گیا۔تھی بھی بہت عمدہ۔''

''گیورکورد کا تو مجھے کچھ پتا نہیں لیکن جس طرح وہ فوت ہوا اس پر رشک آتا ہے۔اس طرح کے واقعات سننے میں آئے تھے۔یہ می زوتا کے ساتھ ہی ہونا تھا۔''

شنگو نے نتھنوں سے تحقیر آمیز آواز نکالی۔

''تم گنجے بھی ہو اور موٹے بھی۔اس لئے تمہارا کام بھی بن سکتا ہے۔اُمید رکھو۔''

''لیکن جتنا بلڈ پریشر اسے تھا وہ میں کہاں سے لاؤں۔سنا ہے می زوتا پر فالج گرنے کا خوف اتنا طاری تھا کہ رات کبھی تنہا گزارنے پر راضی نہ ہوتا تھا۔''

می زوتا گرم چشموں کے کنارے بنے ایک ہوٹل میں فوت ہوا تھا۔جسے سوزوموتو نے مزے کی موت کہا جنازے پر پرانے دوست سرگوشیوں میں اس کا ذکر کرتے رہے تھے۔فرض یہ کرلیا گیا کہ می زوتا مزے سے اس لیے فوت ہوا کہ کوئی جوان عورت اس کے ساتھ تھی۔ بعدازاں،ان کا یہ فرض کر لینا کچھ عجیب معلوم ہوا۔

انہیں یہ تجسس بھی تھا دیکھیں وہ عورت جنازے پر آتی ہے یا نہیں۔ایسے لوگ بھی تھے جو کہتے تھے کہ ناگوار یادیں زندگی بھر اس عورت کا پیچھا نہ چھوڑیں گی اور ایسے بھی تھے جن کے بقول،اگر اسے می زوتا سے محبت تھی تو جو کچھ پیش آیا اس کی وجہ سے احسان مند رہے گی۔

شنگو کو یہ بات بڑھاپے کی ایک اور مکروہ نشانی معلوم ہوئی کہ جو لوگ کبھی یونیورسٹی میں ہم جماعت تھے اور اب ساٹھ ستر سال کے ہو چکے تھے۔آج بھی طالب علموں جیسی بولی ٹولی اپنائے ہوئے تھے۔ایک دوسرے کو اسی طرح طالب علمی کے زمانے میں رکھے ہوئے الٹے پلٹے ناموں سے یاد کرتے،ایک دوسرے کو اسی طرح بے تکلفی اور پیار بھرے پرانے چھوٹے چھوٹے ناموں سے پکارتے۔جب وہ نوجوان تھے تو ایک دوسرے کے ہر راز سے واقف تھے اور اس وجہ سے آپس میں بہت قریب بھی آ گئے تھے اور پرانی باتوں کو حسرت سے یاد بھی کرتے تھے۔لیکن انا کا خول،جس پر کائی جم چکی تھی،ان باتوں کا برا مانتا تھا،خود می زوتا کی موت،جس نے توری یاما کے مرنے کا مذاق اڑایا تھا،اب لطیفہ بن گئی تھی۔

جنازے پر سوزوموتو مزے کی اس موت کا ذکر کرنے پر تلا ہوا تھا۔لیکن اس کا خیال آتے ہی شنگو کے رگ و پے میں کراہت کی لہر دوڑ گئی۔

''بوڑھے آدمیوں کو اس طرح کی حرکتیں زیب نہیں دیتیں۔شنگو نے کہا۔

MashalBooks.org

''نہیں۔اب ہمیں عورتوں کے خواب آتے بھی کہاں ہیں۔'' سوزوموتو کا لہجہ بھی جذبات سے عاری تھا۔

''کبھی فوجی پر چڑھے ہو؟''

''فوجی؟'' لگتا تھا سوال سن کر سوزوموتو چکر گیا ہے۔''فوجی کس لئے؟ نہیں، میں کبھی نہیں چڑھا۔ کیوں پوچھا؟''

''میں بھی نہیں چڑھا۔ بوڑھا ہو گیا اور اب تک کوہ فوجی پر نہیں چڑھا۔''

''ہیں؟ یہ کوئی گندا لطیفہ ہے کیا؟''

شنگو کا قہقہہ نکل گیا۔

ائیکو، جو دروازے کے پاس ایبا کس لئے حساب کر رہی تھی، دبی آواز میں ٹھی ٹھی کرنے لگی۔

''غور کیا جائے تو ایسے لوگوں کی تعداد حیرت انگیز طور پر بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے جو فوجی پر چڑھے بنا یا تین عظیم مناظر دیکھے بغیر قبر میں جا سوئے۔ تمہاری رائے میں کتنے فی صد جاپانی فوجی پر چڑھتے ہیں؟''

''میں کہوں گا، ایک فیصد بھی نہیں۔'' سوزوموتو اسی موضوع کی طرف پلیٹ گیا جس سے گفتگو کا آغاز کیا تھا۔''مجھے شک ہے کہ ہزاروں میں ایک بلکہ لاکھوں میں ایک آدمی بھی قسمت کا اتنا دھنی ہوتا ہو گا جتنا می زوتا تھا۔''

''کوئی لاٹری جیت گیا تھا؟ مگر اس کے اہل خانہ کے حق میں تو یہ خوشگوار ہونے سے رہا۔''

''ہاں۔ اہل خانہ۔ بات دراصل یہ ہے کہ اس کی بیوی آئی تھی۔'' بات کرنے کے سبھاؤ سے ظاہر ہوا کہ سوزوموتو اپنے اصل مقصد کی طرف آیا چاہتا ہے۔''اور مجھ سے ان کے بارے میں بات کی۔'' اس نے کپڑے میں لپٹا ایک پارسل میز پر رکھ دیا۔''مکھوٹے۔ نوہ مکھوٹے۔ کہنے لگی کہ خرید لو۔ میں نے سوچا کہ تم سے کہوں تم بھی دیکھ لو۔''

''مجھے مکھوٹوں کا کیا پتا۔ یہ بھی تین عظیم مناظر کی طرح ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ جاپان میں تین عظیم مناظر ہیں لیکن کبھی دیکھنے نہیں گیا۔''

دو ڈبے تھے۔ سوزوموتو نے مکھوٹوں کو تھیلوں سے نکالا۔

''یہ تو، مجھے بتایا گیا، جی دو مکھوٹا ہے اور یہ ہولا کاس شیکی ہے۔ دونوں بچوں کے ہیں۔''

MashalBooks.org

''یہ بچے کا ہے؟''شنگو نے کان سے کان تک بندھا کاغذی فیتہ پکڑ کر کاس شیکی مکھوٹا اُٹھایا۔

''اس پر بال پینٹ کئے گئے ہیں۔دیکھا؟ گنکو کے پتے کی شکل میں۔یہ علامت ہے ایسے لڑکے کی جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔اور گالوں میں بھنوریاں پڑی ہوئی ہیں۔''

''اوہو؟''شنگو نے مکھوٹے کو بازو بھر دور لے جا کر دیکھا۔''تانی زا کی۔میری عینک، وہ رہی، پلیز۔''

''نہیں، تم اسے ٹھیک طرح پکڑے ہوئے ہو۔کہتے ہیں کہ نوہ مکھوٹے کو بازو پوری طرح پھیلا کر آنکھ کی سیدھ سے ذرا اوپر رکھ کے دیکھنا چاہئے۔اصل میں ہم جیسے بوڑھوں کیلئے بہتر بھی یہی ہے۔اور اسے ابر آلود کرنے کے لیے ذرا سا جھکا دو۔''

''اس کی شکل میرے کسی جاننے والے سے ملتی ہے۔بہت حقیقی۔''

سوزوموتو نے وضاحت کی کہ نوہ مکھوٹے کو ذرا سا نیچے کی طرف جھکانا ''ابرا آلود کرنا'' کہلاتا ہے کیوں کہ ایسا کرنے سے مکھوٹے پر غمگین کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور اسے اوپر کی طرف اُٹھانے کو ''چمکانا'' کہتے ہیں کیوں کہ چہرہ چمک اُٹھتا ہے اور بشاش معلوم ہونے لگتا ہے۔ اس نے مزید بتایا کہ اسے دائیں یا بائیں موڑنے کو ''برتنا'' یا ''کاٹنا'' یا اسی طرح سے کچھ کہتے ہیں۔

''یہ شکل میرے کسی جاننے والے کی شکل سے ملتی ہے۔''شنگو نے اپنی بات دہرائی۔'' اسے بچہ سمجھنا مشکل ہے۔نوجوان آدمی سے زیادہ مشابہ ہے۔''

''ان دنوں بچے جلد بالغ ہو جاتے تھے۔اور سچ مچ بچے جیسا چہرہ تو نوہ ڈرامے کیلئے نامناسب ہوگا۔لیکن اسے غور سے دیکھو۔یہ لڑکا ہے۔مجھے بتایا گیا ہے کہ جی دو کسی قسم کا جل بالشتیا ہے۔غالباً دائمی شباب کی علامت۔''

شنگو نے سوزوموتو کی ہدایات کے مطابق جی دو مکھوٹے کو ادھر ادھر گھمایا پھرایا۔

ماتھے پر ببریاں چھوٹی ہوئی تھیں، جیسی بچوں کی ہوتی ہیں۔

''دونوں کیوں نہیں لے لیتے۔ساتھ رہیں گے۔''سوزوموتو نے کہا۔

شنگو نے مکھوٹا میز پر رکھ دیا۔''تمہیں خریدو، بیوی نے کہا بھی تم سے ہے۔''

''اس کے پاس اصل میں پانچ تھے۔عورتوں کے جو دو مکھوٹے تھے وہ میں نے خرید لئے۔

ایک زبردستی انوکوڑکا دیا۔سوچا تھا باقی شاید تم لے لو۔''

''گویا بچا کھچا مال میرے حصے میں؟ اپنا سوجھتا خوب کیا۔عورتوں والے مکھوٹے پہلے ہی خرید لئے۔''

''عورتوں والے لینے میں تمہیں کچھ زیادہ دلچسپی ہے؟''

''جب وہ بک ہی چکے تو فرق کیا پڑتا ہے''

''چاہو تو میں لے آؤں۔خرید لو گے تو میری رقم بچے گی۔بات صرف اتنی ہے کہ می زوتا جس طرح فوت ہوا اس کے خیال سے مجھے بیوی پر ترس آ گیا اور میں انکار نہ کر سکا۔لیکن وہ کہتی تھی کہ بناوٹ کے لحاظ سے یہ عورتوں کے مکھوٹوں سے بہتر ہیں۔اور دائی شباب کا تصور تمہیں بھلا نہیں لگتا؟''

''می زوتا مر گیا اور توری یاما..... جو می زوتا کے گھر جا کے ان مکھوٹوں کو گھنٹوں دیکھتا رہا تھا..... توری یاما بھی مر گیا۔تمہارے مکھوٹے آدمی کا چین حرام کرنے کیلئے بہت ہیں۔''

''مگر جی دو مکھوٹا دائی شباب کی علامت ہے۔یہ تصور تمہارے دل کو بھلا معلوم نہیں ہوتا؟''

''تم توری یاما کے جنازے پر آئے تھے؟''

''یاد نہیں کیا وجہ تھی کہ پہنچ نہ سکا مگر شریک نہیں ہوا۔'' سوزوموتو اُٹھ کھڑا ہوا۔''اچھا یہ تمہارے پاس چھوڑے جاتا ہوں۔انہیں اچھی طرح دیکھ بھال لو۔اگر پسند نہ آئیں تو کوئی ایسا آدمی ڈھونڈ دو جسے پسند آ جائیں۔''

''قصہ یہ نہیں کہ مکھوٹے مجھے پسند ہیں یا پسند نہیں ہیں۔یہ میرے لئے کوئی معنی نہیں رکھتے۔اس میں کلام نہیں کہ مکھوٹے اچھے ہیں۔اور کیا یہ نہ سمجھا جائے کہ اگر میں نے نوہ سے ان کا ناتا توڑ دیا تو آپ تو جب مروں گا سو مروں گا، ساتھ میں انہیں بھی لے مروں گا؟''

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔''

''مہنگے ہیں کیا؟''

''ہاں۔ڈرتا تھا کہیں بھول نہ جاؤں۔اس لیے قیمت اس سے لکھوالی تھی۔فیتے پر لکھی ہوئی تھی۔قیمت قریب قریب وہی ہے جو ان کی ہونی چاہیے لیکن مجھے یقین ہے کہ تم مول تول کر سکتے ہو۔''

شنگو نے عینک لگائی اور فیتے کے بل کھولنے شروع کئے۔اور جوں ہی جی دو مکھوٹے کے

بال اور ہونٹ صاف صاف دکھائی دے تو اس قدر خوبصورت معلوم ہوئے کہ حیرت کے مارے اس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

سوزوموتو چلا گیا تو ائیکو شنگو کے ڈیسک کے پاس آئی۔

''خوبصورت ہے نا۔''

ائیکو نے سر ہلا کر خاموشی سے تائید کی۔

''ایک منٹ کے لیے پہننا۔''

''لیکن یہ تو بالکل غلط بات ہوگی۔ دیکھئے تو میں نے بدیسی لباس پہن رکھا ہے۔''

بہرحال، جب شنگو نے مکھوٹا اس کی طرف بڑھایا تو اس نے لے کر پہن لیا اور فیتہ باندھنے لگی۔

''سر، بہت آہستگی سے، دائیں بائیں کرو۔''

ائیکو سامنے کھڑی ہو کر سر ادھر ادھر گھمانے لگی۔

''خوب۔ بہت خوب۔'' یہ الفاظ آپ ہی آپ منہ سے نکل پڑے۔ حرکت۔ برائے نام تھی لیکن اتنی سی ہل جل سے بھی مکھوٹے میں جیسے جان پڑ گئی۔ ائیکو نے گیروا لباس پہن رکھا تھا اور اس کے بال مکھوٹے کے دائیں بائیں بل کھاتے ہوئے پھیلے تھے لیکن اس میں جو دل فریبی پیدا ہو گئی تھی اس نے شنگو کو موہ لیا۔

''بس کروں؟''

''ہاں .....'' شنگو نے ائیکو کو فوراً باہر بھیجا کہ نوہ مکھوٹوں پر حوالے کی ایک کتاب خرید لائے۔

3

مکھوٹوں پر بنانے والوں کے نام درج تھے۔ حوالے کی کتاب نے خبر دی کہ وہ مورو ماچی دور کے ''پرانے مکھوٹوں'' کے زمرے میں نہیں آتے تھے بلکہ اگلے دور کے استاد کاریگروں کے بنائے ہوئے تھے شنگو جیسا مبتدی بھی انہیں ہاتھ میں لیتا تو جان جاتا کہ وہ جعلی نہیں۔

''رونگٹے کھڑے ہو جائیں دیکھ کے'' یاسوکو نے شنگو کی بائی فوکل عینک لگاتے ہوئے کہا۔

کیکو کو آہستہ سے ہنسی۔ ''آپ کو ابا جان کی عینک سے نظر آ جاتا ہے؟''

بیوی کی طرف سے شنگو نے جواب دیا۔ ''بائی فوکل بڑے ہرجائی ہوتے ہیں۔تقریباً ہر کسی کا بائی فوکل ہر کسی کو لگ جاتا ہے۔''

یاسوکو اس عینک کو کام میں لا رہی تھی جو شنگو نے جیب سے نکالی تھی۔

''بیشتر گھرانوں میں بائی فوکل شوہروں کے پہلے لگ جاتے ہیں لیکن اس گھر میں بڑی بی کی عمر ایک سال زیادہ ہے۔''شنگو کی طبیعت جولانی پر تھی اور وہ کوٹ اتارے بغیر کوتاتسو میں جا بیٹھا۔''بڑی مشکل یہ ہے کہ جس چیز کو آدمی دیکھنا چاہتا ہے وہی نظر نہیں آتی۔سامنے رکھا ہوا کھانا دکھائی نہیں دیتا۔اگر سالن باریک باریک کٹا ہوا ہو تو بعض اوقات دیکھ کر یہ بھی پتا نہیں چلتا کہ ہے کیا۔پہلی دفعہ بائی فوکل لگا کے چاولوں سے بھرا ایسا پیالہ اُٹھاؤ تو تمام دانے آپس میں گھلے ملے نظر آئیں گے،الگ،تھلگ ہوتے ہی نہیں۔ابتدا میں بائی فوکل کی وجہ سے بڑی زحمت ہوتی ہے۔''شنگو کی نظر مکھوٹوں پر جمی ہوئی تھی۔

پھر اسے خیال آیا کہ کیکو کو،کمونو اُٹھائے،انتظار میں ہے کہ وہ کپڑے بدل لے۔اور اسے یہ خیال بھی آیا کہ آج شام شوئی چی پھر گھر سے غائب ہے۔

وہ کپڑے بدلنے کیلئے اُٹھا تو کوتاتسو کی طرف ہی دیکھتا رہا۔اس کی وجہ کچھ یہ بھی تھی کہ وہ کیکو کو سے آنکھیں چار کرنا نہ چاہتا تھا۔

اسے سینے پر بوجھ محسوس ہوا۔کیکو کو مکھوٹے دیکھنے غالباً اس لئے چلی آئی تھی کہ شوئی چی گھر نہ پہنچا تھا۔وہ اس کے کپڑے اُٹھا اُٹھا کر اس طرح رکھنے لگی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

''جیسے جلاد کے ہاتھوں کٹے ہوئے سر۔انہیں دیکھ کر سچ مچ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں''یاسوکو نے کہا۔

شنگو کوتاتسو میں لوٹ آیا۔''تمہیں کون سا زیادہ پسند ہے؟''

''یہ''یاسوکو نے کسی پس وپیش کے بغیر جواب دیتے ہوئے کاس شیکی مکھوٹا اُٹھالیا۔

''اوہ؟''یاسوکو کے دوٹوک فیصلے سے شنگو کچھ دہل سا گیا۔''انہیں بنانے والے تو مختلف ہیں لیکن دونوں کا تعلق ایک ہی دور سے ہے۔قریب قریب تو یوتو می ہی دو یوشی کا زمانہ سمجھ لو۔'' شنگو اپنا منہ ٹھیک اوپر سے جی دو مکھوٹے کے پاس لے گیا۔

کاس شیکی مردانہ وضع کا تھا۔بھویں مردوں جیسی لیکن جی دو مذکر تھا نہ مونث آنکھوں اور ابروؤں کے درمیان خاصی جگہ خالی تھی اور ڈھیلی کمانوں جیسے ابرو کسی لڑکی کے ابروؤں سے ملتے

جلتے تھے۔

جب اس نے اپنا چہرہ اوپر سے مکھوٹے پر جھکایا تو اس کی بوڑھی آنکھوں کو لگا کہ جلد، جو کسی لڑکی کی جلد کے مانند چکنی اور چمکنی اور چمکیلی تھی، گداز ہو چلی ہے اور مکھوٹے میں جان پڑ گئی ہے، جیسے زندگی کی حرارت سے بھرپور ہو، مسکرا رہا ہو۔

اس کا اندر کا سانس اندر باہر کا باہر رہ گیا۔ آنکھوں سے تین چار انچ دور ایک جیتی جاگتی لڑکی ستھرے، پیارے انداز میں اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

منہ اور آنکھیں سچ مچ جاندار۔ آنکھوں کے خالی حلقوں میں کالی پتلیاں۔ لال لال ہونٹ رسیلے انداز میں تر۔ سانس روک کر وہ اتنا قریب ہوا کہ ناک تقریباً مکھوٹے سے جا لگی اور سیاہی مائل پتلیاں جیسے کسی تہ سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھیں اور نچلے ہونٹ کا گوشت ابھر آیا۔ وہ اسے چوما ہی چاہتا تھا کہ آہِ بھر کر پیچھے ہٹ گیا۔

دور سے اسے یوں لگا جیسے مکھوٹا اس سے جھوٹ بولتا رہا تھا۔ دیر تک اس کا سانس پھولا رہا۔

افسردہ ہو کر اس نے جی دو مکھوٹا زراعت کی سرخ زمین والی تھیلی میں رکھ دیا۔ کاس شیکی مکھوٹے کی تھیلی کیکو کو تھما دی۔

''اسے لے جا کے رکھ دو۔''

اسے محسوس ہوا جیسے وہ جی دو کے نچلے ہونٹ کے پیچھے تک جھانک چکا ہو جہاں ناقابل معافی بدفعلی تھی۔ بنانے والے نے مکھوٹا غالباً اس خیال سے نہیں بنایا تھا کہ اسے منہ سے منہ ملا کے دیکھا جائے۔ بنانے والے کو اپنی بنائی ہوئی چیز سے کتنا پیار تھا اس کا راز شنگو نے اس طرح جانا کہ وہ مکھوٹا، جو نوہ سٹیج پر مناسب فاصلے سے دیکھنے پر انتہائی زندہ معلوم ہوتا ہوگا، اس وقت، اتنے قریب سے دیکھنے پر بھی کہ کوئی دوری باقی نہ رہی تھی، انتہائی زندہ معلوم ہو رہا تھا۔

اسی لئے شنگو کو محسوس ہوا جیسے کوئی آسمانی بے راہ روی اس کے رگ و پے میں دھڑکنے لگی ہو۔ تاہم اس نے اس کیفیت کو ہنسی میں اڑا دینا چاہا اور خود سے کہ یہ اس کی بوڑھی آنکھوں کی وجہ سے تھا کہ مکھوٹے کی جلد کسی اصلی عورت کی جلد سے بھی زیادہ دل فریب نظر آنے لگی ہے۔

وہ حیران ہوا کہ آیا عجیب و غریب واقعات کے اس سلسلے کا ..... خواب میں کسی لڑکی سے ہم آغوش ہونا، یہ خیال آنا کہ مکھوٹا پہن کر ائیکو خاصی دل کش لگ رہی ہے، جی دو کو چومتے

MashalBooks.org

چومتے رہ جانا ..... مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی بات ہونے کو ہے جو اس کے گھرانے کی بنیادوں کو ہلا ڈالے گی۔

جب سے بائی فوکل پہننے شروع کیے تھے اسے اپنا منہ کسی نوجوان لڑکی کے منہ کے قریب لے جانے کا موقع نہ ملا تھا۔ کیا ایسا چہرہ، اس کی بوڑھی آنکھوں کو، خفیف سا ملائم تر نظر آئے گا؟''

''یہ مکھوٹے می زوتا کی ملکیت تھے۔ جانتی ہو، وہی جس سے ہمیں گیوکورو ملی تھی۔ وہی جو کسی گرم چشمے پہ جا کے مر گیا تھا۔''

''رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں'' یاسوکو نے پھر کہا۔

شنگو نے اپنی چائے میں وہسکی ملائی۔ باورچی خانے میں کیکو کو مچھلی کے گاڑھے سوپ کیلئے پیازوں کو چھوٹے چھوٹے چوکور قتلوں میں کاٹ رہی تھی۔

4

انتیس دسمبر کی صبح کو شنگو نے منہ دھوتے دھوتے دیکھا کہ تیرو اپنے سارے پلوں کو لئے دھوپ کھا رہی ہے۔

جب پلوں نے ملازمہ کی کوٹھری کے نیچے سے نکل کر باہر آنا شروع کر دیا تو بھی شنگو کو پتا نہ چلا کہ وہ چار ہیں یا پانچ۔ کیکو کو جھپٹا مار کر کسی نہ کسی پلے کو پکڑتی اور گھر میں لے آتی۔ اس کی بانہوں میں تو پلے خاصے مسکین بنے رہتے لیکن جوں ہی کسی اور کو اپنی طرف آتا دیکھتے تو دوڑ کر واپس مکان کے نیچے جا چھپتے۔ ایسا کبھی نہ ہوتا کہ وہ سب بیک وقت باہر آئے ہوں۔ کیکو کو نے ایک دفعہ تو انہیں کل چار بتایا اور دوسری دفعہ کہنے لگی کہ پانچ ہیں۔

شنگو نے دیکھا کہ صبح کی دھوپ میں پانچ پلے باہر موجود ہیں۔

وہ پہاڑ کی تلیٹی میں تھے جہاں اُس نے گوریاؤں میں ورسوں کو ملا دیکھا تھا۔ اس جگہ مٹی کا تودہ تھا۔ ہوائی حملوں سے بچاؤ کے لیے اُنہوں نے جو غار کھودا تھا یہ مٹی اس سے نکالی گئی تھی۔ وہاں جنگ کے دوران ایک قطعے پر اُنہوں نے سبزیاں بوئی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ جگہ اب جانوروں کیلئے مخصوص ہو گئی تھی۔ وہاں وہ دھوپ کھاتے تھے۔

پمپاس گھاس، جس میں گوریائیں اور ورسے اس قدر منہمک تھے، مرجھا چکی تھی مگر کڑیل ڈنٹھلوں نے، جو ابھی تک تنے کھڑے تھے، تودے کے اطراف کو ڈھانک رکھا تھا۔ ان سے

اوپر والی جگہ پر ہر طرف نرم و نازک جنگلی جڑی بوٹیاں اگی ہوئی تھیں۔ شنگو تیرو کی فراست پر عش عش کر اُٹھا کہ اس نے اپنے لئے یہ جگہ چنی۔

اس سے پہلے کہ کسی کی آنکھ کھلتی یا اس وقت جب گھر والوں کی توجہ ناشتہ تیار کرنے پر تھی تیرو اپنے بچوں کو ایک اچھی جگہ لے آئی اور وہاں لیٹ کے انہیں دودھ پلانے لگی۔ بچوں کو بھی صبح کی دھوپ میں خود کو گرمانے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ فراغت کے ان لمحوں سے لطف اُٹھا رہے تھے کہ ان کے آرام میں کوئی خلل ڈالنے والا نہ تھا۔ پہلے پہل وہ یہی سمجھا ارگرم دھوپ میں سامنے پھیلے اس منظر کو دیکھ کر مسکرا اُٹھا۔ دسمبر کا آخر تھا مگر کاما گورا میں دھوپ میں خزاں کے دنوں جیسی حدت تھی۔

لیکن جب اس نے غور سے دیکھا تو پتا چلا کہ پانچوں ایک دوسرے کو ٹھیلنے اور دھکیلنے میں مصروف ہیں اور تھنوں تک پہنچنے کیلئے کشمکش ہو رہی ہے۔ ان کے اگلے پنجے تیرو کے پیٹ پر تیزی سے آگے پیچھے چل رہے تھے جیسے جلدی جلدی پیڈل مار رہے ہوں۔ اُنہوں نے اپنی تازہ تازہ حیوانی توانائی کو کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ اور تیرو انہیں دودھ پلانے پر راضی معلوم نہ ہوتی تھی، شاید اس لئے کہ ان میں اتنی جان آچکی تھی کہ ڈھلان پر اپنے آپ چڑھ جاتے تھے۔ وہ بل کھا کے، کروٹ لے کر، پیٹ کے بل لیٹ گئی۔ پنجوں کی مارا مار سے اس کا پیٹ لال ہو رہا تھا۔

آخر وہ اُٹھ کھڑی ہوئی، جھرجھری لے کر پلوں کو پرے پھینکا اور ڈھلان پر دوڑتی ہوئی نیچے آئی۔ ایک کالا پلا جو کچھ زیادہ ہی اڑیل بن کر تھن سے پلچا ہوا تھا قلابازیاں کھاتا تودے سے نیچے آگرا۔

وہ تین فٹ کی اونچاء سے گرا تھا۔ شنگو گھبرا کر دم بخود رہ گیا۔ پلا اس طرح اُٹھ کھڑا ہوا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اور پل دو پل کیلئے وہاں غبی انداز میں کھڑے رہنے کے بعد زمین کو سونگھتا ہوا چل دیا۔

''یہ کیا؟'' اسے محسوس ہوا جیسے یہ پوز پہلی مرتبہ دیکھ رہا ہے اور یہ بھی لگا کہ بالکل یہی پوز پہلے بھی نظر سے گزر چکا ہے۔ اس نے لمحہ بھر سوچا۔

سوتا تسو نے کالی سیاہی سے پلے کی تصویر بنائی تھی۔ یہ تصویر شنگو کی دیکھی ہوئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ تصویر میں حقیقت کا خیال نہیں رکھا گیا بلکہ اسلوب کی پاس داری کی گئی ہے۔ پلا کھلونے جیسا نظر آتا تھا اور اب یہ دیکھ کر شنگو حیرت زدہ رہ گیا کہ وہی تصویر زندہ کر کے اس کے

سامنے پیش کر دی گئی۔ کالے پلے میں بالکل وہی وقار اور بانک پن نظر آیا تھا جو سوتا تسو کی تصویر میں دیکھنے کو ملا تھا۔

شنگو کو ایک بار پھر خیال آیا کہ کاس شیکی مکھوٹا حقیقت سے کتنا قریب تھا اور اس کو دیکھ کر اسے اپنا کوئی جاننے والا یاد آ گیا تھا۔

سوتا تسو اور مکھوٹا ساز دونوں ایک ہی عہد سے تعلق رکھتے تھے۔

جس پلے کی سوتا تسو نے تصویر بنائی تھی اسے آج کل دوغلا کہا جائے گا۔

''آؤ دیکھو۔ سارے پلے باہر آ گئے۔''

باقی پلے، جنہیں ڈر لگ رہا تھا، زمین سے لگ لگ، ڈھلان سے اترے۔

وہ توقع بھری نظر سے دیکھتا رہا لیکن ان چاروں میں سے کسی نے سوتا تسو کی تصویر والا پوز نہ بنایا۔

اس نے پلے کو سوتا تسو کی تصویر اور جی دو مکھوٹے کو جیتی جاگتی عورت بنتے دیکھا تھا۔ اور کیا اڑتی سی جھلک اس کے الٹ کی نظر نہ آئی تھی؟ سوتا تسو کی تصویر کو پلا اور جیتی جاگتی عورت کو جی دو مکھوٹا بنتے نہ دیکھا تھا؟

اس نے کاس شیکی مکھوٹا دیوار پر لٹکا دیا تھا۔ لیکن جی دو مکھوٹے کو دراز میں خوب اندر ٹھونس دیا تھا جیسے وہ کوئی پراسرار چیز ہو۔

پلوں کو دیکھنے کیلئے یاسوکو اور کیکو کو منہ ہاتھ دھونے کے سٹینڈ کے پاس آ کھڑی ہوئیں۔

''ہاتھ منہ دھوتے وقت تمہیں نظر نہیں آئے؟''

کیکو کو نے، جو پیچھے کھڑی جھانک رہی تھی، آہستہ سے یاسوکو کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ''صبح کی ہبڑ دھبڑ میں عورت کو ہوش کہاں ہوتا ہے۔ یہی بات ہے نا، امی جان؟''

''یہی بات ہے، اور تیرو؟''

''کہاں گئی ہو گی؟ انہیں چھوڑ چھاڑ کے چل دی تا کہ یہ لاوارثوں کی طرح مارے مارے پھرتے رہیں'' شنگو نے کہا۔ ''یہ سوچ کے دل کڑھتا ہے کہ انہیں کہیں پھینک آنا پڑے گا۔''

''وہ کا تو میں گھر بسا بھی چکی'' کیکو کو نے کہا۔

''تمہیں کوئی مل گیا جو انہیں لینے کو تیار ہو؟''

''جی ہاں۔ ایک کا تقاضا تو تیرو کے مالک نے کیا ہے۔ کہتا ہے پلی چاہیے۔''

MashalBooks.org

''واقعی؟ تیرو ماری ماری پھرنے لگی تو اس کے بدلے میں پلی لینے کی سوجھی ہے۔''

''یہی لگتا ہے۔'' کیکو کو یاسو کو سے بات کرنے لگی۔ ''تیرو کہیں پیٹ بھرنے گئی ہے۔'' جو جواب وہ پہلے دے چکی تھی اس کی وضاحت ضروری نہ سمجھتے ہوئے دوسری بات کو شنگو کی خاطر کھول کر بیان کرنے لگی۔ ''پڑوس میں سب تیرو کی ہوشیاری پر دنگ ہیں۔ تیرو کو معلوم ہے کہ کون کس وقت کھانا کھاتا ہے اور ٹھیک وقت پہ وہاں پہنچ جاتی ہے۔

''واقعی؟'' شنگو پر تھوڑی سی اوس پڑ گئی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ تیرو صبح شام چونکہ یہیں کے ٹکڑوں پر پلتی ہے اس لئے اس گھر کو اپنا ٹھکانا خیال کرنے لگی ہوگی۔ کیا وہ اب بھی بچے کھچے لقموں کی تلاش میں اڑوس پڑوس میں گھومتی رہتی تھی؟

کیکو کو نے بات جاری رکھی۔ ''یہ کہا جائے تو زیادہ درست ہوگا کہ اسے کھانے کے اوقات کا نہیں بلکہ ان اوقات کا پتا ہے جب گھر والے کھانے پینے سے فارغ ہو کر صفائی ستھرائی کر رہے ہوتے ہیں۔ پڑوس میں ہر کسی کی زبان پر ہے کہ تیرو نے ہمارے ہاں بچے دئے ہیں اور مجھے ہر طرح کی خبریں ملتی رہتی ہیں کہ تیرو نے یہ کیا، تیرو نے وہ کیا۔ اور ابا جان، جب آپ چلے جاتے ہیں تو بچے آ آ کے کہتے ہیں کہ انہیں پلے دکھائے جائیں۔

''لگتا ہے تیرو بہت مقبول ہے۔''

''ارے ہاں'' یاسو کو بولی۔ ''ایک صاحبہ نے دل چسپ بات کی۔ کہنے لگی کہ تیرو نے جب یہاں بچے دے ہی دیئے ہیں تو اب ہمارے ہاں بھی بچہ ہو کے رہے گا۔ کہنے لگی کہ تیرو ہمیں بڑھاوا دے رہی ہے۔ ہم مبارکباد کے مستحق نہیں کیا؟''

''توبہ ہے، امی جان'' کیکو کو کا منہ لال ہو گیا اور اس نے یاسو کے کندھے سے ہاتھ ہٹا لیا۔

''میں نے تو وہی بتایا جو پڑوس کی ایک خاتون نے کہا تھا۔''

''تمہارا مطلب ہے کہ کوئی ایسی بھی ہے جو انسانوں اور کتوں کو ایک ہی درجے میں رکھتی ہے؟'' شنگو کو خیال آیا کہ یہ بات کہنے والی میں تمیز کی خاصی کمی تھی۔

لیکن کیکو کو نے نظر اُٹھا کر کہا۔ ''اماں یا دادا تیرو کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔ کہنے آئے تھے کہ اسے ہمیں کیوں نہیں پال لیتے۔ تیرو کا ذکر اس طرح کر رہے تھے جیسے کوئی بچی ہو۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ انہیں کیا جواب دوں۔''

MashalBooks.org

''تو اسے پال کیوں نہیں لیتیں،''شنگو نے کہا۔''ویسے بھی ہر وقت یہیں تو رہتی ہے۔''

اما میا کا مکان تیرو کے مالک کے مکان کے ساتھ تھا۔کاروبار میں گھاٹا ہوا تو مکان بیچ کر ٹوکیو چلا گیا اس کے ضعیف ماں باپ ساتھ رہتے تھے۔گھر کے چھوٹے موٹے کام کر دیا کرتے تھے۔ٹوکیو والی جگہ چونکہ چھوٹی تھی اس لئے اما میا انہیں ساتھ نہ لے گیا وہ ایک کمرہ کرائے پر لے کر رہنے لگے۔بڑے میاں پڑوس میں اما میا دادا کے نام سے مشہور تھے۔

تیرو سب سے زیادہ انہیں سے ہلی ہوئی تھی۔کرائے کے کمرے میں منتقل ہونے کے بعد بھی وہ اس کا حال پوچھنے آتے رہے۔

''میں دوڑ کے انہیں بتا آتی ہوں۔'' کیکو کو نے گھر میں جاتے ہوئے کہا۔''ان کی ساری پریشانی دور ہو جائے گی۔''

کالے پلے کو دیکھتے دیکھتے شنگو کو کھڑکی تلے بھٹ کٹیا کا پودا نظر آیا جو ٹوٹا پڑا تھا۔پھول جھڑ چکا تھا۔لیکن تنا، زمین کے پاس سے مڑا ہوا، ابھی تک بالکل ہرا تھا۔

''بھٹ کٹیا بڑا سخت جان پودا ہے''شنگو نے کہا۔

MashalBooks.org

جاڑوں میں چیری

نئے سال سے پہلے کی رات کو مینہ برسنا شروع ہوا اور نئے سال کے پہلے دن برسات کا سا سماں تھا۔

نئے سال کے پہلے دن عمر شمار کرنے کے مغربی طریقے کو سرکاری حیثیت حاصل ہوگئی۔ لہٰذا شنگو کی عمر اکسٹھ سال قرار پائی، یاسوکو کی باسٹھ۔

نئے سال کا آغاز ان لوگوں کا دن تھا جو دیر تک سوئے پڑے رہتے ہیں۔ لیکن شنگو کو ساتو کو نے سویرے جگا دیا۔ وہ برآمدے میں ادھر سے ادھر دڑنگے لگا رہی تھی۔

''ساتو کو، ادھر آؤ'' معلوم ہوتا تھا کہ کیکو کو بھی اُٹھ چکی ہے۔ ''میرے پاس نئے سال کی پڈنگ ہے تمہارے لئے۔ آؤ، مل کے اسے گرم کئے لیتے ہیں۔''

بظاہر وہ چاہ رہی تھی کہ بچی کو کسی طرح بہلا پھسلا کر، شنگو کے کمرے سے دور، باروچی خانے میں بلا لے۔ بہرحال، ساتو کو نے کوئی اعتنا نہ کیا۔ بھاگ دوڑ، اچھل کود جاری رہی۔

''ساتو کو'' فوساکو نے بستر میں لیٹے لیٹے آواز دی۔ ''ادھر آؤ، ساتو کو۔'' ساتو کو نے ماں کو جواب دینے میں بھی کسی خاص عجلت کا ثبوت نہ دیا۔

''بارش والا نیا سال'' یاسوکو نے کہا۔ وہ بھی جاگ گئی تھی۔

شنگو غرا کے رہ گیا۔

''ساتو کو اُٹھ جائے تو کیکو کو بھی اُٹھ کے کام میں لگنا پڑتا ہے۔ میں دیکھتی ہوں۔ فوساکو جانے کیسے بستر سے ہلنے کا نام ہی نہیں لیتی۔'' آخری الفاظ ادا کرتے ہوئے اس کی زبان لڑکھڑائی۔ شنگو کو ہنسی آنے لگی۔ ''نئے سال کے پہلے دن کسی بچے نے مجھے صبح صبح آخری مرتبہ کب

اُٹھایا تھا؟ مدتوں پہلے کبھی جگایا ہوگا۔''

''ارے نہیں۔ سچ پوچھو تو میرے خیال میں یہ نوبت آئے گی۔ بات صرف اتنی ہے کہ ائی ہارا کے گھر میں برآمدے وغیرہ تو ہیں نہیں۔ ایک بار ان برآمدوں سے جی بھر جائے گا تو پھر یہ بھاگ دوڑ ختم۔''

''میں کیا جانوں۔ کیا اس عمر میں اکثر بچوں کو برآمدوں میں بھاگنا دوڑنا اچھا نہیں لگتا؟ اس کے پیروں کی آواز سے ایسا کیوں معلوم ہو رہا ہے۔ کہ وہ فرش سے چپک رہے ہیں؟''

''اس لئے کہ وہ بہت نرم ہیں۔'' یاسوکو کان لگا کر سننے لگی۔ ''یہ آواز سن کر دل پر عجیب اثر ہوتا ہے، نہیں ہوتا کیا؟ ساتو کو کو اب کی بار پانچ سال کی ہو جانا چاہیے تھا اور اچانک تین سال کی رہ گئی۔ مجھے کون سا ایسا خاص فرق پڑے گا اگر چونسٹھ سال کے بجائے باسٹھ سال کی ہو جاؤں۔''

''لیکن تمہیں ایک بات کا خیال نہیں آیا۔ میری سالگرہ تمہاری سالگرہ سے پہلے آتی ہے اور کچھ دیر کے لیے ہم دونوں کی عمر برابر ہو جائے گی۔ میری سالگرہ سے تمہاری سالگرہ تک۔''

لگتا تھا یاسوکو پر یہ حقیقت پہلی بار منکشف ہوئی ہے۔

''کیا کہنا۔ بڑی دور کی سوجھی۔ زندگی میں ایسی روز کہاں سوجھتی ہے۔''

''یونہی سہی'' یاسوکو بڑبڑائی۔ ''لیکن ساری عمر کٹ جانے کے بعد سن وسال کے لحاظ سے برابر ہو جانے میں رکھا ہی کیا ہے۔''

''ساتو کو'' فوسا کو نے دوبارہ آواز دی۔ ''ساتو کو۔'' بظاہر دوڑ بھاگ سے اکتا کر ساتو کو ماں کے پاس چلی گئی۔ ''چھو کے دیکھو ذرا۔ تمہارے پیر کتنے ٹھنڈے ہو رہے ہیں۔''

شنگو نے آنکھیں میچ لیں۔

''ہمارے ہوتے ساتے دوڑتی بھاگتی پھرے تو کوئی تک بھی ہو'' یاسوکو نے ذرا ٹھہر کے کہا۔ ''لیکن جہاں ہمیں دیکھا بسورنے لگی، ماں سے جا چمٹی۔''

شاید دونوں ہی ایک دوسرے میں بچی سے لگاؤ کے کوئی اثر آثار تلاش کرنا چاہتے تھے۔

جو بھی ہو، شنگو کو یہی محسوس ہوا کہ یاسوکو اسے ٹوہ رہی ہے۔

یا شاید وہ خود اپنے آپ کو ٹوہ رہا تھا۔

پیروں کے فرش سے چپکنے کی آواز اسے بھلی نہ لگی تھی کیونکہ وہ نیند بھر کے سو نہ سکا تھا۔ لیکن، اس کے برعکس، اس آواز سے کوئی خاص کوفت بھی نہ ہوئی تھی۔

MashalBooks.org

تاہم نواسی کے قدموں کی چاپ سن کر دل کو جس طرح ٹھنڈک پہنچنی چاہئے تھی وہ اس کے حصے میں نہ آئی تھی۔ اس بارے میں کسی شک کی گنجائش نہ تھی کہ شنگو کا دل شفقت سے خالی تھا۔

اسے یہ احساس تک نہ ہوا کہ جھلملیاں تو ابھی بند ہیں اور برآمدے میں اندھیرا چھایا ہوا ہوگا۔ جس اندھیرے کی طرف اس کا خیال نہ گیا اسے یاسوکو نے بظاہر فوراً محسوس کرلیا۔ انہیں باتوں سے بچی یاسوکو کے دل میں دردمندی کے جذبات ابھارنے میں کامیاب ہوجاتی تھی۔

4

فوساکو کی ازدواجی زندگی کی بدمزگی نے ساتوکو کو بھی چڑکا لگا کر چھوڑا تھا۔ یہ دیکھ کر شنگو میں بھی ایک طرح کی دردمندی بیدار ہوجاتی لیکن کوفت زیادہ ہوتی۔ اس سلسلے میں کچھ کیا جو نہیں جاسکتا تھا۔

اسے حیرت ہوتی کہ وہ کس حد تک بے بس ہے۔

ظاہر ہے والدین میں سے کوئی بھی اولاد کی ازدواجی زندگی میں بہت زیادہ دخل نہیں دے سکتا۔ لیکن معاملات اتنے بگڑ جانے کے بعد کہ طلاق کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آتا تھا جو بات اب سب سے زیادہ چونکاتی تھی وہ بیٹی کی اپنی بے چارگی تھی۔

طلاق کے بعد والدین بیٹی اور نواسیوں کو گھر لے بھی آتے تو کیا۔ مسئلے تو جوں کے توں رہتے، درماں کی کوئی صورت نہ نکلتی اور بیٹی اور اپنی مرضی کی مالک بن کر زندگی پھر بھی نہ گزار سکتی۔

تو پھر کیا کسی ایسی عورت کے سامنے جس کی شادی ناکام ہوگئی ہو، مسئلے کا کوئی حل سرے سے ہے ہی نہیں؟

خزاں میں، فوساکو نے شوہر سے منہ موڑا تو والدین کے پاس آنے کے بجائے شی نانو چلی گئی جسے آبائی ٹھکانے کی حیثیت حاصل تھی۔ وہاں سے تار بھیج کر میکے کو خبر دی کہ شوہر کے گھر سے چلی آئی ہے۔

شوئی چی گیا کہ اسے میکے لے آئے۔

وہ ایک مہینہ کاماکورا میں رہی۔ پھر یہ کہہ کے چلی گئی کہ ائی ہارا سے قطعی اور حتمی طور پر تعلق ختم کر کے رہے گی۔

MashalBooks.org

گھر والوں نے کہا بھی کہ اگر ائی ہارا سے بات ہی کرنی ہے تو شاید شنگو یا شوئی چی کا جانا بہتر رہے۔لیکن فوسا کو نے کسی کی نہ سنی۔خود جانے پر اڑی رہی۔

''لیکن بچیوں کا کیا کریں، یہی تو سارا مسئلہ ہے۔'' فوسا کو نے اس وقت کہا جب ماں نے تجویز کیا کہ کم از کم بچیوں کو تو ننھیال چھوڑ جائے۔وہ یاسوکو پر اس طرح چڑھ دوڑی جیسے دورہ پڑ گیا ہو۔'' مجھے تو یہ بھی پتا نہیں کہ بچیاں میرے پاس رہیں گی یا ائی ہارا انہیں رکھ لے گا۔'' اور یوں وہ گھر سے رخصت ہوئی تھی اور لوٹ کر نہ آئی تھی۔

پھر بھی یہ میاں بیوی کا آپس کا معاملہ تھا اور شنگو اور اس کے گھر والے پریشان تھے۔سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کب تک یونہی منہ سے انتظار کرتے رہیں۔اور یوں بے کلی کے وہ دن گزرتے رہے۔

فوسا کو کی طرف سے کوئی خیر خبر نہ آئی۔

کیا وہ دوبارہ ائی ہارا کے گھر بس گئی تھی؟

''یہ سلسلہ تو بس اسی طرح گھسٹتا رہے گا۔'' یاسوکو نے کہا۔

''خیر، اس کے گھسٹنے کے ذمے دار تو ہمیں ہیں۔'' شنگو نے کہا۔دونوں کے چہرے مکدر تھے۔

پھر سال کے آخری دن شام کے وقت فوسا کو اچانک لوٹ آئی۔

''کیا ہوا؟'' بیٹی اور نواسیوں کو دیکھ کر یاسوکو سہمی ہوئی لگ رہی تھی۔

فوسا کو نے کانپتے ہاتھوں سے چھتری بند کرنے کی کوشش کی۔ایسا لگتا تھا کہ چھتری کی ایک دو تیلیاں ٹوٹی ہوئی ہیں۔

''بارش ہو رہی ہے؟'' یاسوکو نے پوچھا۔

کیکو کو گھر سے نکل کر دروازے تک آئی اور ساتو کو کو گود میں اُٹھا لیا۔

وہ نئے سال کے لیے کھانے پینے کی چیزیں تیار کرنے میں یاسوکو کا ہاتھ بٹا رہی تھی۔

فوسا کو باروچی خانے کے راستے اندر آئی تھی۔

شنگو کو شک گزرا کہ وہ روپیہ مانگنے آئی ہے لیکن بات کچھ اور معلوم ہوتی تھی۔

یاسوکو نے ہاتھ پونچھے اور بیٹھک میں چلی گئی۔'' یہ ایک ہی رہی۔کل نیا سال چڑھنے کو ہے اور تمہیں گھر سے چلتا کر دیا۔'' وہ بیٹی کو کھڑی کھڑی تکتی رہی۔

MashalBooks.org

فوسا کو چپ چپ رو رہی تھی۔

''جو ہوا اسی کو بہتر سمجھو'' شنگو نے کہا۔ ''صاف صاف چھٹم چھٹا۔''

''اوہ؟ کیا یہ ممکن ہے کہ کسی کو نئے سال چڑھنے کی رات کو گھر سے نکال دیا جائے؟ میں تو یہ سوچ ہی نہیں سکتی تھی۔''

''میں اپنی مرضی سے آئی ہوں۔'' آنسوؤں سے فوسا کو کا گلا رندھا ہوا تھا۔

''اوہ، خیر، یہ تو، میں سمجھتی ہوں، بات ہی اور ہے۔ تم بس اپنے گھر نیا سال گزارنے آئی ہو۔ مجھے بات کو یہ رنگ نہ دینا چاہیے تھا۔ غلطی ہوئی۔ معافی چاہتی ہوں۔ لیکن، چلو، اب اس بارے میں کیا گفتگو کرنی۔ جو کہنا سننا ہے چھٹی کے دوران جی بھر کے کہہ سن لیں گے۔'' یاسوکو باورچی خانے میں چلی گئی۔

بیوی کے لہجے پر شنگو تھوڑا سٹپٹایا۔ لیکن اس لہجے میں کچھ شائبہ مامتا کا بھی تھا۔ نئے سال سے پہلے کی رات کو یہ دیکھ کر کہ بیٹی باورچی خانے کے دروازے سے گھر میں آئی ہے یا اندھیرے برآمدے میں بچی کے قدموں کی آواز سن کر یاسوکو کے دل پر چوٹ لگنا فطری امر تھا لیکن شنگو نے محسوس کیا کہ ان باتوں میں ایک پہلو اس کے حفظ مراتب کا بھی تھا۔

نئے سال کے پہلے دن فوسا کو صبح کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ دیر تک سوتی رہی۔

میز کے گرد بیٹھے ہوئے وہ اسے غرارے کرتے سن سکتے تھے۔ اس کی شست و شور ختم ہونے میں نہ آ رہی تھی۔

''انتظار کر ہی رہے ہیں تو اتنے ایک ایک پیالہ ہو جائے'' شوئی چی نے باپ کیلئے ساکے انڈیلتے ہوئے کہا۔ ''ان دنوں آپ کے سر پر خاصے سفید بال نظر آ رہے ہیں۔''

''درست۔ میری عمر کو پہنچنے کے بعد ہر روز زیادہ بال سفید ہوتے جاتے ہیں۔ ہر روز۔ بعض دفعہ تو آنکھوں کے سامنے، دیکھتے دیکھتے، سفید ہو جاتے ہیں۔''

''گپ۔''

''نہیں۔ لو دیکھو۔'' شنگو آگے جھکا۔ یاسوکو اور شوئی چی اس کے سر کو دیکھنے لگے اور کیکو کو تو ٹکٹکی باندھے ہوئے تھی۔

فوسا کو کی چھوٹی بچی اس کی گود میں تھی۔

MashalBooks.org

3

فوساکو اور بچیوں کے لیے ایک اور کوتاتسو نکالا گیا تھا۔ کیکو کو دوسرے کمرے میں ان کے پاس چلی گئی۔

شنگو اور شوئی چی شراب کے پیالے لئے آمنے سامنے ڈٹے ہوئے تھے۔ یاسوکو ایک طرف ہو کے بیٹھی تھی۔

شوئی چی گھر پر شاذ ہی پیتا تھا لیکن شاید نئے سال کے پہلے دن کے بھیگے بھیگے موسم کے زیر اثر، اپنی بت سے باہر ہو کے، باپ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے، پیالے پر پیالہ چڑھائے جا رہا تھا۔ عام حالات میں اس کے چہرے پر جو کیفیت نظر آتی تھی اس کا کہیں پتا نہ تھا۔ تیور بدلے بدلے تھے۔ شنگو سن چکا تھا کہ شوئی چی کس طرح اپنی داشتہ کے ٹھکانے پر پی پی کے دھت ہو گیا تھا اور کس طرح ضد کرنے لگا تھا کہ داشتہ کی سہیلی کو گانا سنانا پڑے گا اور داشتہ رو دی تھی۔

یاسوکو نے آواز دی۔ ''کیکو کو، زحمت نہ ہو تو تھوڑے سے سنگترے ہمیں بھی لا دو؟'' کیکو کو نے دروازہ کھسکا کر کھولا۔ ''آؤ، یہاں آ کے بیٹھو۔ مجھے دو چپ چاپ شرابیوں کو سنبھالنا پڑ رہا ہے۔

کیکو کو نے شوئی چی پر نظر ڈالی۔ ''میرے خیال میں ابا جان کوئی زیادہ تو نہیں پی رہے۔''

''میں تھوڑا غور کرتا رہا ہوں'' شوئی چی بڑبڑایا۔ ''ابا جی کی زندگی کے بارے میں۔''

''میری زندگی کے بارے میں؟''

''اوہ'' کسی قسم کی قطعیت کے بغیر۔ لیکن اگر مجھ سے اپنی قیاس آرائیوں کا خلاصہ تیار کرنے کو کہا جائے تو میرا خیال ہے کہ عبارت کچھ یوں ہوگی: ابا جی کامیاب ہوئے یا ناکام رہے؟''

''کیا سمجھتے ہو، اس بارے میں کوئی فیصلہ دے سکو گے؟'' شنگو ایک لمحے کیلئے خاموش رہا۔ ''بھئی اس برس نئے سال کیلئے پکے ہوئے کھانے میں تھوڑا سا ذائقہ وہی ہے جو جنگ سے پہلے ہوا کرتا تھا۔ اس اعتبار سے تم کہہ سکتے ہو کہ میں کامیاب ہوں۔''

''کھانا..... یہی کہا نا آپ نے؟''

''یہی کہا..... اور بس اتنی سی بات کافی نہیں کیا؟ اگر تمہارا یہ کہنا ہے کہ اپنے والد کی زندگی

کے بارے میں تھوڑی بہت سوچ بچار کرتے رہے ہو۔''

''تھوڑی بہت....''

''ایک معمولی، بری بھلی سی زندگی جس کا سلسلہ دراز ہوتے ہوتے یہاں تک آ پہنچا ہے اور اب نئے سال کے موقع پر جسے محض اتفاق سے تر مال ہاتھ آ گیا ہے۔ بہت سے لوگ مر چکے ہیں، تمہیں معلوم ہی ہے۔''

''صحیح۔''

''لیکن بظاہر کسی ماں یا باپ کی کامیابی کا کچھ نہ کچھ تعلق اسی بات سے ہے کہ اولاد کی شادیاں کامیاب ہوئیں یا ناکام۔ میں اس ضمن میں زیادہ کامیاب نہیں رہا۔''

''تو آپ یہ محسوس کرتے ہیں، کیوں جی؟''

''ارے بس بھی کرو، تم دونوں'' یاسوکو نے ان کی طرف دیکھا۔ ''تم سال کو کوئی اچھا آغاز فراہم نہیں کر رہے۔'' اس نے آواز نیچی کی۔ ''اور یہ نہ بھولو کہ فوسا کو آئی ہوئی۔ میں نے کہا، وہ ہے کہاں؟''

''سوگئی'' کیکو کو نے بتایا۔

''ساتو کو؟''

''ساتو کو اور چھوٹی بھی۔''

''اور دیکھو۔ اور تینوں سوئی پڑی ہیں۔'' یاسوکو کی آنکھیں گول تھیں اور چہرے پر اس معصومیت کی ذرا سی جھلک تھی جو بڑھاپا آنے پر نمودار ہو جاتی ہے۔

باہر کا گیٹ کھلا۔ کیکو کو اُٹھ کر باہر گئی۔ تانی زا کی ائیکو نئے سال کا سلام کرنے آئی تھی۔

''لو دیکھو۔ اور اس بارش میں۔'' شنگو سچ مچ حیران رہ گیا تھا لیکن یہ ''لو دیکھو'' کہنا یاسوکو سے سیکھا تھا۔

''کہتی ہے کہ اندر نہیں آئے گی'' کیکو کو نے کہا۔

''اوہ؟'' شنگو دروازے تک گیا۔

ائیکو کالی مخمل کا لباس پہنے، کوٹ بازو پر ڈالے کھڑی تھی۔ لگتا یہی تھا کہ شیوہ کر کے چہرے کا رواں صاف کر چکی ہے لیکن پھر بھی بھاری میک اپ کر رکھا تھا۔ سلام کرنے کیلئے کولہوں پر سے جھکی تو اور بھی چھوٹی معلوم ہونے لگی۔

MashalBooks.org

اس کے آداب بجالانے کے انداز میں تھوڑا سا تکلف پایا جاتا تھا۔

''تمہاری عنایت جو اس موسلا دھار بارش میں چلی آئیں۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ کوئی مجھ سے ملنے آئے گا اور اپنے طور پر باہر کہیں جانے کا سوچا بھی نہیں تھا۔ اندر آجاؤ اور خود کو گرما لو۔''

''شکریہ''

ائیکو ہوا اور بارش کی سردی جھیلتی ہوئی وہاں تک پہنچی تھی۔ شنگو کو یہ سمجھنے میں دشواری ہوئی کہ آیا وہ کوئی احتجاج کرنے کی غرض سے آئی ہے یا واقعی اس کے پاس کہنے سننے کے لیے کچھ ہے۔

جو بھی ہو، شنگو نے محسوس کیا کہ ائیکو نے جرات مندی کا ثبوت دیا ہے۔

معلوم ہوتا تھا کہ ائیکو اندر آنے سے ہچکچا رہی ہے۔

''اگر یہ بات ہے تو مجھے ذرا سنبھلنے کا موقع دو۔ میں تمہارے ساتھ باہر چلا چلتا ہوں۔ میں جتنی دیر میں تیار ہوں تم اندر آ کے انتظار کیوں نہیں کر لیتیں؟ میں ہمیشہ اور کسی سے نہیں تو مسٹر ایتا کورا سے ملنے تو جاتا ہی ہوں۔ وہ کمپنی کے پرانے صدر ہیں۔''

پوری صبح ایتا کورا کا خیال اس کے ذہن پر چھایا رہا تھا اور ائیکو کے آنے کے بعد اسے فیصلہ کرتے دیر نہ لگی۔ وہ جلدی سے کپڑے بدلنے چلا گیا۔

شنگو اُٹھ گیا باہر گیا تھا تو بظاہر شوئی چی کوتاتسو میں ٹانگیں پھیلائے لیٹا رہا تھا۔ شنگو نے کپڑے بدلنے شروع کیے تو وہ دوبارہ اُٹھ بیٹھا۔

''تانی زاکی آئی ہے'' شنگو نے کہا۔

شوئی چی نے ''ہاں'' اس طرح کہا جیسے تانی زاکی کے آنے سے اسے کوئی سروکار نہیں اور وہ جا کر تانی زاکی سے دُعا سلام کرنے پر آمادہ نظر نہ آیا۔

شنگو باہر جانے لگا تو شوئی چی نظر اُٹھا کر اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ ''اندھیرا ہونے سے پہلے آجایئے گا۔''

''میں جلدی لوٹ آؤں گا۔''

تیرو گیٹ پر پہنچ چکی تھی۔

ایک کالا پلا دوڑا دوڑا آیا اور اپنی ماں کی نقل اتارتا ہوا شنگو کا راستہ کاٹ کے گیٹ کی طرف چلا۔ لڑکھڑا کے جو گرا تو بدن ایک طرف سے بھیگ گیا۔

''کتنا برا ہوا'' ائیکو نے کہا۔ ایسا لگا کہ وہ پلے کے پاس پہنچ کر گھٹنوں کے بل جھکنے ہی والی

ہے۔

''ہمارے پاس پانچ تھے۔ چار تو دے دلا دئے۔ اب یہی بچا ہے۔ اسے دینے کا وعدہ بھی کر چکے ہیں۔''

یوکوسوکا لائن والی ٹرین خالی چل رہی تھی۔

ہوا کے زور سے بارش افقی بوچھاڑ میں تبدیل ہوگئی تھی۔ بارش کو دیکھتے ہوئے شنگو کو ایک طرح کی خوشی محسوس ہوئی کہ ائیکو اس آندھی پانی کو خاطر میں نہ لائی تھی۔ ''عام طور پر تو ہاچی مان درگاہ سے آنے والے لوگ جوق در جوق موجود ہوتے ہیں۔'' ائیکو نے سر ہلا کر تائید کی۔

''ہاں''

ائیکو کچھ دیر آنکھیں جھکائے رہی۔ ''میں چاہوں گی کہ نوکری چھوڑنے کے بعد بھی آتی رہوں۔''

''ایک دفعہ شادی ہوگئی تو پھر نہ آسکو گی۔ تم کچھ سوچ کے ملنے آئی تھیں؟''

''نہیں۔''

''شرمانے کی ضرورت نہیں۔ ان دنوں میں تھوڑا سا مٹھا اور غائب دماغ ہوں۔''

''بنئے مت'' یہ عجیب بات کہی گئی۔ ''لیکن میرے خیال میں آپ سے کہنا ہی پڑے گا کہ مجھے فارغ کر دیں۔''

یہ اعلان بالکل غیر متوقع نہ تھا لیکن شنگو سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔

''میں نئے سال کے پہلے دن خاص طور پر یہ بتانے نہیں آئی تھی۔'' بات کرنے کا انداز ایسا تھا جیسے، نوجوان عورت کے بجائے، کوئی بڑی عمر کی عورت بول رہی ہو۔

''اس بارے میں پھر کبھی بات کریں گے۔''

''اوہ؟'' شنگو کی خوشی کافور ہو چکی تھی۔

ائیکو کو اس کے دفتر میں کام کرتے ہوئے تین سال ہو گئے تھے اور اب، اچانک وہ اور ہی کوئی عورت کے بجائے، کوئی بڑی عمر کی عورت بول رہی ہو۔

''اس بارے میں پھر کبھی بات کریں گے۔''

''اوہ؟'' شنگو کی خوشی کافور ہو چکی تھی۔

ائیکو کو اس کے دفتر میں کام کرتے ہوئے تین سال ہو گئے تھے اور اب، اچانک وہ اور ہی

MashalBooks.org

کوئی عورت معلوم ہونے لگی۔ جس ائیکو کو روز دیکھتا تھا یہ وہ نہیں تھی، ویسے شنگو نے اس پر کبھی کوئی زیادہ توجہ دی بھی نہیں تھی۔ وہ محض اس کی سیکرٹری تھی۔

شنگو نے، ظاہر ہے، یہ محسوس کیا کہ وہ اسے ملازمت پر برقرار رکھنا چاہیے گا۔

تاہم وہ کسی اعتبار سے اس کی بندھوا نہیں تھی۔

''لیکن میں سمجھتا ہوں قصور میرا ہے کہ تم ملازمت چھوڑنا چاہتی ہو۔ میں نے تمہیں مجبور کیا کہ مجھے لے چلو اور وہ گھر دکھاؤ اور میری وجہ سے تمہیں بہت سی ناگوار باتیں سہنا پڑیں اور میں جانتا ہوں کہ شوئی چی سے بہ امر مجبوری ملتے جلتے رہنا آسان کام نہیں۔''

''مشکل تو پیش آئی'' ائیکو کے جواب میں کسی قسم کا ابہام نہیں تھا۔ ''لیکن جب میں نے بعد میں اس سارے معاملے پر غور کیا تو لگا کہ آپ نے وہی کیا جو کسی باپ کو کرنا چاہیے تھا۔ اور مجھے پتا چلا کہ میں خود بھی غلطی پر تھی۔ جب شوئی چی مجھے ناچ گھر لے گیا اور کینو کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا تو میں خود کو بڑا کچھ سمجھنے لگی۔ میں نے اخلاقی سے گری ہوئی حرکت کی۔''

''یہ تو ذرا زیادہ سخت الفاظ استعمال کر رہی ہو۔''

''لیکن میں اور بھی زیادہ بیہودگی پر اتر آئی تھی۔'' ملال کی وجہ سے ائیکو کی آنکھیں ادھ مندی تھیں۔ ''اگر میں نے ملازمت چھوڑ دی تو کینو سے کہوں گی کہ شوئی چی سے تعلقات ختم کر لے تاکہ آپ نے مجھ پر جو جو احسانات کئے ان سب کے بدلے میں آپ کے لیے کچھ کر سکوں۔''

شنگو چونک اُٹھا۔ یوں لگا جیسے کسی دکھتی رگ کو چھو لیا گیا ہو۔

''دروازے پر وہ اس کی بیوی آئی تھی؟''

''کیکوکو؟''

''ہاں..... یہ مجھ پر بہت گراں گزرا۔ میں نے طے کر لیا کہ کینو سے واقعی بات کرنی پڑے گی۔''

شنگو کو لگا جیسے ائیکو پر سے بوجھ کچھ کم سا ہو گیا ہے اور یہ بھی کہ خود اس کی زندہ دلی لوٹ آنے کو ہے۔

اسے خیال آیا: یہ ناممکن تو نہیں کہ ایسی ہلکی پھلکی تدبیروں ہی سے شاید یہ مسئلہ غیر متوقع طور پر جھٹ پٹ حل ہو جائے۔

MashalBooks.org

''سچ پوچھو تو میں تم سے اس طرح کا کوئی تقاضا نہیں کر سکتا۔''

''جو کر رہی ہوں اس میں میری مرضی شامل ہے۔ آپ نے میرے لئے اتنا کچھ کیا۔ اس لے لازم ہے کہ میں بھی آپ کے کسی کام آؤں۔''

اس قدر پرزور مکالمہ جب ائیکو کے چھوٹے چھوٹے ہونٹوں سے ادا ہوا تو اسے سنتے ہی شنگو کو ایک بار پھر کسی دکھتی رگ کے احساس نے آلیا۔

اور اسے خیال آیا کہ ائیکو سے کہہ دے کہ جن معاملوں سے اسے کچھ لینا دینا نہیں ان میں کود پڑنے سے باز رہے۔

لیکن معلوم ہوتا تھا کہ ائیکو اپنے ''فیصلے'' سے بہت متاثر ہوئی ہے۔

''اتنی اچھی بھلی بیوی کے ہوتے ہوئے یہ کچھ۔ شوئی چی میری سمجھ میں تو آتا نہیں۔ اسے کینو کے ساتھ دیکھتی ہوں تو دل پر چھریاں چلنے لگتی ہیں لیکن اس کی بیوی سے حسد نہیں کر سکتی۔ ان میں آپس میں چاہے کتنی ہی گاڑھی چھنے مجھے کوئی پروا نہیں ہوگی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ مردوں کی ان عورتوں سے تسلی نہیں ہوتی جنہیں دیکھ کر دوسری عورتیں خار نہ کھاتی ہوں؟''

شنگو کے لبوں پر زہرناک مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

''ہمیشہ یہی کہتا رہتا کہ وہ بچوں جیسی ہے۔''

''تم سے؟'' شنگو کے ان الفاظ میں تلخی تھی۔

''ہاں اور کینو سے بھی۔ کہتا ہے کہ آپ کو اسی لئے اچھی لگتی ہے۔ بچی جو ہوئی۔''

''احمق کہیں کا'' شنگو نے ائیکو نے طرف دیکھا۔

''لیکن اب اس طرح کی باتیں کرنا'' ائیکو نے کچھ گھبرا کر کہا۔ ''اپنی بیوی کا ذکر کرنا چھوڑ دیا ہے۔''

غصے کے مارے شنگو پر تقریباً لرزہ طاری تھا۔

وہ جان گیا کہ شوئی چی اشارتاً کیکو کے بدن کا ذکر کر رہا تھا۔

کیا اُسے اُمید تھی کہ دلہن کی صورت میں کوئی بیسوا مل جائے گی؟ اگر بات یہی تھی تو اس سے حیرت زدہ کرنے والی بے عقلی کا، اور شنگو کو محسوس ہوا، روح کی کسی ڈراؤنی معذوزی کا بھی، ثبوت ملتا تھا۔

کیا جس بے شرمی سے اس نے کینو بلکہ ائیکو تک کے سامنے اپنی بیوی کا ذکر کیا وہ اسی

معذوری کا نتیجہ تھی؟

اسے شوئی چی میں سنگ دلی نظر آئی۔ اور صرف اسی میں نہیں، کیکوکو کے حوالے سے کینو اور ائیکو میں بھی سنگ دلی کا احساس ہوا۔

کیا شوئی چی کیکوکو کے ستھرے پن کو کبھی محسوس نہیں کر سکا؟

اپنے بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹی کیکوکو کا پیلا، نازک، بچوں جیسا چہرہ، اس کی نگاہوں میں گھومنے لگا۔

شنگو پر عیاں تھا کہ اپنی بہو کی خاطر بیٹے سے شہوانی سی رنجش محسوس کرنا ذرا غیر نارمل بات ہے۔ لیکن اس معاملے میں اس کا کوئی بس نہیں چلتا تھا۔

ایک زیریں رو اس کی زندگی میں کارفرما رہی تھی یعنی وہی غیر نارملیت جس نے اسے، جو یاسوکو کی بہن پر مائل تھا، بہن کی وفات کے بعد، یاسوکو سے شادی کرنے پر اکسایا، جو عمر میں ایک سال بڑی تھی، کیا کیکوکو کی موجودگی نے اس غیر نارملیت کو مزید بگاڑ دیا تھا؟

جب شوئی چی نے شادی ہوتے ہی اپنے لئے کوئی اور عورت ڈھونڈ لی تھی، اور وہ بھی اتنی جلدی حیرت ہوتی تھی، تو کیکوکو کی سمجھ میں نہ آیا تھا کہ اپنے جلاپے پر کیسے قابو پائے۔ اور اس کے باوجود معلوم یہ ہوتا تھا کہ شوئی چی کی سنگ دلی اور اخلاقی معذوری کو دیکھ کر بلکہ کہنا چاہیے عین انہیں کی وجہ سے، کیکوکو کے اندر کی عورت بیدار ہو چکی ہے۔

اسے یاد آیا کہ جسمانی طور پر ائیکو کیکوکو کے مقابلے میں کم بالیدہ تھی۔

شنگو خاموش ہو گیا اور اپنی مغمومی کی مدد سے غصے پر کسی طرح قابو پانے کی سعی کرتا رہا۔

ائیکو بھی چپ تھی۔ دستانے اتار کر اس نے بال ہموار کرنے کیلئے ہاتھ پھیرا۔

4

شنگو اتامی میں تھا۔ ہوٹل کے باغ میں چیری کا ایک درخت سر تا بقدم پھولوں سے لدا ہوا تھا۔ جنوری کی دن تھے۔

اسے بتایا گیا تھا کہ زمستانی چیری کے درختوں پر سال ختم ہونے سے پہلے ہی پھول آ گئے تھے لیکن اس نے محسوس کیا کہ وہ کسی بالکل ہی مختلف دُنیا کے موسم بہار سے دوچار ہو گیا ہے۔

آلوچے سرخ پھولوں کو اس نے غلطی سے آڑو کے شگوفے سمجھ لیا اور حیران ہوتا رہا کہ سفید

پھولوں کہیں خوبانی کے تو نہیں۔

چیری کے پھولوں کا عکس جس طرح تالاب میں پڑ رہا تھا اسے دیکھ کر وہ ان کی طرف کھنچا چلا گیا اور تالاب کے کنارے جا کھڑا ہوا۔ اسے ابھی اپنا کمرا نہیں دکھایا گیا تھا۔

پل پار کر کے وہ دوسرے کنارے پر پہنچا تا کہ آلو چے کے ایک درخت کو دیکھے جسے چھتری کی شکل دی گئی تھی اور جو سرخ پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا۔

کئی بطخیں درخت کے نیچے سے دوڑی دوڑی آئیں۔ ان کی زرد چونچوں اور پنجوں کے ذرا نسبتاً گہرے زرد رنگ کو دیکھ کر اسے پھر بہار کا احساس ہوا۔

کل کو فرم مہمانوں کو ضیافت دے گی اور شنکو اس کا انتظام کرنے آیا تھا۔ اس کے ذمے جو کام تھا وہ ہوٹل کے مالک سے صلاح مشورے کے بعد ختم ہو گیا۔

وہ برآمدے میں جا بیٹھا اور باغ کو دیکھتا رہا۔

سفید ایزیلیا کے پھول بھی تھے۔

بہر حال، جکو کو درے کی جانب سے بھاری برساؤ بادل امڈے آ رہے تھے اور وہ اندر چلا گیا۔

ڈیسک پر ایک جیبی گھڑی اور ایک رسٹ واچ رکھی تھی۔ رسٹ واچ دو منٹ آگے تھی۔

دونوں گھڑیوں میں ٹھیک ایک ہی وقت ہوا، ایسا بہت کم ہوتا تھا۔ شنکو کو اس وجہ سے کبھی کبھی الجھن ہونے لگتی تھی۔

''لیکن ان کی وجہ سے اگر تمہیں اتنی پریشانی اُٹھانی پڑتی ہے تو پھر صرف ایک کو ساتھ کیوں نہیں رکھتے؟'' یاسوکو نے کہا۔

اس میں شک نہیں کہ یاسوکو کی بات وزن رکھتی تھی، لیکن دو گھڑیاں رکھنے کی عادت بھی تو برسوں پرانی تھی۔

رات کے کھانے سے پہلے ہی موسلا دھار بارش ہونے لگی اور تیز ہوائیں چلیں۔

بجلی چلی گئی تو وہ سویرے سے بستر پر جا لیٹا۔

باغ میں کسی کتے کے چیخنے چلانے اور ہوا اور بارش کے شور سے، جو کسی طوفانی سمندر کی گھن گرج سے مشابہ تھا، شنکو کی آنکھ کھل گئی۔

اس کے ماتھے پر پسینے کو بوندیں تھیں۔ کمرے میں ایک طرح کا بوجھل پن تھا، جیسا بہار

کے دنوں میں سمندر کنارے کسی طوفان کی آمد آمد کے وقت ہوتا ہے۔ ہوا نیم گرم سی تھی اور لگتا تھا کہ اس کا دم گھٹا جا رہا ہے۔

گہرا سانس لیتے ہوئے اس نے محسوس کیا کہ بے اطمینانی کا کوئی ریلا آیا ہے۔ جیسے وہ خون تھوکنے ہی والا ہو۔

''تکلیف میرے سینے میں نہیں'' اس نے بڑبڑا کر کہا، اسے محض متلاہٹ کا دورہ پڑا تھا۔

کانوں میں ایک ناگوار تناؤ کنپٹیوں سے ہوتا ہوا اس کے ماتھے پر اکٹھا ہو گیا اس نے ماتھے اور گلے کو سہلایا۔

گرجتے سمندر جیسا شور پہاڑی علاقے میں ہونے والی دھواں دھار بارش کا تھا اور اس شور سے بالا بالا ہوا کی تند کھرچیلی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔

طوفان کی گہرائیوں میں ایک گرج تھی۔

اسے خیال آیا کہ کوئی ٹرین سرنگ میں سے گزر رہی ہے حقیقت میں بات تھی بھی یہی۔ جب ٹرین سرنگ سے باہر آئی تو سیٹی سنائی دی۔

شنگو پر اچانک خوف غالب آ گیا۔ اب وہ پوری طرح بیدار ہو چکا تھا۔

گرج مسلسل سنائی دے رہی تھی۔ ختم ہونے میں نہ آتی تھی۔ سرنگ چونکہ کوئی پانچ میل لمبی تھی اس لئے ٹرین کو گزرنے میں شاید سات آٹھ منٹ لگنے چاہئیں تھے۔

اس کا تاثر یہ تھا کہ اس نے ٹرین کو سرنگ کے دور والے دہانے سے، جو کنامی سے پرے تھا۔ اندر داخل ہوتے سنا ہے۔ لیکن کیا یہ ممکن تھا کہ اتنی دور سے ٹرین کی آواز سنائی دے گئی ہو، جب کہ وہ اتامی کی طرف واقع دہانے سے بھی، جہاں سے ٹرین کو باہر آنا تھا، آدھے میل دور تھا؟

اس نے جانے کیسے سرنگ میں ٹرین کی موجودگی کو اس طرح محسوس کیا جیسے وہ اس کے سر میں چل رہی ہو۔ ٹرین کو پورا راستہ طے کرتے محسوس کیا یہاں تک کہ وہ نزدیک والے دہانے تک آ پہنچی اور جب سرنگ سے باہر آ گئی تو اطمینان کا سانس لیا۔

لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا۔ اس نے طے کیا کہ صبح اُٹھ کر ہوٹل والوں سے پوچھ گچھ کرنے کے علاوہ ریلوے سٹیشن بھی فون کرے گا۔

کچھ دیر اسے نیند نہ آئی۔

''شنگو .....و.....و! شنگو .....و.....و!'' اس حالت میں کہ پوری طرح نہ سویا

ہوا تھا نہ پوری طرح جاگ رہا تھا اس نے سنا کہ کوئی اسے بلا رہا ہے۔

اگر کوئی اس خاص لے میں آواز دیتا تھا تو وہ یاسوکو کی بہن تھی۔

اس بیداری میں شنگو کے لئے دل میں کھب جانے والی لذت تھی۔

''شنگو .....و.....و!شنگو .....و.....و!''

آواز دبے پاؤں پائیں باغ میں چلی آئی اور کھڑکی کے نیچے سے بلند ہوئی۔

شنگو جاگ رہا تھا۔ ہوٹل کے پیچھے بہنے والے چشمے کی آواز گرج میں تبدیل ہو چکی تھی۔

بچوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

وہ اُٹھا اور پچھواڑے کی طرف کھلنے والی جھلملیاں وا کیں۔

صبح کی دھوپ چمک رہی تھی۔ اس میں جاڑوں کے سورج کی وہ گرم چمک تھی جو موسم بہار کی بارش میں نہائی ہوئی ہو۔

چشمے سے پرلیس رستے پر اپنے گرامر سکول جانے والے سات آٹھ بچے جمع تھے۔ کیا اس نے انہیں ایک دوسرے کو آواز دیتے سنا تھا؟

لیکن شنگو کھڑکی سے باہر جھکا اور چشمے کے ارلے کنارے پر اگی بانس واڑی کو کھوجنے لگا۔

MashalBooks.org

گجر دم پانی

جب نئے سال کے پہلے دن بیٹے نے شنگو کو بتایا تھا کہ اس کے بال سفید ہو چلے ہیں تو شنگو نے جواب دیا تھا کہ اس عمر کو پہنچ کر روز آدمی کے زیادہ بال سفید ہوتے جاتے ہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ آنکھوں کے سامنے سفید ہونے لگتے ہیں۔ ابھی کالے، ابھی دیکھتے دیکھتے سفید۔ اسے کتیا موتو یاد آ گیا تھا۔

سکولوں میں اس کے ہم جماعت اب ساٹھ ستر کے ہو چکے تھے۔ ان میں ایسے لوگوں کی تعداد خاصی تھی جن کی قسمت پھوٹ چکی تھی۔ جنگ کے دوران جو پیچ پڑا تو شکست ہونے تک سنبھالا نہ لے سکے۔ چونکہ اس وقت تک ان کی عمر پچپن سے تجاوز کر چکی تھی اس لئے یہ اوبار سفاک تھا اور بحالی دشوار۔ اور اس عمر والوں کے بیٹے جوان ہوتے ہیں۔ سو بیٹے جنگ میں کام آتے رہے۔

کیتا موتو کے تین بیٹے مارے گئے تھے۔ جب اس کی کمپنی نے جنگی ساز و سامان کی تیاری شروع کی تو اس جیسے تیکنیکار کی خدمات کی مزید کوئی ضرورت نہ رہی۔

ایک پرانے دوست نے، جو شنگو کے دفتر آیا ہوا تھا، کتیا موتو کے بارے میں بتایا۔ ''کہتے ہیں کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب وہ آئینے کے سامنے بیٹھا سفید بال اکھاڑ رہا تھا۔ گھر بیٹھا تھا۔ کرنے کیلئے کچھ تھا نہیں۔ پہلے پہل گھر والوں نے کوئی زیادہ خیال بھی نہ کیا۔ سوچا کہ خود کو مصروف رکھنے کیلئے سفید بال اکھاڑنے میں لگا ہوا ہے۔ اس میں پریشان ہونے کی بھلا کون سی بات ہے۔ لیکن وہ روز آئینے کے آگے اکڑوں بیٹھ جاتا۔ جہاں جہاں سے اپنے خیال میں سارے بال اکھاڑ چکا تھا وہاں اسے سفید بال پھر نظر آنے لگتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دراصل بال تھے ہی اتنے زیادہ کہ وہ سب کو ٹھکانے نہیں لگا سکتا تھا۔ روزانہ بیشتر وقت آئینے کے سامنے بیٹھا

رہتا۔ گھر والے حیران ہوتے رہتے کہ وہ کہاں چلا گیا اور ادھر وہ آئینے کے آگے بیٹھا بال اکھاڑنے میں مصروف ہوتا۔ اگر آئینے کے سامنے سے صرف ایک منٹ کیلئے بھی ہٹنا پڑتا تو اس پر بداحوسی اور بلبلاہٹ طاری ہو جاتی اور دوڑ کے واپس آئینے کے سامنے جا بیٹھتا۔ آخر نوبت یہ آئی کہ وہ ہر وقت وہیں بیٹھا رہنے لگا۔''

''حیرت اس پر ہے کہ اس کے سارے بال اکھڑ کیوں نہ گئے۔'' شنگو کو ہنسی آنے لگی تھی۔

''اسے مذاق نہ سمجھو۔ بال اکھڑ گئے۔ اس نے ایک بال نہ رہنے دیا۔''

اس بار شنگو کھل کر ہنس پڑا۔

''لیکن اس میں کوئی جھوٹ نہیں'' دوست نے شنگو کے چہرے پر نظر گاڑ کے کہا۔ ''لوگوں کا کہنا ہے کہ ادھر وہ سفید بال اکھاڑنے میں مصروف تھا ادھر اس کے مزید بال سفید ہوتے جا رہے تھے۔ ایک سفید بال اکھاڑتا تو آس پاس کے دو تین بال سفید ہو جاتے۔ آئینے میں اپنی شکل دیکھتا رہتا۔ تیوار ایسے نظر آتے جیسے جان پر کھیل جانے کی ٹھان رکھی ہو۔ جوں جوں سفید بال اکھاڑتا بال پہلے سے بھی زیادہ سفید ہوتے جاتے۔ بال مہین سے مہین تر ہوتے گئے۔''

شنگو نے ہنسی ضبط کی۔ ''اور بیوی نے اسے بال اکھاڑتے رہنے دیا؟''

لیکن دوست نے بات اس طرح جاری رکھی جیسے اس سوال کا جواب درکار نہ ہو۔ ''آخر کار تقریباً کوئی بھی بال باقی نہ رہا اور جو رہ گئے وہ سفید تھے۔''

''تکلیف ضرور ہوتی ہوگی۔''

''جب وہ انہیں اکھاڑتا تھا؟ نہیں، تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ کالا بال کوئی ضائع نہ ہو اور سفید بالوں کو احتیاط سے ایک ایک کر کے اکھاڑتا رہتا۔ لیکن جب فارغ ہوا تو کھچاؤ کی وجہ سے کھال جھڑیا گئی تھی۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ کھال پر ہاتھ پھیرنے سے درد ہوتا تھا۔ خون تو نہیں نکلتا تھا لیکن چھلی ہوئی اور لال لال نظر آتی تھی۔ بالآخر اسے دماغی امراض کے ہسپتال بھیج دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ جو تھوڑے بہت بال سلامت رہ گئے تھے ہسپتال پہنچ کے وہ بھی اکھاڑ پھینکے۔ لیکن سوچو تو سہی، کیسی قوت ارادی، کیسی یکسوئی۔ ان کے خیال سے آدمی تقریباً سہم جاتا ہے۔ وہ بوڑھا ہونا نہیں چاہتا تھا۔ دوبارہ جوان ہونے کا خواہش مند تھا۔ یہ کسی کو معلوم نہیں کہ آیا بال اس لئے اکھاڑنے شروع کئے کہ دماغ چل گیا تھا یا دماغ اس لئے چل گیا کہ ضرورت سے زیادہ بال اکھاڑ لئے تھے۔''

MashalBooks.org

''لیکن اب حالت بہتر ہوگی، کیوں؟''

''ہاں .... اور ایک معجزہ رونما ہوا۔ اس کے گنجے سر پر کالے سیاہ بادلوں کی اچھی بھلی فصل اگ آئی۔''

''بے پر کی اڑانے لگے'' شنگو کو دوبارہ ہنسی آ گئی۔

''لیکن یہ حقیقت ہے'' دوت نے مسکرائے بغیر کہا۔ ''پاگلوں کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ اگر تم اور میں، ہم دونوں، پاگل ہوتے تو شاید خاصے جوان نظر آتے۔'' اس نے شنگو کے بالوں پر نظر ڈالی۔ ''اُمید کا دامن ابھی تمہارے ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے، اُمید کبھی کی ختم ہو چکی۔''

دوست کے سر سے بیشتر بال جھڑ چکے تھے۔

''اپنا کوئی بال اکھاڑ کے دیکھوں؟'' شنگو بڑبڑایا۔

''آزمائش شرط ہے۔ لیکن مجھے شبہ ہے کہ تم میں اتنی قوت ارادی ہے کہ ان سب کو اکھاڑ سکو گے۔''

''شبہ تو مجھے بھی ہے۔ اور سفید بالوں کی وجہ سے کوئی الجھن بھی نہیں ہوتی۔ کالے بالوں کا مجھے کوئی جنون نہیں۔''

''تمہیں تحفظ حاصل رہا۔ جب باقی سب غوطے کھا رہے تھے تو تم آرام سے تیر کے پار اتر گئے۔''

''اتنی آسانی سے بھی نہیں جتنا تم کہہ رہے ہو۔ کتیا موتو سے کہہ ہی دیا ہوتا کہ جان عذاب میں نہ ڈالے، خضاب لگا لے۔''

''خضاب لگانا بے ایمانی ہے۔ اگر ہم نے بے ایمانی کے بارے میں سوچنے کی ٹھان لی تو پھر مجھے شک ہے کہ ہم کتیا موتو والے معجزے کی اُمید رکھ سکتے ہیں۔''

''لیکن کتیا موتو مر نہیں گیا؟ معجزہ رونما ہونے کے باوجود۔''

''تم جنازے پر گئے تھے؟''

''اس وقت مجھے پتا نہیں چلا۔ جنگ ختم ہونے کے بعد جب حالات میں کچھ سدھار ہوا تب کہیں خبر ملی۔ بہرحال، مجھے یقین نہیں کہ اس وقت میں ٹوکیو جاتا بھی۔ ہوائی حملوں کا زمانہ تھا۔''

MashalBooks.org

''معجزوں کا سہارا بہت دیر نہیں لیا جاسکتا۔ کہنے کو تو کتیا موتو نے اپنے سفید بال اکھاڑ ڈالنے اور بڑھاپے کے سامنے ڈٹا رہا لیکن زندگی اپنے ڈھیرے پر چلتی رہتی ہے۔ کوئی آدمی صرف اس بنا پر زیادہ دن نہیں جی سکتا کہ اس کے بال پھرے سے کالے ہوگئے ہیں۔ اس کا الٹ ہوسکتا ہے کیا پتا کتیا موتو نے اپنی ساری توانائی کالے بالوں کو دوبارہ اُگانے میں صرف کردی ہو اور اس کی زندگی درحقیقت کم ہوگئی ہو۔ لیکن یہ مت سمجھو کہ یہ کشمکش میرے تمہارے لئے کوئی معنی نہیں رکھتی۔'' جو نتیجہ نکالا تھا اس پر زور دینے کے لیے اس نے سر ہلایا۔ گنجے سر پر بال اس طرح جمے ہوئے تھے جیسے چلمن کی تیلیاں۔

''ان دنوں جس سے ملاقات ہوتی ہے اس کا سر سفید نظر آتا ہے۔'' شنگو نے کہا۔ ''جنگ کے دوران میری حالت اتنی ردی نہ تھی لیکن اس کے بعد سے تو بال سفید اور زیادہ سفید ہوتے جارہے ہیں۔''

شنگو نے قصے کی تمام تفصیلات پر یقین نہ کیا۔ اسے شبہ تھا کہ بعض باتیں زیب داستاں کے طور پر بڑھادی گئی ہیں۔

بہرکیف، یہ حقیقت تھی کہ کیتا موتو کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کی خبر شنگو کو کسی اور سے ملی تھی۔

شنگو نے کہانی کے بارے میں سوچنا شروع کیا تو خیالات نے عجیب رخ اختیار کرلیا۔ اگر یہ سچ ہے کہ کتیا موتو مر چکا تو یہ بھی ضرور سچ ہوگا کہ اس کے سفید بال کالے ہوگئے تھے۔ اگر یہ سچ ہے کہ اس کا دماغ چل گیا تھا تو یہ بھی ضرور سچ ہوگا کہ اس نے اپنے بال اکھاڑ ڈالے تھے۔ اگر یہ سچ ہے کہ اس نے اپنے بال اکھاڑ ڈالے تھے تو یہ بھی ضرور سچ ہوگا کہ بال اس وقت سفید ہوئے ہوں گے جب وہ آئینے کے سامنے بیٹھا رہتا ہوگا۔ جب وہ آئینے کے سامنے بیٹھا رہتا ہوگا۔ تو پھر کیا پوری کی پوری کہانی سچ نہ تھی؟ اس نتیجے پر پہنچ کر شنگو خود حیران رہ گیا۔

''یہ پوچھنا بھول گیا کہ جب کتیا موتو فوت ہوا تو اس کے بال سفید تھے یا کالے'' اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ لیکن نہ تو اس کے الفاظ کسی نے سنے نہ ہنسی کسی کو سنائی دی۔ یہ بات اور ہنسی اس کی اپنی ذات تک محدود تھی۔

جو کہانی اس نے سنی اگر وہ سچ بھی تھی اور اس میں کلی پھندے بھی نہیں لگائے گئے تھے تو بھی جس انداز سے سنائی گئی اس میں تھوڑا سا رنگ پیروڈی کا شامل تھا۔

ایک بوڑھے نے تضحیک آمیز لہجے میں، بے دردی کے ساتھ، کسی اور بوڑھے کی موت کا

ذکر کیا تھا۔اس ملاقات نے طبیعت پر جو اثر چھوڑا وہ خوشگوار نہ تھا۔

طالب علمی کے زمانے کے دوستوں میں یہی دو، کتیا موتو اور می زوتا، ایسے تھے جو عجیب طرح فوت ہوئے۔ می زوتا گرم چشموں والے ایک تفریحی مقام پر اچانک مر گیا۔ کسی نوجوان لڑکی کو ساتھ لے کر وہاں گیا ہوا تھا۔ پچھلے سال کے آخر میں شنگو سے بڑا تقاضا کیا گیا تھا کہ می زوتا نوہ مکھوٹے خرید لے۔ائیکو کے ملازم رکھے جانے میں کتیا موتو کا دخل تھا۔

می زوتا کا انتقال چونکہ جنگ کے بعد ہوا تھا اس لئے شنگو کو اس کے جنازے پر جانے میں وقت نہ ہوئی تھی۔ کتیا موتو نے ہوائی حملوں کے دوران وفات پائی تھی۔اس کے مرنے کی خبر شنگو کو بہت بعد میں ملی۔ اور جب تانی زاکی ائیکو تعارفی رقعہ لے کے آئی تو کتیا موتو کی بیوہ اور اولاد ابھی گیفو محال میں مقیم تھی جہاں وہ سب ہوائی حملوں سے بچنے کے لیے چلے گئے تھے۔

ائیکو کتیا موتو کی بیٹی کی دوست تھی۔ دونوں ایک سکول میں پڑھتی رہی تھیں لیکن یہ ادب آداب کے سراسر منافی معلوم ہوتا تھا کہ اس طرح کی سفارش لڑکی کرے۔شنگو نے کتیا موتو کی بیٹی کو کبھی دیکھا بھی نہ تھا اور ائیکو کا کہنا تھا کہ جنگ کے بعد اس کی بھی اپنی سہیلی سے ملاقات نہ ہوئی تھی۔معلوم ہوتا تھا کہ دونوں لڑکیوں نے کچھ زیادہ ہی نامناسب جلد بازی سے کام لیا تھا۔اگر بیٹی کے یاد دلانے پر کتیا موتو کی بیوہ کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ شنگو کو تو تعارفی رقعہ اسے خود لکھنا چاہیے تھا۔

شنگو پر کتیا موتو کا کوئی احسان تو تھا نہیں جو بیٹی کا لحاظ کرتا یا تعارفی رقعے کو اہمیت دیتا۔

جہاں تک ائیکو کا تعلق تھا، جو رقعہ لے کر آئی تھی، تو وہ جسمانی طور پر بالکل چھپٹی سی اور ذہنی طور پر اول جلول معلوم ہوتی تھی۔

تاہم اس نے ائیکو کو ملازم رکھ لیا اور دفتر میں اپنے پاس جگہ دی۔ وہاں کام کرتے ہوئے اسے تین سال ہو گئے تھے۔

تین سال تیزی سے گزر گئے تھے لیکن اب یہ تعجب خیز معلوم ہوتا تھا کہ وہ اتنے عرصے ٹکی رہی۔شاید اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہ تھی کہ تین سال کی مدت کے دوان وہ نہ صرف شوئی چی کے ساتھ ناچنے جاتی رہی بلکہ حد یہ کہ شوئی چی کی داشتہ کے گھر بھی ہو آئی۔اور شنگو آپ، اس کی رہ نمائی میں، اس گھر میں نظر ڈالنے چلا گیا تھا۔

ایسا لگتا تھا کہ ان واقعات سے ائیکو پر خوف طاری ہو گیا۔ اسے اپنا کام برا معلوم ہونے

لگا۔

شنگو نے ائیکو سے کتیا موتو کا ذکر نہیں کیا تھا۔ ائیکو کو شاید علم نہیں تھا کہ وہ پاگل ہو گیا تھا۔ غالباً ائیکو اور کتیا موتو کی بیٹی میں اتنی گہری دوستی نہیں تھی کہ ایک دوسرے کے گھر آنا جانا لگا رہتا۔

وہ شنگو کو اول جلول معلوم ہوتی تھی لیکن جب سے ملازمت چھوڑی تھی تو شنگو کو اب اس میں احساس ذمے داری اور نیک دلی کی بعض جھلکیاں نظر آنے لگی تھیں۔ اور پاکیزگی کی بھی کیونکہ ائیکو ابھی بن بیاہی تھی۔

2

''آپ جلد اُٹھ گئے، ابا جان۔'' جس پانی سے وہ اپنا منہ دھونے ہی والی تھی اسے انڈیل کر کیکو کو نے شنگو کیلئے پانی بھرا۔

خون کی ایک بوند پانی میں گری، پھیلی اور گھل چلی۔

جب اسے یاد آیا کہ کھانسنے کے ساتھ خود اس نے تھوڑا سا خون کس طرح تھوکا تھا اور یہ بھی سوچا کہ کیکو کو کا خون مقابلتاً کتنا زیادہ صاف تو اسے خدشہ محسوس ہوا کہ شاید کیکو کو بھی خون تھوکنے لگی ہے۔ لیکن اس کی نکسیر پھوٹ گئی تھی۔

کیکو کو نے ناک پر کپڑا رکھا ہوا تھا۔ لہو اس کی کلائی سے کہنی تک لکیر کھینچتا چلا گیا۔

''اوپر دیکھو، اوپر دیکھو۔'' شنگو نے اس کے کندھوں پر بازو رکھا۔ وہ ذرا سا آگے کو گری جیسے اس سے الگ ہونا چاہتی ہو۔ شنگو نے کندھے تھام کر اسے پیچھے کی طرف کھینچا اور ماتھا پکڑ کے اوپر دیکھنے پر مجبور کیا۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں، ابا جان، معافی چاہتی ہوں۔''

''چپ رہو اور گھٹنوں کے بل جھکو۔ لیٹ جاؤ۔''

''چپ رہو اور گھٹنوں کے بل جھکو..... لیٹ جاؤ۔''

شنگو کا سہارا لے کر کیکو کو نے دیوار سے ٹیک لگا لی۔

''لیٹ جاؤ'' شنگو نے دوبارہ کہا۔

لیکن وہ آنکھیں بند کئے اسی طرح ٹیک لگائے رہی۔

اس کے چہرے پر، جو اس طرح فق تھا جیسے وہ بے ہوش ہو، بھولی بھالی کیفیت تھی، اس

MashalBooks.org

بچی کی سی کیفیت جو مزاحمت کرنے سے باز آ گئی ہو۔شنگو کو اس کے ماتھے پر زخم کا چھوٹا سا نشان نظر آیا۔

''خون رک گیا؟ اگر رک گیا ہے تو اندر جا کے لیٹ جاؤ۔''

''جی ہاں، بالکل ٹھیک ہوگئی ہوں۔'' کیکوکو نے کپڑے سے ناک پونچھی۔''بیسن گندا ہوگیا۔ٹھیریں، دھودوں۔''

''رہنے دو بھئی۔''

شنگو نے ذرا جلدی سے پانی گرادیا۔بیسن کی تہ میں خون کے خفیف سے نشانات تھے جو آہستہ آہستہ تحلیل ہو رہے تھے۔

شنگو نے بیسن استعمال نہیں کیا۔ براہ راست ٹونٹی سے پانی لے کر منہ دھویا۔اسے خیال آیا کہ یاسوکو کو جگائے اور کہے کہ جا کے کیکوکو کو سہارا دے۔

لیکن اس نے فیصلہ کیا کہ نہیں۔کیکوکو شاید اپنی تکلیف ساس سے چھپانا چاہتی خون اس طرح گرا تھا جیسے پک کر پھٹنے والی کسی پھلی سے ٹپکا ہو۔اسے یوں لگا جیسے تکلیف خود پھوٹ نکلی ہو۔

وہ بالوں میں کنگھی کر رہا تھا کہ کیکوکو پاس سے گزری۔

''کیکوکو؟''

''جی؟'' اس نے چلتے چلتے مڑ کر شنگو کی طرف دیکھا لیکن رکی نہیں، باروچی خانے میں چلی گئی۔وہ ایک پرات میں چارکول لے کر لوٹی۔شنگو نے دیکھا کہ چارکولوں سے چنگاریاں اڑ رہی ہیں۔اس نے کوتاتسو کے لیے چارکول باروچی خانے میں گیس پر سلگائے تھے۔

شنگو اپنی بھول پر آپ چونک اُٹھا۔اسے بالکل یاد ہی نہ آیا تھا کہ اس کی اپنی بیٹی، فوسا کو گھر آئی ہوئی ہے۔ناشتے کے کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا کیونکہ فوسا کو اور دونوں بچیاں ساتھ والے کمرے میں سو رہی تھیں۔جھلملیوں کو ابھی کھولا نہیں گیا تھا۔

اپنی عمر رسیدہ بیوی کو جگانے کے بجائے وہ کیکوکو کی مدد کے لیے فوسا کو کو اُٹھا سکتا تھا۔ عجیب بات تھی کہ جب اس نے یاسوکو کو بلانے کا سوچا تو ذہن میں یہ آیا ہی نہیں کہ فوسا کو بھی تو موجود ہے۔

کوتاتسو میں کیکوکو نے اس کیلئے چائے انڈیلی۔

MashalBooks.org

''سر چکرا رہا ہے۔''

''بس یونہی سا۔''

''ابھی تو سویرا ہے۔تم آج صبح آرام کیوں نہیں کر لیتیں؟''

''وقت جو ہو گیا تھا اُٹھنے اور کام پر لگنے کا'' کیکو کو نے اس طرح کہا جیسے کسی ہیچ پوچ معاملے کا ذکر کر رہی ہو۔''اخبار لینے گئی تو ٹھنڈی ہوا کا مجھ پر اچھا اثر ہوا۔

اور پھر سدا سے یہی سنتی آ رہی ہوں کہ عورت کی نکسیر پھوٹ جائے تو اس میں پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔آپ خود کیوں اتنے سویرے اُٹھ بیٹھے؟ آج صبح پھر ٹھنڈ ہو گئی۔''

''کیا بتاؤں۔درگاہ کی گھنٹی بجنے سے پہلے ہی آنکھ کھل گئی۔جاڑے ہوں یا گرمیاں، گھنٹی، بارہ مہینے، چھ بجے بجتی ہے۔

شنگو شوئی چی سے پہلے اُٹھ گیا تھا لیکن دفتر کیلئے روانہ بعد میں ہوا۔جاڑوں میں باپ بیٹے کا یہی معمول تھا۔

دفتر کے قریب یورپی طرز کا ایک ریستوراں تھا۔وہ شوئی چی کو لنچ کھلانے وہاں لے گیا۔

''تمہیں کیکو کو کے ماتھے پر زخم کے نشان کا علم ہے؟''

''ہاں''

''میرا خیال ہے، جراحی چمٹی سے پڑنے والا نشان ہے۔پیدائش کے وقت مشکل پیش آئی تھی نا۔اب یہ تو واقعی نہیں کہہ سکتے کہ پیدائش کے موقع پر جو دکھ اُٹھانا پڑا تھا یہ اس کی باقیات ہے لیکن جب اسے کوئی تکلیف ہوتی ہے تو نشان ابھر آتا ہے۔''

''آپ کا مطلب ہے جیسے آج صبح۔''

''ہاں۔''

''غالباً نکسیر پھوٹنے کی وجہ سے۔جب اس کے چہرے کی رنگت ٹھیک نہیں رہتی تو نمایاں ہو جاتا ہے۔''

شنگو کو کچھ ایسا لگا جیسے اس کے منہ سے بات چھین لی گئی ہو۔کیکو کو نے شوئی چی کو کس وقت بتایا ہو گا؟

''لیکن رات اسے نیند نہیں آئی۔''

شوئی چی کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔''کسی غیر عورت کے ساتھ اتنی تمیز داری سے پیش آنے

کی کیا ضرورت ہے۔''

''غیر عورت؟ وہ تمہاری بیوی نہیں کیا؟''

''یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں۔ آپ کو اپنی بہو کے ساتھ اتنی تمیز داری سے پیش آنے کی ضرورت نہیں۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

شوئی چی نے کوئی جواب نہ دیا۔

شنگو دفتر واپس آیا تو ملاقاتیوں کے کمرے میں ائیکو بیٹھی تھی۔ ایک اور خاتون اس کے پاس کھڑی تھی۔

ائیکو بھی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے دُعا سلام کے طور پر وہی باتیں دہرائیں جو موسم کے حوالے سے کی جاتی ہیں اور اپنی غفلت کا ذکر کیا۔

''اتنی دیر بعد آئی ہوں۔ دو مہینے۔''

ایسا معلوم ہوا کہ ائیکو ذرا اسی موٹی ہوگئی ہے۔ چہرے پر میک اپ پہلے سے بھی زیادہ تھپا ہوا تھا۔ شنگو کو یاد آیا کہ جب وہ ناچنے جایا کرتے تھے تو اس کی چھاتیاں اتنی چھوٹی لگتی تھیں جیسے مٹھی میں آجائیں گی۔

''یہ مسز اکیدا ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا میں نے ان کا ذکر کیا تھا۔'' ائیکو کی آنکھیں تقریباً لجاجت کر رہی تھیں جیسے اس کے آنسو بہنے ہی والے ہوں۔ جب کوئی بہت ہی سنجیدہ موقع آتا تھا تو اس کی یہی حالت ہو جاتی تھی۔

''آپ کے مزاج کیسے ہیں'' شنگو خود کو آمادہ نہ کر سکا کہ، آداب کے مطابق، مسز اکیدا کا شکریہ ادا کرے جو شوئی چی کی خاطر مدارات کرتی رہی تھی۔

''میں مسز اکیدا کو کھینچ کر یہاں لے آئی۔ یہاں آنا نہیں چاہتی تھیں، یہی کہا تھا۔ کہہ رہی تھیں کہ آپ کے پاس آنے کی تک کوئی نہیں۔''

''اوہ؟'' یہیں بیٹھ کر بات کر لیں یا آپ کہیں تو کہیں باہر چلے چلیں؟''

ائیکو نے دوسری عورت کی طرف اس طرح دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو کہ کیا کرنا ہے۔

''جو مجھ سے پوچھتے ہیں، تو یہ جگہ بھی بہت مناسب ہے'' اس نے بلا تامل کہا۔ شنگو کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ کیا کرے۔ اسے یہ تو یاد آ گیا کہ ائیکو نے کہا تھا کہ وہ اس عورت کو ملانے لائے

گی جوشوئی چی کی داشتہ کے ساتھ رہتی تھی۔ شنگو نے کوئی دلچسپی ظاہر نہ کی تھی۔

اسے یہ واقعی بہت عجیب معلوم ہوا کہ ملازمت چھوڑنے کے دو مہینے بعد ائیکو کو اپنی ذمے داری نبھانے کی سوجھی۔

کیا شوئی چی اور اس کی داشتہ آخر کار الگ ہونے پر راضی ہو گئے تھے؟ شنگو منتظر تھا کہ ائیکو یا مسز اکیدا کچھ کہے۔

''ائیکو میری جان کھا گئی۔ اسلئے آنا پڑا۔ لیکن اس کا فائدہ کچھ نہ ہوگا۔''

اس کا انداز مخاصمانہ تھا۔ ''میں کینو سے کہتی رہی ہوں کہ اسے شوئی چی سے تعلق ختم کر لینا چاہیے۔ میں نے سوچا کہ یہاں آ کے شاید آپ سے کوئی مدد مل سکے۔''

''سمجھا''۔

''ائیکو پر آپ کے احسانات ہیں اور اسے شوئی چی کی بیوی سے ہمدردی ہے۔'' ''بہت نفیس خاتون ہیں'' ائیکو نے لقمہ دیا۔

''یہ بات ائیکو کینو سے بھی کہہ چکی ہے۔ لیکن آج کل ایسی عورتیں ہیں کتنی جو محض اس وجہ سے تعلق قطع کرنے پر تیار ہو جائیں کہ کسی مرد کی بیوی بڑی اچھی ہے۔ کینو کہتی ہے کہ اگر اس سے کسی کا مرد لوٹانے کا تقاضا ہے تو ہونا یہ چاہیے کہ اسے بھی اپنا میاں واپس مل جائے۔ کینو کا آدمی جنگ میں مارا گیا تھا۔ کہتی ہے کہ بس اتنا کرو کہ اسے زندہ سلامت میرے پاس واپس پہنچا دو اور پھر میں حرف بہ حرف وہی کروں گی جو اس کی منشا ہوگی۔ وہ جتنی عورتوں سے چاہے یارانہ گانٹھے اور جتنی عورتوں کو چاہے داشتہ بنا کے رکھے۔ مجھ سے پوچھتی ہے کہ میری ہاں میں ہاں ملاتی ہو کہ نہیں؟ جس عورت کا شوہر جنگ میں کام آ چکا ہو وہ وہاں میں ہاں نہ ملائے تو کیا کرے؟ جنگ لڑنے انہیں کس نے بھیجا؟ ہم نے۔ اور اب کہ وہ مر کھپ گئے تو ہم کیا کریں؟ وہ کہتی ہے کہ جب شوئی چی میرے پاس آتا ہے تو اسے جان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ میں اسے صحیح سالم واپس کرتی ہوں۔''

شنگو کے چہرے پر طنز بھری مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

''مجھے اس سے غرض نہیں کہ وہ کتنی اچھی گھر والی ہے۔ جنگی بیوی تو نہیں۔''

''بات کرنے کا یہ انداز لٹھ مار قسم کا ہے۔''

''ہاں۔ جب اسے نشہ چڑھ جاتا ہے تو یہی کہتی ہے۔ وہ اور شوئی چی پیتے اس طرح ہیں کہ

کتوں کووں کو بھی گھن آئے۔ کہتی ہے۔ جا کے بیوی سے بولو کوا سے تو کسی کے لام سے گھر آنے کا انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ اسے جس کا انتظار رہتا ہے وہ گھر آئے ہی آئے۔ شوئی چی گلا پھاڑ کے کہتا ہے۔ ٹھیک ہے۔ بتادوں گا۔ میں بھی بیوہ ہوں۔ کوئی جنگی بیوہ کسی پر مرنے لگے تو ہمیشہ ستیاناس ہوکر رہتا ہے نا؟''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔''

''شوئی چی بھی ..... پینے کی کوئی تمیز ہی نہیں۔ کینو سے بڑی بدسلوکی کرتا ہے۔ اس سے کہنے لگا کہ گانا سناؤ۔ اسے گانے سے نفرت۔ میرے پاس اور چارہ ہی کیا تھا۔ اس کے بدلے گانا سنانے لگی۔ دھیمے سروں میں گاتی رہی۔ اسے غل غپاڑا مچانے سے باز رکھنے کی کوئی تدبیر نہ کرتی تو محلے میں ہماری ناک کٹ جاتی۔ خود مجھے اتنی ہتک محسوس ہوئی کہ گانے کی جی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن میں حیران ہوں کہ کیا ان باتوں کا تعلق پینے پلانے سے ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان کا تعلق جنگ سے ہو۔ آپ کیا کہتے ہیں؟ شاید اس طرح کی عورتوں میں وہ پہلے بھی اُٹھتا بیٹھتا رہا ہو۔ اسے آپے سے باہر دیکھ کر مجھے لگا جیسے میرا اپنا میاں نظر کے سامنے ہے، جیسا وہ جنگ کے دنوں میں تھا۔ میرا سر گھومنے لگا، سانس لینا مشکل ہوگیا اور ایسا محسوس ہوا جیسے میں ہی اس کی داشتہ ہوں۔ میں رو پڑی اور بعض گیت ایسے گائے جو بہت شائستہ نہیں تھے۔ میں نے کینو سے کہا کہ فرض تو یہی کرنا چاہتی ہوں کہ صرف میرا میاں ہی مزاج کا ایسا تھا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ شوئی چی بھی اسی قماش کا آدمی ہے۔ بعد میں جب شوئی چی مجھے گانا سنانے پر مجبور کرتا تو کینو بھی روتی میں بھی روتی۔''

شنگو کا چہرہ مکدر ہوگیا۔ یہ گھناؤنا قصہ تھا۔

''اس معاملے کو جتنی جلد ممکن ہو ختم کردیا جائے۔ سب سے بہتر یہی ہوگا۔''

''مجھے اتفاق ہے۔ شوئی چی کے جانے کے بعد ہر بار وہ یہی کہتی ہے کہ یہ سلسلہ جاری رہا تو انجام مکمل تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ اگر وہ یہی محسوس کرتی ہے تو پھر بے شک اسے شوئی چی سے الگ ہوجانا چاہیے۔ لیکن مجھے شبہ کچھ اور ہے۔ میرے خیال میں اسے ڈر یہ ہے کہ الگ ہوئی تو پھر سچ مچ تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ عورت کے لئے .....''

''اسے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں'' ائیکو بیچ میں بول پڑی۔

''میں سمجھتی ہوں تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ اس کے پاس ملازمت جو ہے۔ تم دیکھ ہی چکی ہو کہ

اس کا کام کیسا چل رہا ہے۔

''ہاں''

''یہ مجھے اس نے بنا کے دیا ہے'' مسز اکیدا نے اپنے سوٹ کی طرف اشارہ کیا۔ ''میں سمجھتی ہوں کہ چیف کٹر کے بعد سب سے زیادہ اہمیت اسی کی ہے۔ اس کی بڑی قدر کرتے ہیں وہ لوگ اس کی وجہ سے اُنہوں نے ائیکو کو کھڑے کھڑے ملازم رکھ لیا۔''

''تم بھی اسی دکان پر کام کر رہی ہو؟'' شنگو نے حیران ہو کر ائیکو کی طرف دیکھا۔

''ہاں'' ائیکو نے اثبات میں سر ہلایا اور اس کے چہرے پر خفیف سی سرخی پھیلی۔

ائیکو کو سمجھنا شنگو کیلئے مشکل ہو گیا۔ پہلے تو اس نے شوئی کی داشتہ سے کہہ سن کر اسی دکان میں ملازمت حاصل کی اور اب اکیدا کی عورت کو ملانے لے آئی۔

''اور اسلئے میں نہیں سمجھتی کہ شوئی چی کو اس پر بہت رقم خرچ کرنی پڑتی ہے۔'' مسز اکیدا نے کہا۔

''سوال رقم کا نہیں'' شنگو جھنجھلا گیا لیکن اپنے جذبات کو قابو میں رکھا۔

''جب شوئی چی اس سے بدتمیزی سے پیش آتا ہے تو بعد میں ایک بات میں اکثر کینو سے کہتی ہوں۔'' وہ ہاتھ باندھ کے گھٹنوں پر رکھے ہوئے۔ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ ''وہ بھی، میں کہتی ہوں، گھائل ہو کے گھر جاتا ہے۔ کسی گھائل سپاہی کی طرح گھر کا رخ کرتا ہے۔'' اس نے سر اُٹھا کر شنگو کی طرف دیکھا۔ ''کیا یہ ممکن نہیں کہ شوئی چی اور اس کی بیوی آپ سے الگ رہنے لگیں؟ مجھے اکثر خیال آتا ہے کہ اگر وہ اور اس کی بیوی کہیں الگ تھلگ رہیں تو وہ کینو کو چھوڑ دے گا۔ میں نے اس پر خاصا غور کیا ہے۔''

''ایسا ممکن تو ہے۔ میں خود بھی اس پر غور کروں گا۔''

شنگو کی رائے میں وہ کچھ زیادہ ہی بڑھ بڑھ کے بول رہی تھی لیکن اس کے کہے سے اتفاق کرنا پڑا۔

4

شنگو کو اکیدا نامی عورت کے آگے اپنی کسی غرض کا ذکر کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا اور نہ وہ اس سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ کہنے کیلئے کچھ ہوتا تو بات بھی کرتا۔ بس اسے بولنے دیا اور بیٹھا سنتا رہا۔

MashalBooks.org

عورت کو بھی یہ ملاقات بے مقصد معلوم ہوئی ہوگی۔ شنگو کو غرض مند تو کسی طور پر نظر نہیں آنا چاہیے تھا لیکن ضرورت اس بات کی تھی کہ اس سلسلے میں عورت سے کھل کر بات کی جاتی۔ اس کی یہ کامیابی کیا کم تھی کہ اتنا کچھ کہہ گئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کینو کی طرف سے معذرت خواہ تو ہے ہی، کوئی فرض اس کے علاوہ بھی ادا کر رہی ہے۔

شنگو نے محسوس کیا کہ اسے ائیکو اور اکیدا دونوں کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

اس ملاقات نے شکوک وشبہات کو جنم نہیں دیا تھا۔

لیکن شاید اس وجہ سے کہ اس کی خوداری داؤ پر لگی رہی تھی شنگو کا مزاج برہم تھا اور ایک کاروباری ڈنر میں شرکت کیلئے جاتے ہوئے جب کسی گیشا نے اس کا کان میں کچھ کہا تو بگڑ کر جواب دیا۔

''کیا؟ میں بہرا ہوں، خدا کی مار۔ تمہاری بات نہیں سن سکتا۔''

اس نے گیشا کا کندھا دبوچ لیا۔ ہاتھ ہٹا تو فوراً لیا لیکن تکلیف کے مارے گیشا کے ماتھے پر بل پڑ گئے اور وہ کندھا سہلانے لگی۔

''ایک منٹ کیلئے ادھر آیئے۔'' گیشا نے کہا جیسے اس کے چہرے سے پتا چل گیا تھا کہ وہ جھنجھلایا ہوا ہے۔ اس نے اپنا کندھا شنگو کے کندھے سے بھڑا دیا اور اسے برآمدے میں لے گئی۔

کوئی گیارہ بجے وہ کاماکورا پہنچا۔ شوئی چی ابھی گھر نہیں آیا تھا۔

ناشتے کے کمرے کے ساتھ فوسا کو کا کمرا تھا۔ فوسا کو نے کہنی کے بل اُٹھ کر شنگو کی طرف دیکھا۔ وہ چھوٹی کو دودھ پلا رہی تھی۔

''سا تو کو سو گئی؟''

''ابھی ابھی آنکھ لگی ہے۔ امی، پوچھ رہی تھی کہ ایک ہزار ین بڑے ہوتے ہیں یا ایک لاکھ ین؟ کون سی رقم بڑی ہے؟ اتنی ہنسی آئی کہ حد نہیں۔ میں نے کہا، نانا ابا آئیں گے تو ان سے پوچھنا۔ آپ کا انتظار کرتے کرتے ابھی سوئی ہے۔''

''اگر ہزار ین جنگ سے پہلے کے مراد ہیں اور لاکھ ین جنگ کے بعد تو سوال اچھا ہے'' شنگو ہنسا ''کیکو کو، بڑی عنایت ہو جو ایک گلاس پانی مل جائے۔''

''پانی؟ ایک گلاس پانی؟'' کیکو کو اُٹھ تو گئی لیکن اس کے لہجے سے عیاں تھا جیسے یہ کوئی

عجیب استدعا ہو۔

''کنویں سے۔ وہ تمام کیمیاوئے مجھے نہیں چاہئیں۔''

''جی۔''

''ساتو کو جنگ سے پہلے کہاں پیدا ہوئی تھی۔'' فوساکو نے بستر میں لیٹے لیٹے کہا۔ ''اس وقت تک تو میں بیاہی بھی نہیں گئی تھی۔''

''کیا اچھا ہوتا جو تمہاری شادی ہوئی ہی نہ ہوتی، نہ جنگ سے پہلے نہ جنگ کے بعد۔'' یا سوکو نے کہا۔ کنویں سے پانی کھینچے جانے کی آواز ان تک پہنچی۔ ''اب پمپ سے ویسی آواز نہیں آرہی جیسے اسے پالا مار گیا ہو۔ جاڑوں میں کیکو کو جب منہ اندھیرے تمہاری چائے کے لئے پانی لانے جاتی ہے تو پمپ کی چرغ چوں سن کر گرم گرم بستر میں لیٹے ہونے کے باوجود میں کپکپانے لگتی ہوں۔''

''میں سوچ رہا ہوں ان سے کہوں کہ کہیں اور جا کر رہنے لگیں۔'' شگو نے آہستہ سے کہا۔

''ہم سے الگ؟''

''تمہاری رائے میں یہ بہتر نہ ہوگا؟''

''شاید۔ اگر فوساکو نے آئندہ یہیں رہنا ہے۔''

''امی، اگر آپ لوگوں سے الگ رہنے کا مسئلہ ہے تو میں چلی جاتی ہوں'' فوساکو نے بستر سے اُٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں کہیں اور چلی جاؤں گی۔ یہی کرنا چاہیے نا؟''

''اس بات کا تم سے کوئی تعلق نہیں'' شنگو نے ادھ جھلائے انداز میں کہا۔

''اس کا مجھ سے کچھ نہ کچھ تعلق ہے تو سہی۔ سچ پوچھئے تو کچھ زیادہ ہی ہے۔

جب آئی ہارا نے کہا کہ میں ایسی ہوں تو صرف اس وجہ سے کہ آپ لوگوں نے مجھے اپنی شفقت سے محروم رکھا تو مارے غصے کے میرا دم گھٹتے گھٹتے رہ گیا۔ زندگی میں اتنا دکھ مجھے کبھی نہیں پہنچا۔''

''ہوش میں آؤ ہوش میں۔ اب تمیں سے اوپر کی ہو چکی ہو۔''

''میں اس لئے ہوش میں نہیں آسکتی کہ میرا اپنا کوئی ٹھکانا نہیں جہاں میں ہوش میں آؤں۔''

فوساکو نے شب خوابی کے کمونو کو اپنی بھری بھری چھاتیوں پر سمیٹا۔

شنگو اچاٹ ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ ''آؤ، بڑی بی، چل کے لیٹ رہیں۔''

Masha Books.org

کیکو کو اس کیلئے گلاس میں پانی لائی۔ دوسرے ہاتھ میں بڑا سا پتا تھا۔

''یہ کیا ہے؟'' شنگو نے ایک ہی گھونٹ میں گلاس خالی کرتے ہوئے پوچھا۔

''لوکاٹ کا پتا۔ نیا چاند ہے اور کنویں کے پاس کوئی سفید چیز پڑی تھی، دھندلی دھندلی۔ میں حیران ہوئی کہ جانے کیا ہے۔ دیکھا تو لوکاٹ کا نیا پتا۔ ابھی سے اتنا بڑا ہو گیا۔''

''بالکل سکول کی لڑکیوں جیسی حرکتیں ہیں تمہاری'' فوسا کو نے طنز بھرے لہجے میں کہا۔

MashalBooks.org

رات کو آنے والی آواز

شنگو کی آنکھ کھل گئی۔ ایسی آواز آئی تھی جیسے کوئی آدمی کراہ رہا ہو۔

ٹھیک طرح پتا نہ چلتا تھا کہ آواز کتے کی ہے یا آدمی کی۔ پہلے پہل یہ لگا جیسے کوئی کتا کراہ رہا ہو۔ تیرو ہوگی۔ جاں کنی کے عالم میں۔ کیا اسے کسی نے زہر دے دیا؟

شنگو کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

اس نے ہاتھ سینے پر رکھ لیا۔ معلوم ہوتا تھا اسے کوئی دورہ پڑ گیا ہے۔

لیکن پوری طرح بیدار ہو کر وہ سمجھ گیا کہ کتا نہیں کوئی آدمی ہے۔ آدمی کا گلا گھونٹا جا رہا تھا۔ آواز بھاری ہوگئی تھی۔ شنگو کو ٹھنڈا پسینہ آنے لگا۔ کسی پر حملہ کیا جا رہا تھا۔

''کیکو...و...و.....ہ۔ کیکو....و....و....ہ۔'' بظاہر آواز کہتی معلوم ہوتی تھی۔ ''بتاؤ تو، بتاؤ تو۔'' آواز میں درد تھا، لفظ گلے میں اٹکتے ہوئے، صحیح طریقے سے ادا ہونے سے انکاری۔

''کیکو...و...و.....ہ۔ کیکو....و....و....ہ۔''

جس آدمی کو ہلاک کیا جانے والا ہو کیا وہ اپنے قاتل سے پوچھنا چاہے گا کہ مجھے کیوں مار رہے ہو یا تم کیا چاہتے ہو؟

شنگو نے کسی کے گرنے اور گیٹ سے ٹکرانے کی آواز سنی۔ وہ کندھے سیکڑ کر اُٹھ بیٹھنے کی تیاری کرنے لگا۔

''کیکو...و...و.....ہ۔ کیکو....و....و....ہ۔''

یہ تو شوئی چی کیکو کو پکار رہا تھا۔ آواز بگڑی ہوئی، لفظ کا دوسرا کن ادا کرنے سے قاصر۔ وہ بری طرح مدہوش تھا۔

MashalBooks.org

شنگو نے نڈھال ہو کر سر دوبارہ تکیے پر رکھ لیا۔ اس کا دل اب بھی تیزی سے دھڑک رہا تھا اس نے سینہ سہلایا اور نپے تلے وقفوں سے گہرے گہرے سانس لئے۔

''کیکو...و...و.....ہ۔کیکو....و....و....ہ۔''

لگتا تھا کہ شوئی چی گیٹ پر دستک نہیں دے رہا بلکہ گر کر گیٹ سے ٹکرا رہا ہے۔

شنگو نے سوچا کہ ذرا کی ذرا ستانے کے بعد اُٹھ کر باہر جائے گا۔

لیکن پھر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ ایسا کرنا شاید سب سے بہتر ثابت نہ ہو۔ شوئی چی کے آواز دینے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ کسی ٹوٹے ہوئے دل کی محبت بھری اداس پکار ہے۔ ایسے آدمی کی آواز جس کیلئے کچھ بھی پکارے یا شدید خوف میں ڈوبی کوئی صدا۔ اور یوں لگتا تھا جیسے یہ آواز احساس جرم کی گہرائیوں سے ابھر رہی ہے۔ شوئی چی کیکو کو بلا رہا تھا، اپنا دل بڑی بے دردی سے چیر کر سامنے رکھتے ہوئے چاہتا تھا کہ کسی طرح کیکو کو اس پر پیار آ جائے۔ شاید، مدہوشی کی آڑ لے کر، یہ سمجھتے ہوئے کہ اسے سننے والا کوئی نہیں، وہ محبت کی بھیک مانگتی ہوئی آواز میں پکار رہا تھا۔ اور ایسا لگتا تھا۔ جیسے کیکو کو کے سامنے سر جھکا رہا ہے۔

''کیکو...و...و.....ہ۔کیکو....و....و....ہ۔''

آواز میں جو اداسی تھی وہ شنگو تک پہنچی۔

کیا اس نے کبھی، ایک دفعہ بھی، اپنی بیوی کو اس قدر مایوس محبت بھری آواز میں پکارا ہوگا؟ شاید، لاشعوری طور پر، اس میں وہی مایوسی تھی جس سے آدمی پردیس کے کسی میدان جنگ میں ایک خاص لمحے میں دوچار ہوتا ہے۔

وہ سنتا رہا، دل میں یہ خواہش لئے کہ کیکو کو جاگ جائے گی۔ ساتھ ہی اسے تھوڑی سی خفت ہوئی کہ اس کی بہو کو یہ آواز سننی پڑے گی۔ جس سے اس قدر بیچارگی ٹپکتی تھی۔ اس نے سوچا کہ کیکو کو اگر تھوڑی دیر تک نہ اُٹھی تو یا سو کو کو جگا دوں گا۔ لیکن بہتر ہوگا کہ کیکو کو آپ اُٹھ کے جائے۔

اس نے گرم پانی کی بوتل کو دھکیل کر پائنتی کی طرف کر دیا۔ کہیں دل کی دھڑکن اتنی تیز ہونے کی وجہ یہ تو نہیں تھی کہ بہار کا موسم آ جانے کے باوجود وہ گرم پانی کی بوتل ساتھ رکھتا تھا؟

بوتل کیکو کو کی تحویل میں تھی۔ وہ کبھی کبھار اس سے بوتل لانے کو کہتا۔ وہ پانی کھولاتی تو پانی دیر تک گرم اور ڈھکن مضبوطی سے بند رہتا۔

MashalBooks.org

شاید اس لئے کہ یاسوکو کے مزاج میں اڑیل پن تھا یا شاید اس وجہ سے کہ وہ صحت مند تھی، اتنی عمر ہو جانے کے بعد بھی اسے گرم پانی سے بھر بوتل بھری لگتی تھی۔ اس کے پاؤں گرم رہتے تھے۔ پچاس اور ساٹھ کے درمیانی برسوں میں بھی شنگو اپنی بیوی سے گرمائی حاصل کرتا رہا تھا لیکن اب وہ الگ الگ سوتے تھے۔

وہ کبھی کروٹ لے کر بھی اس کی گرم پانی کی بوتل کو مس نہ کرتی۔

''کیکو...و...و.....ہ۔ کیکو....و....و....ہ۔'' گیٹ کی طرف سے آواز پھر آئی۔

شنگو نے سرہانے کی روشنی جلائی۔ تقریباً ڈھائی بجے تھے۔

یوکوسوکا لائن پر چلنے والی آخری ٹرین ایک بجے سے پہلے کاماکورا پہنچتی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ شوئی چی سٹیشن کے پاس کسی شراب خانے میں بیٹھا رہا تھا۔

آواز کے لہجے سے شنگو کو خیال آیا کہ شوئی چی اور ٹوکیو والی کے تعلقات ختم ہونے میں دیر نہیں۔

کیکو کوبا روچی خانے کے راستے باہر گئی۔

شنگو کے سر سے سارا بوجھ اتر گیا۔ اس نے روشنی بجھا دی۔

''اسے معاف کر دینا'' وہ بڑبڑایا۔ روئے سخن کیکو کو کی طرف تھا۔

اس نے بظاہر شوئی چی کو سہارا دے رکھا تھا۔

''بھئی مجھے کیوں نوچے ڈال رہے ہو۔'' یہ کیکو کو تھی۔ ''بائیں ہاتھ سے میرے بال کھینچ رہے ہو۔''

''میں کھینچ رہا ہوں؟''

دونوں بارو چی خانے میں گر گئے۔

''سنبھل کے، بس۔ میرے گھٹنوں پر رکھ لو۔ جب تم پئے ہوتے ہو تو تمہاری ٹانگیں سوج جاتی ہیں۔''

کیکو کو بظاہر، اس ٹانگیں اپنے گھٹنوں پر رکھے، جرابیں اتار رہی تھی۔

اس نے شوئی چی کو معاف کر دیا تھا۔ شاید شنگو کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ شاید شوئی چی کی بیوی کے طور پر اسے بعض اوقات اس بات میں مزہ آتا ہو کہ وہ معاف بھی کر سکتی ہے۔ اور شاید وہ شوئی چی کی آواز جی بھر کے سنتی رہی تھی۔

MashalBooks.org

وہ اس کی ٹانگیں اپنے گھٹنوں پر رکھے جرابیں اتارتی رہی، اس شوہر کی جرابیں جو نشے میں دھت تھا اور کسی اور عورت کے پاس سے آ رہا تھا۔ شنکو کو احساس ہوا کہ کیکوکو کی طبیعت میں کتنی نرمی ہے۔

شوئی چی کو بستر میں لٹا کر وہ پچھلا گیٹ اور باروچی خانے کا دروازہ مقفل کرنے چلی گئی۔

یہ تو شوئی چی کا حال تھا کہ بیوی نے لا کے بستر پہ لٹایا اور فوراً ہی نیند میں غین۔ اور وہ عورت، جس کا نام کینو تھا۔ کس حال میں ہوگی جسے ابھی تھوڑی دیر پہلے تک بیہودہ مدہوشی میں شوئی چی کا ساتھ نبھانا پڑا تھا؟ کیا شنکو نے سنا نہیں تھا کہ شوئی چی پی کر دنگا کرنے لگتا تھا اور وہ رو رو پڑتی تھی؟

اور کیکوکو: وہ کینو کی وجہ سے بعض اوقات پیلی پیلی اور کشیدہ خاطر نظر آتی تھی لیکن ماس بڑھنے سے اس کے کولہے بھرے بھرے معلوم ہونے لگے تھے۔

2

خراٹے تو جلد رک گئے لیکن شنکو کو بعد میں نیند نہ آ سکی۔

وہ حیران ہوا کہ یاسوکو کی خراٹے لینے کی عادت کہیں ان کے بیٹے کو تو منتقل نہیں ہوگئی۔

غالباً بات یہ نہیں تھی۔ غالباً آج رات وہ اس لئے خراٹے لے رہا تھا کہ بہت زیادہ پی گیا تھا۔

لگتا تھا کہ ان دنوں یاسوکو خراٹے نہیں لے رہی۔ جب موسم ٹھنڈا ہوتا تو اسے اور بھی آرام سے نیند آتی۔

اگر رات کو شنکو ٹھیک طرح سو نہ سکتا تو صبح سخت ناگوار گزرتی کیونکہ اس کی یاداشت، جو پہلے ہی اچھی نہ تھی، اور خراب ہو جاتی اور جذباتیت کے دورے پڑنے لگتے۔

شوئی چی کی آواز اسے جس طرح سنائی دی تھی تو شاید اس میں بھی جذباتیت کا دخل تھا۔ ممکن ہے آواز شراب خوری کی وجہ سے بھاری ہوگئی ہو، اور بس۔ کیا شوئی چی نے مدہوشی کی آڑ لے کر اپنی شکست خوردگی پر پردہ ڈالنا چاہا تھا؟

شنکو کو یہ بھی لگا کہ اس بدمست آواز میں اگر محبت اور اداسی سنائی دی تھی تو محض اس لئے کہ وہ اپنے بیٹے سے توقع اسی طرح کے رویے کی رکھتا تھا۔

MashalBooks.org

اس آواز کی وجہ سے شنگو نے اپنی طرف سے شوئی چی کو معاف کر دیا تھا۔ اور اس نے سوچا کہ کیکو کو نے بھی اسے معاف کر دیا ہے۔ خونی رشتوں کی خودغرضی شنگو پر غالب آ گئی تھی۔

اس کا خیال تھا کہ وہ اپنی بہو کا خیال رکھتا ہے اس کے باوجود محسوس یہ ہوتا تھا کہ بعض باتوں میں بیٹے کی طرف داری کرنے لگتا ہے۔

جو تصویر سامنے آئی تھی وہ بہت بدنما تھی۔ شوئی چی ٹو کیو والی کے گھر بہت زیادہ چڑھا گیا تھا اور گھر آ کے گیٹ پر گر پڑا تھا۔

اگر شنگو گیٹ کھولنے جاتا تو غالباً شوئی چی کو غصے سے گھور کر دیکھتا اور شوئی چی کا نشہ ہرن ہو جاتا۔ کیکو کو کا جانا ہی بہتر رہا۔ اس طرح شوئی چی کیکو کو کے کندھے سے لٹک کر اندر آنے کے قابل ہوا تھا۔

جو کیکو کو زیادتی کا نشانہ بنی تھی وہی درگزر بھی کر رہی تھی۔

کیکو کو کو، جواب بیس پچیس برس کی تھی، شنگو اور یاسو کو کی عمر تک پہنچتے پہنچتے اور میاں کے ساتھ رہتے رہتے، شوئی چی کو کتنی بار معاف کرنا پڑے گا؟ کیا اس کی عفو پروری کی کوئی حد ہی نہ ہوگی؟

شادی کیا ہے، کوئی یہ خطر دلدل جو میاں بیوی کی غلط کاریوں کو ہمیشہ نگلتی چلی جائے۔ شوئی چی سے کینو کی محبت، کیکو کو سے شنگو کی محبت ..... کیا وہ اپنا کوئی نشان چھوڑے بغیر اس دھسان میں ناپید ہو جائیں گی جو شوئی چی اور کیکو کو کی شادی کے روپ میں سامنے آیا ہے؟''

شنگو کو یہ بات بالکل مناسب معلوم ہوتی تھی کہ جنگ کے بعد بننے والے عائلی قوانین میں بنیادی اکائی خاوند اور زوجہ کو تصور کیا گیا تھا، والدین اور اولاد کو نہیں۔

''دوسرے الفاظ میں، میاں بیوی کی دلدل'' اس نے بڑبڑا کر خود سے کہا۔ ''انہیں اپنا الگ گھر بسانا پڑے گا۔''

عمر زیادہ ہو جانے کی وجہ سے اسے یہ عادت پڑ گئی تھی کہ جو ذہن میں آتا اسے بڑبڑاتا رہتا۔

''میاں بیوی کی دلدل'' کی ترکیب سے صرف یہ مراد تھا کہ میاں بیوی اکیلے رہیں تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، ایک دوسرے کی بداعمالیوں کو برداشت کرتے کرتے، اپنی دلدل کو گہرا کرتے جاتے ہیں۔

MashalBooks.org

اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ شوہر کی بداعمالیوں کے مقابلے میں ڈٹے رہنے کی صورت میں بیوی کیلئے خود آگہی کی منزل آجاتی تھی۔

شنگو نے اپنی ایک بھوں کو سہلایا جس میں کھجلی ہو رہی تھی۔

بہار کے دن قریب تھے۔

جاڑوں کے برعکس رات کو آنکھ کھل جانے سے شنگو کو اب ناگواری محسوس نہ ہوتی تھی۔

شوئی چی کی آواز سن کر جاگنے سے پہلے وہ ایک خواب دیکھتے دیکھتے جاگا تھا۔ اس وقت خواب اسے اچھی طرح یاد تھا لیکن جب دوسری دفعہ آنکھ کھلی تو تقریباً بھول چکا تھا۔

شاید دل کے دھک دھک کرنے سے خواب ذہن سے محو ہو گیا۔

اسے بس اتنا یاد کر رہا کہ چودہ پندرہ سال کی ایک لڑکی نے اپنا حمل اسقاط کرایا تھا اور یہ الفاظ: ''بعدازاں اسے ہمیشہ کے لیے مقدس زادی کی حیثیت حاصل ہو گئی۔''

وہ کوئی ناول پڑھتا رہا تھا۔ یہ ناول کے اختتامی الفاظ تھے۔

اس نے ناول کو لفظوں کی صورت میں پڑھا اور پلاٹ کو اس طرح دیکھا تھا جیسے وہ کوئی فلم یا ڈراما ہو۔ وہ آپ اس فلم یا ڈرامے میں نہ آیا تھا۔ اس کی تمام تر حیثیت دیکھنے والے کی تھی۔

اس لڑکی کی ذات، جس نے چودہ پندرہ سال کی عمر میں اپنا حمل ضائع کرایا تھا اور ساتھ ہی مقدس زادی بھی تھی، اپنے میں ندرت کا کوئی پہلو رکھتی تھی۔ لیکن کہانی بڑی لمبی چوڑی تھی۔ شنگو کے خواب نے کسی لڑکے لڑکی کی پاکیزہ محبت کے بارے میں کوئی شاہکار پڑھا تھا۔ مطالعہ ختم ہونے پر جب آنکھ کھلی تو پڑھتے وقت بیدار ہونے والے احساسات جوں کے توں موجود تھے۔

بات کیا یہ تھی کہ لڑکی کو معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ حاملہ ہے اور جو ہوا اسے اسقاط حمل کے قبیل کا کوئی معاملہ خیال نہ کرتی تھی اور اس لڑکے کی آرزو کرتی رہی جس سے جدا کر دی گئی تھی؟ لیکن خواب میں پلاٹ میں اس طرح کی ہیر پھیر غیر فطری بھی ہوتی اور ناپاک بھی۔

بھولے ہوئے خواب کے اجزاء کو جوڑ کر دوبارہ مکمل نہیں کیا جا سکتا۔ اور ناول پڑھتے ہوئے اس نے جو محسوس کیا وہ بھی خواب کا حصہ تھا۔

لڑکی کا ضرور کوئی نام بھی ہوگا اور اس نے لڑکی کی شکل صورت بھی ضرور دیکھی ہوگی لیکن صرف اس کی قد و قامت، بلکہ، یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ اس کا چھٹا پا، مبہم طور پر یاد رہا۔ لڑکی نے بظاہر جاپانی لباس زیب تن کر رکھا تھا۔

MashalBooks.org

اس نے خود سے پوچھا کہ یہ رویا کہیں یاسوکو کی حسین بہن کا تو نہیں تھا لیکن فیصلہ کیا کہ ایسی کوئی بات نہیں۔

پچھلی رات کے اخبار میں ایک مضمون چھپا تھا۔ وہی خواب کا ماخذ تھا۔

''لڑکی نے جڑواں بچوں کو جنم دیا۔ آؤموری میں موسم بہار کی گم کردہ راہ بیداری۔''

اس بڑی سرخی کے نیچے یہ مضمون تھا۔ ''خوش تولید کے قانون کے تحت آؤموری ضلع میں قانونی اسقاط کے لئے جس عوامی صحت سروس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ اس کے ایک جائزے کے مطابق پانچ لڑکیاں، جن کی عمر پندرہ سال ہے۔ تین لڑکیاں، جن کی عمر چودہ سال ہے اور ایک تیرہ سال کی لڑکی اپنے حمل اسقاط کرا چکی ہیں۔ ہائی سکول کی عمر والی یعنی سولہ سے اٹھارہ سال کی لڑکی میں اسقاط حمل کے چار سو کیس سامنے آئے ہیں اور ان میں سے بیس فیصد ہائی سکول کی طالبات ہیں۔ مڈل سکول کی طالبات میں سے ہیروساکی میں ایک، آؤموری میں ایک اور جنوبی تسوگارو ضلع میں چار اور شمالی تسوگارو ضلع میں ایک حاملہ ہوئی۔ اگرچہ لڑکیوں نے اختصاصی مہارت رکھنے والے معالجوں سے رجوع کیا لیکن جنسی معلومات سے بے بہرہ ہونے کے سبب یہ ہولناک نتائج سامنے آئے کہ صفر اعشاریہ دو فی صد کیسوں میں موت واقع ہوگئی اور ڈھائی فیصد لڑکیاں شدید بیمار پڑ گئیں۔ جب یہ سوچا جائے کہ دوسری لڑیاں عطائیوں کے ہاتھوں، چوری چھپے، موت کے گھاٹ اتر جاتی ہیں تو نوعمر ماؤں کی طرف سے سخت تشویش لاحق ہونے لگتی ہے۔''

چار اصلی کیس گنائے گئے تھے۔ شمالی تسوگارو ضلع میں، پچھلے سال فروری میں، مڈل سکول کے دوسرے سال کی چودہ سالہ طالبہ کو یکا یک دردزہ شروع ہوگیا اور اس نے جڑواں بچوں کو جنم دیا۔ ماں اور بچے صحت مند تھے اور لڑکی، جو اب تیسرے سال میں ہے، دوبارہ سکول جانے لگی۔ اس کے حاملہ ہونے کا والدین کا پتا ہی نہیں چلا تھا۔

آؤموری میں ہائی سکول کی ایک طالبہ، جس نے اپنے ایک ہم جماعت سے شادی کا وعدہ کیا تھا، پچھلی گرمیوں میں حاملہ ہوگئی۔ دونوں کے والدین نے اس بنا پر کہ دونوں ابھی سکول میں پڑھ رہے ہیں اسقاط حمل کا فیصلہ کیا۔ لیکن لڑکے نے کہا۔ ''ہم کوئی دل لگی نہیں کر رہے تھے۔ جلد ہی شادی کر لیں گے۔''

مضمون پڑھ کر شنگو کو صدمہ پہنچا تھا اور یہی وجہ تھی کہ جب وہ سویا تو اسقاط حمل کا خواب

دکھائی دیا۔

لیکن خواب میں لڑکے لڑکی میں کوئی پہلو بھونڈے پن کا نظر نہ آیا تھا، ایک پاکیزہ محبت کی کہانی سننے کو ملی تھی اور لڑکی ''مقدس زادی'' بن گئی تھی۔ سونے سے پہلے شنگو نے اس معاملے کو ایسی کسی کایا پلٹ ہوئی تو آخر کیوں ہوئی؟

شاید خواب میں اس نے لڑکی کو اور اپنے آپ کو بھی، بچالیا تھا۔

جو بھی ہو، خواب میں سے بھلائی ابھر کے سامنے آئے تھی۔

شنگو نے اپنے حال پر غور کیا اور حیران ہوا کہ اس کے اندر بھلائی صرف خوابوں میں بیدار ہوتی ہے۔

اور وہ تھوڑا جذباتی ہوگیا۔ کیا جوانی کی ایک ہی جھپکی اسے بڑھاپے میں پاکیزہ محبت کا خواب دکھا گئی تھی؟''

جذباتیت خواب کے بعد بھی باقی رہی تھی۔ اور شاید یہ جذباتیت ہی تھی جس کی وجہ سے اس نے شوئی چی کی آواز کا، جو زور زور سے کراہنے سے مشابہ تھی، نیک دلی سے خیر مقدم کیا اور سمجھا کہ اس میں محبت اور اداسی سموئی ہوئی ہے۔

3

شنگو ابھی بستر میں لیٹا تھا۔ اس نے سنا کہ کیکو کو شوئی چی کو جگا رہی ہے۔

ان دنوں وہ سویرے سویرے اُٹھ جاتا تھا۔ یا سوکو نے، جو دیر تک سونے کی عادی تھی، اسے جھاڑا تھا۔ ''ایسے بوڑھے جو الٹی پلٹی حرکتیں کر کے اپنی ہنسی اڑواتے ہیں اور منہ اندھیرے اُٹھ بیٹھتے ہیں وہ کسی کو اچھے نہیں لگتے۔''

شنگو کو بھی ناما سب معلوم ہوا کہ کیکو کو تو ابھی اُٹھی نہ ہو اور وہ اُٹھ کر کھڑا ہو۔ اس لئے سوچا کہ دبے پاؤں اگلے دروازے تک جا کر اخبار اُٹھالائے اور بستر میں لیٹ کر پڑھتا رہے۔

لگتا تھا کہ شوئی چی نہانے دھونے چلا گیا ہے۔

الٹی کرنے کی آواز آئی۔ دانتوں کو برش کرتے ہوئے اسے بظاہر ابکائیاں آنے لگی تھیں۔

کیکو کو دوڑی دوڑی باورچی خانے میں گئی۔

شنگو اُٹھ کھڑا ہوا۔ برآمدے میں اسے کیکو مل گئی جو باورچی خانے سے آرہی تھی۔

MashalBooks.org

''اباجان!''

وہ ٹھٹک گئی ورنہ ٹکرانے میں کسر نہ رہی تھی اس کا چہرہ تمتما اُٹھا۔ ہاتھ میں جو پیالی تھی اس میں سے کوئی چیز چھلکی۔ ٹھنڈی سا کے معلوم ہوتی تھی جس سے شوئی چی کے خمار کا تدارک مقصود تھا۔

شنگو کو وہ بہت خوبصورت لگی۔ رنگ وروغن سے بے نیاز، ذرا ذرا پہلے چہرے پر شرم کی لالی، ابھی نند اسی آنکھوں میں شرماہٹ، بن رنگے سادہ ہونٹوں کے درمیان حسین دانتوں کی جھلک، ہونٹوں پر جھینسی جھینسی ہی مسکراہٹ کھیلتی ہوئی۔

کیا بچوں جیسا بھول پن اب تک اس میں باقی ہے؟ شنگو کو اپنا خواب یاد آ گیا۔

اخبار کے مضمون میں چھوٹی عمر کی لڑکیوں کے حاملہ ہونے کا ذکر تھا۔ لیکن اس عمر کی لڑکیوں کے بیاہے جانے یا ماں بننے میں ایسی کون سی ان ہونی بات تھی۔ پرانے وقتوں میں تو یہی معمول تھا۔ اور شنگو خود بھی یاسوکو کی بہن پر بہت مائل تھا اس وقت جب اس کی عمر انہیں لڑکوں جتنی تھی،

یہ دیکھ کر کہ شنگو ناشتے کے کمرے میں آ گیا کیکو کو نے قدرے عجلت سے جھلملیاں کھول دیں۔

موسم بہار کی دھوپ کمرے میں بھر گئی۔

ایسا لگا کہ یہ چمک دمک دیکھ کر کیکو کو چونک اُٹھی ہے۔ شنگو پیچھے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ اُٹھا کر سر تک لے گئی اور بالوں کو، جو بکھرے ہوئے تھے کہ ابھی سو کے اُٹھی تھی، کھینچ کر ٹھیک کرنے لگی۔

بارگاہ کے احاطے میں کھڑے کنکو کے بڑے پیڑ پر نئی کونپلیں آنی شروع نہ ہوئی تھیں لیکن نہ جانے کیوں صبح کی روشنی میں اور سانس بن کر نتھنوں میں آتی صبح کی ہوا میں شگوفوں کی خوشبو سے ملتی جلتی کوئی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

کیکو کو جلدی جلدی اپنا حلیہ درست کر کے شنگو کے لیے گیوکورو بنا لائی۔

''یہ لیجئے، اباجان۔ آج صبح تو مجھ پر بڑی سستی چڑھی ہوئی ہے۔''

یہ روز کا معمول تھا۔ صبح اُٹھتے ہی شنگو کھولتے پانی میں گیوکورو بنا کے پیتا۔ پانی جتنا زیادہ گرم ہوتا چائے دم کرنے میں اتنی ہی زیادہ مشکل پیش آتی۔ گیوکورو سب سے اچھی طرح کیکو کو بناتی۔

MashalBooks.org

شنگو بیٹھا سوچتا رہا کہ گیوکورو اگر کوئی بن بیاہی لڑکی دم کرے تو شاید اس کے ہاتھ کی بنی چائے اور بھی بہتر ثابت ہو۔

''تمہیں بہت کام کرنا پڑ رہا ہے'' شنگو نے خوش دلی سے کہا ''شرابی کیلئے ساکے، ستر ے بہترے کے لیے گیوکورو۔''

''آپ کو پتا چل گیا تھا؟''

''اس نے مجھے جگا دیا۔ پہلے میں سمجھا کہ تیرو ہے۔''

''آپ یہ سمجھے؟'' کیکو کو سر جھکائے بیٹھی رہی جیسے اسے کیل دیا گیا ہو۔

''میری آنکھ تم سے پہلے کھل گئی تھی، کیکو کو،'' فوساکو نے ساتھ والے کمرے سے کہا۔'' بہت ہی برا لگا۔ مجھے پتا چل گیا تھا کہ شوئی چی ہے کیوں کہ تیرو ذرا خاموش طبیعت کی ہے۔''

فوساکو چھوٹی کو دودھ پلاتی ہوئی، نائٹ گون پہنے پہنے ہی، ناشتے کے کمرے میں چلی آئی ۔اس کے خدوخال بگڑے بگڑے نظر آ رہے تھے مگر چھاتیاں گوری اور کمال اور بھری بھری تھیں۔

''کیا واہیات حال بنا رکھا ہے۔'' شنگو نے کہا۔'' کچھ پہن تو لو۔''

''ائی ہارا کا حال بھی واہیات ہے۔ اس لئے میرا حال بھی واہیات کیوں نہ ہو۔ جب کسی ایسے مرد کے پلے باندھ دیا جائے جس کا حال واہیات ہو تو کوئی اور کرے بھی کیا۔'' فوساکو نے کونیکو کو دائیں چھاتی سے ہٹا کر بائیں چھاتی کی طرف منتقل کیا۔''اگر یہ حال دیکھنا آپ کو منظور نہیں تھا تو کیا ہی اچھا ہوتا جو مجھے بیاہ کے چلتا کرنے سے پہلے کچھ چھان پھٹک کر لیتے۔''

''مردوں عورتوں میں فرق ہوتا ہے۔''

''کوئی فرق نہیں ہوتا۔ شوئی چی کو دیکھ لیں۔''

وہ منہ ہاتھ دھونے کے سٹینڈ کی طرف چل دی۔

کیکو کو نے کونیکو کو لینے کے لیے ہاتھ پھیلائے۔ فوساکو نے بچی کو اس قدر زور سے کیکو کو کے ہاتھوں میں پٹخا کہ وہ رونے لگی۔

فوساکو کوئی پروا کئے بغیر چلی گئی۔

یاسوکو نے، جو منہ دھو کر آ گئی تھی، بچی کو لے لیا۔''تمہارے خیال میں بچی کے باپ کا ارادہ کیا ہے؟ فوساکو پچھلے سال کے آخری دن گھر آئی تھی۔ دو مہینے سے اوپر ہو گئے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ فوساکو نے واہیات حال بنا رکھا ہے۔ لیکن میرے خیال میں جو سب اہم معاملہ درپیش ہے

اس کی حد تک والد صاحب کہیں زیادہ واہیات ثابت ہوئے ہیں تم نے نئے سال کی رات کو کہا تھا کہ تعلق بالکل ختم ہو گیا تو اچھا ہوا اور اس کے بعد سے تم ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہو۔ اور ائی ہارا نے بھی کچھ نہیں کہا۔'' بات کرتے ہوئے اس کی نظر گود کی بچی پر جمی ہوئی تھی۔ ''وہ جو تمہارے دفتر میں تانی زا کی نام کی لڑکی تھی، شوئی چی اسے آدھی بیوہ کہتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ فوسا کو نیم مطلقہ ہے۔''

''آدھی بیوہ کا کیا مطلب؟''

''اس کی شادی نہیں ہوئی لیکن جس آدمی سے محبت تھی وہ جنگ میں مارا گیا۔''

''لیکن تانی زا کی تو اس وقت ذرا سی لڑکی ہو گی۔''

''پرانے حساب کی رو سے سولہ سترہ سال کی تھی۔ اتنی عمر کی تو ہو گی کہ اپنے مرد کو بھلا نہ سکی۔''

شنگو نے سوچا کہ یاسوکو کے منہ سے یہ بات ''اپنے مرد کو بھلا نہ سکی'' عجیب لگتی ہے۔

شوئی چی ناشتہ کئے بغیر نکل گیا۔ اسے دیر ہو گئی تھی اور غالباً طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی۔

شنگو صبح کی ڈاک آنے تک وقت ٹلاتا رہا۔ کیکو کو جو خط لے کر آئی ان میں سے ایک اس کے اپنے نام تھا۔

شنگو نے خط اس کے حوالے کر دیا۔

ڈاک لاتے ہوئے اس نے بظاہر خطوں پر نظر تک نہ ڈالی تھی۔ اسے شاذ ہی کوئی خط لکھتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اسے یہ توقع بھی نہ تھی کہ اس کے نام بھی کوئی خط آئے گا۔

اس نے خط ناشتے کے کمرے میں بیٹھے بیٹھے پڑھ ڈالا۔

''میری سہیلی کا خط ہے۔ اس کا حمل ضائع ہو گیا۔ تب سے بیمار چلی آ رہی ہے۔ ہونگو میں یونیورسٹی ہسپتال میں ہے۔''

''اوہ'' شنگو نے عینک اتار کر نگاہیں کیکو کے چہرے پر جما دیں۔ ''کیا وہ کسی بے لائسنسی بوڑھی دائی کے ہتھے چڑھ گئی تھی؟ بہت خطرناک۔''

کل رات اخبار میں وہ مضمون پڑھا اور آج کیکو کے نام یہ خط آ گیا..... اس اتفاق سے شنگو پر بڑا اثر ہوا اور اس نے اسقاط حمل کے بارے میں خواب بھی دیکھا تھا۔

اس کے جی میں لہر آئی کہ اپنا خواب کیکو کو سنا دے۔

MashalBooks.org

لیکن اس سے بولا نہ گیا اور کیکو کو کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے محسوس کیا کہ کوئی ایسی چیز اسے چھو کر گزری ہے جس میں نوجوانی کی کیفیت تھی اور جب ایک اور خیال کسی کوندے کی طرح اس کے ذہن میں لپکا تو وہ چونک اُٹھا۔ خیال یہ تھا کہ کیکو کو حاملہ ہے اور حمل ضائع کرانے کا سوچ رہی ہے۔

4

جب ٹرین شمال کا ماکورا وادی میں سے گزری تو کیکو کو نے حیرانی بھرے لہجے میں کہا۔ ''دیکھئے، آلوچوں پر کیسی بہار آئی ہوئی ہے۔''

شمالی کاماکورا میں ٹرین کی کھڑکیوں کے بہت قریب آلوچوں کے درخت بڑی تعداد میں لگے ہوئے تھے۔ شنگو روز انہیں دیکھتا تھا لیکن ان پر کبھی کوئی خاص توجہ نہ دی تھی۔

سفید پھولوں کا عنفوان گزر چکا تھا۔ گرم دھوپ میں وہ میلے میلے نظر آ رہے تھے۔

''لیکن پھول تو ہمارے آلوچوں پر بھی آئے ہوئے ہیں'' شنگو نے کہا۔ بہرحال، گھر کے باغ کل دو تین درخت تھے اور شاید آلوچوں کے درختوں کو اس طرح حقیقی معنی میں جلوہ آرا کیکو کو نے پہلی بار دیکھا تھا۔

اس کے نام خط بہت ہی کم آتے تھے اور وہ گھر سے نکلتی بھی بہت ہی کم تھی۔ کبھی ہوا تو خریداری کرنے کاماکورا چلی گئی۔

یونیورسٹی ہسپتال میں بیمار سہیلی کی عیادت کے ارادے سے وہ گھر سے شنگو کے ساتھ روانہ ہوئی۔

سفر کے دوان اس نے کیکو کو سے پوچھنا چاہا کہ کیا وہ حاملہ ہے۔

یہ کوئی ٹیڑھا سوال نہیں تھا اور اس کے باوجود عین ممکن معلوم ہو رہا تھا کہ شنگو یہ موقع ہاتھ سے نکل جانے دے گا۔

یاسوکو سے اس کے جسمانی وظائف کے بارے میں پوچھ گچھ کرنا چھوڑے اسے کتنے سال گزر چکے تھے؟ سن یاس کو پہنچنے کے بعد خود یاسوکو نے بھی اس بارے میں کچھ نہ کہا تھا۔ کیا یہ مسئلہ جسمانی دم خم کا نہیں بلکہ صحت کے انحطاط کا تھا۔؟

ایک ایسا معاملہ جس کے بارے میں یاسوکو نے بات کرنی چھوڑ دی تھی شنگو بھول بھال چکا

تھا۔

جب اس نے کیکو کو سے سوال کرنے کا سوچا تو یاسوکا خیال آیا۔

اگر یاسوکو کے علم میں ہوتا کہ کیکو کو حمل اور پیدائش سے متعلق وارڈ میں جا رہی ہے تو شاید مشورہ دیتی کہ خود کو بھی دکھاتی آئے۔

یاسوکو کبھی کبھی کیکو کو سے بچوں کا ذکر کرتی تھی۔ شنگو کو معلوم تھا کہ اس موضوع سے کیکو کو کو بداندیشی کی بو آتی ہے۔

کیکو کو نے بلاشبہ شوئی چی کو کچھ نہ کچھ بتایا ہوگا۔ مدتوں پہلے شنگو نے والہانہ پسندیدگی کے ساتھ کسی دوست کی زبانی یہ نظریہ سنا تھا کہ عورت کی نظر میں وہی مرد سب کچھ ہے جس کے سامنے وہ یہ راز ظاہر کر دے اگر کسی اور مرد سے تعلق ہو تو وہ اپنی حالت کا راز اپنے تک رکھتی ہے۔

یہ راز کوئی بیٹی باپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتی۔

ایسا لگتا تھا کہ شنگو کیکو کو سے شوئی چی کی عورت کا ذکر کرنے سے کترا رہا ہے اور کیکو کو بھی شنگو سے یہ بات کرنے سے بچنا چاہتی ہے۔

اگر وہ حاملہ تھی تو حاملہ ہونے میں شاید اس پختگی کا دخل ہو جو شوئی چی کی عورت کی وجہ سے اس میں پیدا ہو گئی تھی۔ یہ خیال تھا تو کراہت آمیز لیکن انسان ہونے کے ناتے ایسے خیالوں سے مفر کہاں۔ اور اسے لگتا تھا کہ کیکو کو سے بچوں کا ذکر کرنے میں کوئی بے دردی چھپی ہوئی تھی۔

''امی نے آپ کو بتایا کہ امامیا دادا کل ہماری طرف آئے تھے؟''

''نہیں۔''

''کہنے آئے تھے کہ انہیں ٹوکیو والے گھر میں جگہ دی جا رہی ہے اور دو بڑے بڑے تھیلے بسکٹوں کے لائے اور ہم سے کہا کہ تیرو کا خیال رکھنا۔''

''بسکٹ تیرو کے لیے ہیں؟''

''امی کا تو یہی خیال ہے۔ یا شاید ایک تھیلا ہمارے واسطے ہو۔ امامیا دادا بہت خوش تھے۔ بتا رہے تھے کہ چھوٹے امامیا صاحب کا کاروبار بڑا کامیاب ہے اور اُنہوں نے مکان کو بڑا کر لیا ہے۔

''یہی ہوتا آیا ہے۔ جو بھی اچھا کاروباری ہے اپنا مکان فوراً بیچ باچ نئے سرے سے بنیاد کھودنی شروع کر دیتا ہے اور ہمیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ نیا مکان کب بنا اور کب سے اس کی توسیع

کا آغاز ہوا۔ مجھ جیسے لوگوں کیلئے دس سال یوں گزر جاتے ہیں جیسے ایک دن۔ یہاں تک کہ آخر میں ٹرین کا یہ سفر بھی یوں لگتا ہے جیسے بہت بڑا وبال جان ہو۔ ابھی کل پرسوں کی بات ہے ہم، سب کے سب بوڑھے، ڈنر پر اکٹھے ہوئے۔ کمال ہے کہ کس طرح سال بہ سال انہیں پرانی باتوں کو دہراتے رہتے ہیں۔ جب تھک جاتے ہیں، اکتا جاتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ وہ ہمیں لینے کب آئیں گے۔

لگتا نہیں تھا کہ آخری جملہ کیکو کے ٹھیک طرح پلے پڑا ہو۔

''کسی نے کہا کہ جب ہم منصف کے حضور میں پیش ہوں تو ہمیں اسے بتانا چاہیے کہ فالتوں پرزوں سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوسکتا۔ ہم یہی کچھ تو ہیں، زندگی کے فالتوں پرزے۔ اور جتنی دیر ہم زندہ رہیں کیا زندگی کو ہمارے ساتھ کم از کم رحم کا برتاؤ نہیں کرنا چاہیے؟''

''لیکن .....''

''یہی سچ ہے۔ کوئی آدمی ہو، اس کا کسی عہد سے تعلق ہو، میں نہیں مانتا کہ وہ یہ کہہ سکے گا کہ واقعی زندگی سے ہر طرح فیض اُٹھا چکا ہے۔ اس آدمی کا خیال دل میں لاؤ جو ریستوراں میں تمہارے جوتوں کا خیال رکھنے پر مامور ہے۔ دن رات اس کے ذمے یہی کام ہے کہ جوتے اُٹھا کے رکھ لئے، اُٹھا کے واپس کر دئے۔ ہم بوڑھوں میں سے کسی نے ایجاد بندہ قسم کا نظریہ پیش کیا .....وہ یہ کہ اس قسم کا فالتو پرزہ درحقیقت کہیں زیادہ آسانی سے گزارہ کر لیتا ہے۔ لیکن ویٹرس نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ کہنے لگی کہ جوتوں کی دیکھ بھال پر مامور بوڑھے کی زندگی بڑی کٹھن ہے۔ کام کرنے کے لیے ذرا سا کھڈا ملا ہوتا ہے جہاں الماری جیسے خانوں میں ہر طرف جوتے ہی جوتے۔۔ وہاں بیٹھا کوئلوں کی آگ پر جھکا جھکا جوتے چمکاتا رہتا ہے۔ دروازے میں جس جگہ بیٹھتا ہے وہ جاڑوں میں ٹھنڈی رہتی ہے، گرمیوں میں تپنے لگتی ہے۔ تم نے کبھی غور کیا کہ خود ہماری بڑی بی کو لاوارث بوڑھے بوڑھیوں کے لیے بنے ہوئے دار الامانوں کا ذکر کرنے کا کتنا شوق ہے؟''

''امی کو؟ لیکن امی اس معاملے کو سنجیدگی سے کب لیتی ہیں۔ اسی طرح کی بات ہے جیسے نوجوان لوگ کہتے رہتے ہیں کہ کاش انہیں موت آجائے۔''

''میں سمجھتا ہوں تم نے سچ کہا۔ میری بیوی نے فرض کر رکھا ہے کہ وہ میرے بہت بعد مرے گی۔ لیکن تم کن نوجوانوں کا ذکر کر رہی ہو''

MashalBooks.org

''نوجوانوں .....'' کیکو کو ہچکچائی۔''میری سہیلی کے خط میں۔''

''وہی جو صبح آیا تھا؟''

''ہاں۔وہ شادی شدہ نہیں ہے۔''

''اوہو!''

وہ چپ ہو گیا۔کیکو کو بات جاری نہ رکھ سکی۔

یہ بات اس وقت ہوئی جب ٹرین توت سوکا سے چلی۔اگلا سٹاپ، ہودوگایا، کچھ فاصلے پر تھا۔

''کیکو کو۔میں سوچتا رہا ہوں۔کیا تمہیں اور شوئی چی کو اچھا نہیں لگے لگا جو ہم سے الگ رہنے لگو؟''

کیکو کو اس کی طرف دیکھنے لگی۔منتظر تھی کہ وہ کچھ اور بھی کہے۔پھر جب بولی تو آواز التجا کا رنگ لئے ہوئے تھی۔''کیوں، ابا جان؟ اس لئے کہ فوسا کو گھر آ گئی ہے؟''

''اس بات کا فوسا کو سے کوئی تعلق نہیں۔میں جانتا ہوں کہ کسی نیم مطلقہ کے ہمارے ہاں رہنے سے تمہیں دقت کا سامنا ہے۔لیکن اس نے ائی ہارا کو اگر طلاق دے بھی دی تو بھی شاید زیادہ دیر ہمارے پاس نہ رہے۔نہیں، اس بات کا فوسا کو سے کوئی تعلق نہیں۔اس کا تعلق تم دونوں سے ہے۔تمہارے خیال میں کیا یہ بہتر نہ رہیگا؟''

''نہیں۔آپ میرا خیال رکھتے ہیں اور میں تو یہی چاہوں گی کہ آپ کے پاس رہوں۔میرے خیال میں آپ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ آپ سے دور جا کر میں کتنی اکیلی رہ جاؤں گی۔''

''تمہاری بڑی عنایت ہے۔''

''ارے نہیں۔میں تو آپ کی بھلمنساہٹ سے فائدہ اُٹھا رہی ہوں۔میں بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی تھی، گھر بھر کی لاڈلی۔گھر میں ابو سب سے زیادہ پیار ہمیشہ مجھ سے کرتے تھے اور مجھے آپ کے پاس رہنا اچھا لگتا ہے۔''

''میں سمجھ سکتا ہوں کہ تم اپنے ابو کی لاڈلی کیوں تھیں اور تمہارا ہمارے پاس رہنا ہمیں بھی اچھا لگتا ہے۔تم گھر سے چلی جاؤ گی تو مجھے کوئی خوشی نہیں ہوگی۔لیکن شوئی چی کا جو حال ہے تم نے دیکھ ہی لیا ہے اور میں نے اس مسئلے پر تم سے ایک دفعہ بھی بات نہیں کی۔فضول قسم کا باپ ہوں جس کے پاس تمہیں رہنا پڑ رہا ہے۔اگر تم دونوں الگ رہنے لگو تو شاید اپنے طور پر اس مسئلے کا کوئی

حل نکال لو۔''

''نہیں۔آپ منہ سے تو کچھ نہیں کہتے لیکن مجھے معلوم ہے کہ میری وجہ سے پریشان رہتے ہیں اور آپ کی ہمدردیاں میرے ساتھ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گزارہ کئے جا رہی ہوں۔'' اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو تھے۔''اگر آپ نے ہمیں کہیں اور جا کر رہنے پر مجبور کر دیا تو میرا خیال ہے کہ سہمی سہمی رہا کروں گی۔ میں نہیں سمجھتی کہ گھر پر اکیلی رہ کر انتظار کئے جانا میرے بس کی بات ہے۔اس کی تاب نہ لاسکوں گی۔ بہت زیادہ تنہا محسوس کروں گی، اور خوف زدہ بھی۔''

''میں سمجھ گیا..... شوئی چی کا انتظار اور وہ بھی تن تنہا۔لیکن یہ اس طرح کا معاملہ نہیں جس پر ٹرین میں گفتگو کی جائے۔اس پر غور کرنا۔''

وہ واقعی خوف زدہ معلوم ہوتی تھی۔کندھے لرز رہے تھے۔

شنگو نے ٹیکسی لی اور اسے ہونگو چھوڑ آیا۔

شاید اس لئے کہ باپ اس کے لاڈ اُٹھا تا رہا تھا یا شاید اس وجہ سے کہ وہ پریشان تھی کیکو کو یہ خاطر داری معیوب معلوم نہ ہوئی۔

یہ تو قطعی ناممکن تھا کہ شوئی چی کی عورت کہیں باہر گھوم رہی ہوگی۔تاہم شنگو کو فکر پڑی ہوئی تھی۔چنانچہ جب تک کیکو کو صحیح سلامت ہسپتال کے اندر نہ پہنچ گئی وہ اپنی جگہ سے ہلا نہیں۔

MashalBooks.org

موسم بہار میں بجتی گھنٹی

چیری کے پھولوں کی رت تھی اور کاماکورا میں بدھ مت کے صدر مقام کی سات سوویں سالگرہ منائی جارہی تھی۔ درگاہ کی گھنٹی دن بھر بجتی رہی۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ شنگو کو گھنٹی کی آواز سنائی نہ دیتی۔ کیکو کو بظاہر، کام کام میں یا بات چیت میں مشغول ہونے کے باوجود، آواز سن لیتی تھی۔ لیکن شنگو کو کان لگا کر سننا پڑتا تھا۔

''سنیں'' کیکو کو اسے مطلع کرتی۔ ''سنیں۔ گھنٹی پھر بجی۔''

''اوہ؟'' شنگو نے ایک طرف سر جھکا کے کہا۔ ''اور بڑی بی کا کیا حال ہے؟''

یاسوکو کی طرف سے کوئی دلاسا نہ ملا۔ ''میں بالکل سن سکتی ہوں۔ حالت یہ ہے کہ کان پھٹے جارہے ہیں۔''

اس کے سامنے پانچ دن کے اخبار جمع ہوئے رکھے تھے اور وہ اپنی مخصوص رفتار سے ان کے مطالعے میں مصروف تھی۔

''وہ بجی، وہ بجی'' شنگو نے کہا۔ ایک بار اسے آواز سنائی دے جاتی تو پھر یکے بعد دیگرے ہونے والے ٹھناکوں کو سننے میں دقت پیش نہ آتی۔

''تم بڑے کھلے پڑ رہے ہو'' یاسوکو نے عینک اتار کر اس کی طرف دیکھا ''پجاری، جنہیں روز روز گھنٹی بجانی پڑتی ہے، تھک کر چور ہو جاتے ہوں گے۔''

''نہیں، گھنٹی وہ زائرین سے بجواتے رہتے ہیں'' کیکو کو نے بتایا۔ ''دس ین دو، ایک بار گھنٹی بجالو۔ یہ پجاری نہیں بجا رہے۔''

''اچھی سوجھی۔'' شنگو نے کہا۔

''اسے وہ مردگاں کے لیے ناقوس نوازی یا اسی طرح کی کوئی چیز کہتے ہیں۔ زاویہ یہ ہے کہ تقریباً ایک لاکھ یا دس لاکھ یا لوگوں کی کسی اتنی ہی تعداد سے گھنٹی بجوائی جائے۔''

MashalBooks.org

''زاویہ؟'' کیکوکو نے اپنی بات کہنے کے لیے جو لفظ چنے تھے وہ شنگو کو پر لطف معلوم ہوئے۔

''گھنٹی کی آواز میں ویرانی ہے۔'' کیکوکو نے کہا۔ ''سچ یہ ہے کہ مجھے بھلی نہیں لگتی۔''

''تمہارے خیال میں ویرانی ہے؟''

خود شنگو اس سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ اپریل میں اتوار کے دن ناشتے کے کمرے میں بیٹھ کر چیری کے پھولوں کو دیکھنے اور گھنٹی کی باج سننے میں کیسی راحت ہے، سکون ہی سکون، تن بدن کو چین آیا ہوا۔

''ویسے یہ سات سو ویں سالگرہ ہے کس چیز کی؟'' یاسوکو نے پوچھا۔ ''بعض اس کا تعلق مہابدھ سے بتاتے ہیں، بعض کہتے ہیں فی چیرین سے ہے۔''

شنگو جواب نہ دے سکا۔

''تمہیں پتا ہے، کیکوکو؟''

''نہیں۔''

''بڑی عجیب بات ہے اور ہم سب رہتے یہاں کاماکورا میں ہیں۔''

''امی، آپ کے اخباروں میں اس پر کچھ نہیں چھپا؟''

''شاید چھپا ہو'' یاسوکو نے اخبار کیکوکو کی طرف بڑھا دئے۔ ڈھیر سارے اخبار سلیقے سے تہ کئے ہوئے اور اوپر نیچے رکھے تھے۔ یاسوکو نے ایک اخبار اپنے پاس رکھ لیا۔ ''میرا خیال ہے کوئی چیز نظر تو آئی تھی۔ لیکن ان بوڑھے میاں بیوی کی خبر سے، جو گھر چھوڑ کر چلے گئے، مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ باقی سب کچھ بھول گئی۔ میں سمجھتی ہوں، یہ خبر تم نے بھی دیکھی ہوگی۔''

''ہاں۔''

''جاپانی بوٹ ریس کا عظیم محسن۔ جاپانی کشتی رانی کی انجمن کا نائب صدر۔''

یاسوکو نے مضمون پڑھنا شروع کیا اور پھر بات اپنے الفاظ میں جاری رکھی۔ ''وہ کشتیاں اور یاٹیں بنانے والی ایک کمپنی کا صدر تھا۔ خود انہتر سال کا تھا۔ بیوی اڑسٹھ سال کی تھی۔''

''اور اس خبر میں ایسا کیا تھا جو تم اتنی متاثر ہوئیں؟''

''وہ اپنی بیٹی اور داماد اور نواسے نواسیوں کے نام رقعے چھوڑ گیا۔ اخبار میں چھپے ہوئے ہیں۔'' یاسوکو دوبارہ اخبار پڑھ کر سنانے لگی: ''ناشاد و نامراد بوڑھی ہستیاں، بچی کھچی زندگی

گزارنے میں مصروف، جنہیں دُنیا بھلا چکی ہو؟ نہیں ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اتنی دیر نہیں جئیں گے۔ ہم وائی کاؤنٹ تاکاگی* کے احساسات کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ لوگوں کو رخصت اس وقت ہونا چاہیے جب دوسروں کے دلوں میں ابھی ان کے لیے محبت باقی ہو۔ ہم اب رخصت ہوتے ہیں کہ ابھی گھر والوں کی شفقت کا سایہ ہمارے گرد ہے اور ہماری خوش نصیبی کہ ہمارے اتنے ساتھی، ساتھ کام کرنے والے اور سکول میں ساتھ پڑھنے والے ابھی موجود ہیں۔ یہ رقعہ تو تھا بیٹی اور داماد کے نام، اور یہ نواسوں نواسیوں کے نام ہے۔ جاپان کی آزادی کا دن قریب آ پہنچا ہے لیکن آگے کے راستے پر تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ وہ نوجوان طالب علم جو جنگ کی ہولناکیوں سے آشناء ہیں اگر واقعی امن کے خواہاں ہیں تو انہیں آخری دم تک گاندھی کے عدم تشدد کے طریقوں پر کاربند رہنا چاہیے، ہم بہت دیر جی لئے اور اب ہم میں اتنی سکت باقی نہیں کہ قیادت کر سکیں اور اس راستے پر چل سکیں جسے ہم راہ راست تصور کرتے ہیں۔ اگر ہم آرام طلب بن کر ''خباثت آمیز برسوں''* تک جئے چلے گئے تو پھر برس ہا برس کی اس زندگی کو بھی لایعنی بنا ڈالیں گے جو اب تک ہم نے گزاری ہے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بعد ہمیں اچھے نانا نانی کے طور پر یاد رکھا جائے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔ بس خاموش سے چل پڑے ہیں۔''

یاسوکو خاموش ہو گئی۔

شنگو پہلو بدل کر باغ میں لگے چیری کے درختوں کو دیکھنے لگا۔

یاسوکو کا اخبار کا مطالعہ ابھی ختم نہ ہوا تھا۔ ''وہ ٹوکیو والے گھر سے چلے اور اوساکا میں میاں کی بہن سے ملنے کے بعد غائب ہو گئے۔ بہن بھی اسی نوے سال کے ہے۔''

''بیوی نے کوئی رقعہ چھوڑا؟''

''کیا؟'' یاسوکو نے حیران ہو کر اخبار سے نظر اُٹھائی۔

''بیوی کوئی رقعہ لکھ کر نہیں گئی؟''

''بیوی؟ وہ بڑھیا؟''

---

* شہنشاہ ہیروہیتو کے سب سے چھوٹے بھائی کا خسر۔ 1948 میں انتقال ہوا۔ عام خیال ہے کہ خودکشی کر لی تھی۔

* نیوافیومیو کے ایک افسانے کی طرف اشارہ جو 1947 میں شائع ہوا تھا۔

MashalBooks.org

''اور کیا۔ اگر دونوں ساتھ رخصت ہوئے تو فطری طور پر بیوی کو بھی کوئی رقعہ لکھنا چاہیے تھا۔ فرض کرو میں اور تم خودکشی کر لیں۔ تم بھی جو کہنا چاہو گی لکھ ڈالو گی۔''

''اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی'' یاسوکو نے جھٹ جواب دیا۔ ''یہ تو نوجوان لوگ کرتے ہیں۔ خودکشی کرنے سے پہلے دونوں رقعے لکھ جاتے ہیں۔ ایک دوسرے سے جدا کر دئے جانے کے المیے کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ میرے پاس کہنے کے لئے رکھا ہی کیا ہے؟ میاں بیوی کی حد تک میاں کا رقعہ لکھ جانا کافی ہوتا ہے۔''

''تم سچ مچ یہ سمجھتیں ہو؟''

''اگر میں اکیلی مری تو اور بات ہو گی۔''

''میرے خیال میں ذکر کرو گی کہ دکھ درد اور پشیمانیوں کے کیسے کیسے کوہ گراں تمہارے راستے میں آئے۔''

''ان سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اتنی عمر ہو جانے کے بعد ان باتوں میں کیا دھرا ہے۔''

شنگو ہنسا ''اس بوڑھی عورت کی دلا سے بھری باتیں جو مرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی اور ابھی مرے گی بھی نہیں۔ اور کیکو کو؟''

''میں؟'' آواز دھیمی اور تذبذب آمیز تھی۔

''فرض کرو تم شوئی چی کے ساتھ مل کر خودکشی کر لو کیا کوئی رقعہ لکھ کر چھوڑ جانا چاہو گی؟'' شنگو کو فوراً احساس ہو گیا کہ اس طرح کی بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔

''معلوم نہیں۔ حیران ہوں کیسا لگے گا۔'' کیکو کو نے شنگو کی طرف دیکھا۔ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی ادبی میں تھی جیسے ادبی کو ڈھیلا کرنا مقصود ہو۔ ''ابا جان، مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں آپ سے کچھ کہنا چاہوں گی۔'' اس کی آنکھوں میں نوخیز سی نمی تھی اور پھر آنسو بھر آئے۔

شنگو نے سوچا کہ یاسوکو کو موت کا کوئی اندیشہ کبھی نہیں ستاتا لیکن کیکو کو موت کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔

کیکو کو آگے کو جھکی۔ شنگو سمجھا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے گی۔ اور پھر وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

یاسوکو اسے جاتے دیکھتی رہی۔ ''عجب ہے۔ رونے کی کوئی بات تو تھی نہیں۔ ہسٹیریا ہے، اور کچھ نہیں۔ صرف ہسٹیریا۔''

MashalBooks.org

شنگو نے قمیض کے بٹن کھولے اور ہاتھ سینے پر رکھا لیا۔

''دل دھک دھک کر رہا ہے کیا؟''

''نہیں۔ بھٹنی میں کھجلی اُٹھ رہی ہے سخت ہوگئی ہے اور کھجلا رہی ہے۔''

''چودہ پندرہ سال کی لڑکی کی طرح۔''

شنگو نے بائیں بھٹنی انگوٹھے کے برابر والی انگلی سے سہلائی۔

جب کوئی جوڑا مل کے خودکشی کرتا تو رقعہ شوہر لکھتا۔ بیوی کوئی چیز تحریر نہ کرتی۔ کیا بیوی شوہر کو اپنی نیابت کا حق یا دونوں کی طرف سے بات کرنے کی اجازت دے دیتی تھی؟ جب یاسوکو خبر پڑھ کر سنا رہی تھی تو یہ سوال شنگو کو دلچسپ بھی معلوم ہوا اور چکر دینے والا بھی۔

مدتوں ساتھ رہتے رہتے کیا دونوں ایک ہو گئے تھے؟ کیا عمر رسیدہ بیوی اپنی شناخت گم کر چکی تھی، کیا اس کے پاس کرنے کے لیے کوئی وصیت نہ تھی؟

بات کیا یہ تھی کہ عورت، جس پر جان دینے کے لیے کسی قسم کا دباؤ نہ ہوتا تھا، شوہر کی خدمت میں حاضر رہ کر، کسی تلخی، پشیمانی اور پس وپیش کے بغیر، شوہر کی دُنیا کے نام آخری تحریر میں شمولیت کرتی تھی؟ یہ سب شنگو کو بہت عجیب معلوم ہوا۔

لیکن درحقیقت اس کی بوڑھی بیوی نے کہہ ہی دیا تھا کہ اگر اُنہوں نے خودکشی کی تو وہ رقعہ لکھنے کی کوئی ضرورت محسوس نہ کرے گی۔ شنگو کا رقعہ تحریر کرنا کافی ہوگا۔

کوئی گلہ شکوہ کیے بغیر مرد کے ساتھ جان دینے والی عورت ..... بعض اوقات اس کے برعکس بھی ہوتا تھا لیکن بالعموم عورت ہی مرد کی تقلید کرتی تھی۔ کسی وجہ سے شنگو کو یہ بات چونکا دینے والی معلوم ہوئی کہ ایک ایسی ہی عورت، بوڑھی ہو کر، یہاں اس کے پہلو میں موجود ہے۔

کیکو کو اور شوئی چی کو مل جل کر رہتے زیادہ مدت نہ ہوئی تھی اور ابھی سے ان کی زندگی میں الجھنیں پیدا ہو گئی تھیں۔

شاید وہ کیکو کو سے بے دردی سے پیش آیا تھا، شاید یہ پوچھ کر کہ کیا وہ کوئی رقعہ لکھ کر چھوڑ جانا چاہے گی اس نے کیکو کو کے جذبات کو ٹھیس لگائی تھی۔

اسے اتنا پتا تھا کہ کیکو کو ایک خطرناک کھائی کنارے کھڑی ہے۔

''تم کیکو کو کے ساتھ بہت نرمی کرتے ہو۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایسی فضول باتوں پر رونے دھونے لگتی ہے۔'' یاسوکو نے کہا۔ ''اس سے لاڈ کیے جاتے ہو اور جو مسئلہ سب سے اہم ہے اس

کے حوالے سے تم آج تک ایک قدم بھی نہیں اُٹھا سکے۔فوساکو کے معاملے میں بھی تمہارا یہی رویہ ہے۔''

شنگو چیری کے درخت کو دیکھ رہا تھا جو پھولوں سے لدا ہوا تھا۔

چیری کے بڑے درخت کے نیچے یاتسووے خوب لہلہا رہا تھا۔

شنگو کو یاتسووے ناپسند تھا۔اس کا ارادہ تھا کہ چیری پر پھول آنے سے پہلے یاتسووے کو کاٹ ڈالے گا۔لیکن مارچ میں کئی بار زور شور سے برف پڑی اور اب پھول آ چکے تھے۔

اگر چہ اس نے یاتسووے کو تین سال پلے کٹوا دیا تھا لیکن اب وہ پہلے سے بھی زیادہ گھنا ہوا کر پھیل گیا تھا۔تین سال پہلے اسے خیال آیا تھا کہ اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہیے اور اس کی سوچ صحیح تھی۔

یاسوکو کی باتیں سن کر اسے پتوں کا گہرا سبز رنگ اور بھی برا لگنے لگا۔یاتسووے نہ ہو تو چیری کا درخت اکیلا کھڑا دکھائی دے گا، پھیلتا جائے گا یہاں تک کہ اس کی ٹہنیاں چاروں سمتوں میں لٹک جائیں گی۔یاتسووے نے اسے ہر طرف سے گھیر رکھا تھا لیکن اس کے باوجود وہ خوب پھیل گیا تھا۔

اور پھولوں سے سراسر لدا ہوتھا۔حیرت ہوتی تھی کہ ایک درخت پر اتنے پھول آ سکتے ہیں۔

سہ پہر کے آسمان کی روشنی میں پھول شاندار انداز میں سر اُٹھائے جھوم رہے تھے۔نہ تو درخت کا ڈیل بہت کڑا اور نہ رنگ بہت شوخ تھا لیکن دیکھنے والے کو یہی لگتا کہ وہ آسمان پر چھا گیا ہے۔پھول اپنے جوبن پر تھے۔یہ خیال مشکل سے آتا تھا کہ وہ جھڑ جائیں گے۔

لیکن دو دو تین تین پنکھڑیاں مسلسل جھڑ رہی تھیں اور زمین پر ان کا قالین سا بچھ گیا تھا۔

''جب کوئی ایسی خبر پڑھنے کو ملے کہ فلاں نوجوان ہلاک ہو گیا یا فلاں نے خودکشی کر لی تو آدمی دل میں بس یہی کہتا ہے کہ یہ تو ہوتا ہی رہتا۔'' یاسوکو نے کہا جو سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔''لیکن جب ذکر بوڑھے آدمیوں کا ہو تو دل پر چوٹ پڑتی ہے: لوگوں کو رخصت اس وقت ہونا چاہیے جب دوسروں کے دلوں میں ابھی ان کے لئے محبت باقی ہو۔'' بظاہر وہ اخبار میں چھپنے والا مضمون دو تین دفعہ پڑھ چکی تھی۔''ابھی چند روز ہوئے کسی اکسٹھ سالہ بوڑھے کی کہانی چھپی تھی جو اپنے پوتے کو سینٹ لوقا کے ہسپتال میں داخل کرانے تو چی گی سے لایا تھا۔لڑکا سترہ سال کا تھا اور پولیو زدہ۔دادا پوتے کو کمر پر اُٹھائے اُٹھائے ٹوکیو دکھاتا پھرا۔لیکن لڑکا ہسپتال جانے پر بالکل

راضی نہ ہوا اوآخر کار دادا نے تو لیے سے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ یہ چند دن پہلے اخبار میں آیا تھا۔''

''اوہ؟ میں نے خیال نہیں کیا۔''شنگو نے بے پروائی سے جواب دیا لیکن اسے یاد آیا کہ نوجوان لڑکیوں اور ان کے حمل ضائع کرانے کے بارے میں چھپنے والے مضمون کا اس پر کتنا گہرا اثر مرتب ہوا تھا اور کس طرح اس نے انہیں باتوں کو خواب تک میں دیکھ لیا تھا۔

شنگو ارا اس بوڑھی عورت کے درمیان، جو اس کی بیوی تھی، فرق بہت زیادہ تھا۔

2

''کیکو کو'' فوساکو نے آواز دی۔''یہ سلائی مشین بار بار دھاگا توڑ رہی ہے۔ کیا اس میں کوئی خرابی ہے؟ آ کے دیکھو تو سہی۔ سنگر کی بنی ہوئی ہے۔ اس لئے مشین ہونی تو اچھی چاہیے۔ خدا جانے، شاید میرے اپنے حواس ٹھکانے نہیں۔''

''شاید اس کے انجر پنجر ڈھیلے ہو چکے ہیں۔ میں سکول میں تھی۔ اس وقت سے میرے پاس ہے'' کیکو کو کمرے میں داخل ہوئی۔''مگر اس سے بات کروں تو میرا کہا مان لیتی ہے۔ میں چلا کے دیکھتی ہوں۔''

''اوہ؟ یہ ساتو کو ایسی ساتھ چمٹی رہتی ہے کہ گھبراہٹ کے مارے کام ٹھیک نہیں ہو پاتا۔ ہر بار لگتا ہے کہ سوئی پہ اس کا ہاتھ آیا کہ آیا۔ ظاہر ہے، ایسا ابھی ہوا تو نہیں لیکن وہ یہاں پر اس طرح ہاتھ رکھ دیتی ہے اور جب میری نظر سیون پر ہوتی ہے تو سب کچھ دھندلا جاتا ہے اور ساتو کو اور کپڑے میں تمیز نہیں کر پاتی۔''

''آپ تھک گئی ہیں۔''

''بات وہی جو میں نے کہی۔ حواس ٹھکانے نہیں۔ تم بھی تھکی ہوئی ہو۔ اس گھر میں اگر کوئی تھکا ہوا نہیں تو بس بڑے ابا اور بڑی امی۔ بڑے ابا ساٹھ باسٹھ کے ہونے کو آئے اور روتے پھرتے ہیں کہ بھٹی میں کھچلی ہو رہی ہے۔ حد ہو گئی۔''

سہیلی کی عیادت کر کے ٹوکیو سے واپسی پر کیکو کو دونوں بچیوں کیلئے کپڑا لیتی آئی تھی۔

فوساکو، کیکو کو سے راضی ہو کر، بیٹھی کپڑے سی رہی تھی۔

بہر حال، جب فوساکو کی جگہ مشین کیکو کو نے سنبھالی تو ساتو کو کا منہ پھول گیا۔

''کپڑا ابھی کیکو کو ممانی نے لا کے دیا اور اب تم سلوا بھی انہیں سے رہی ہو۔''

MashalBooks.org

''اس کی باتوں پر دھیان مت دو، کیکو کو۔ بالکل ائی ہارا پر گئی ہے۔'' فوسا کو عذر معذرت پر مشکل ہی سے آمادہ ہوتی تھی۔

کیکو کو نے ساتو کو کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے کہا۔ ''نانا ابا سے کہو تمہیں بدھ جی دکھانے لے جائیں۔ جلوس نکلے گا جس میں ننھے شہزادے ہوں گے اور جانے کیا گیا اور لوگ ناچیں گے بھی۔

فوسا کو کے اصرار پر شنگو فوسا کو اور ساتو کو لے کر گھر سے نکل پڑا۔

وہ ضلع ہاسے کی بڑی سڑک پر چلے جا رہے تھے کہ شنگو کی نظر ایک بالشتے کمیلیا پر پڑی جو ایک تمبا کو فروش کی دُکان کے سامنے رکھا تھا۔ ہیکاری سگرٹوں کا ایک پیکٹ خریدتے ہوئے اس نے ایک دو تعریفی کلمات کہے۔ پھول پانچ چھ تھے اور دہرے اور پنکھڑیاں چنت دار تھیں۔

''نہیں'' تمبا کو فروش نے جواب دیا۔ ''بالشتے درختوں پر دہرے پھول نہیں سجتے۔ اکہری پنکھڑیوں والے جنگلی کمیلیا پر اکتفا کرتا چاہیے۔'' دکان کے پچھواڑے باغیچہ تھا۔ وہ شنگو کو وہاں لے گیا۔ کوئی چار پانچ مربع گز کا تر کاری اگانے کا ایک قطعہ تھا۔ اس کے اردگرد بالشتے درختوں کے گملے قطار میں رکھے تھے۔ جنگلی کمیلیا کا درخت پرانا تھا۔ تنا نہایت مضبوط۔

''کلیاں میں نے چھانٹ دی ہیں۔'' اس آدمی نے کہا۔ ''درخت کو ہلکان کرنے سے کیا حاصل۔''

''تو اس پہ کلیاں آتی ہیں؟''

''ڈھیروں۔ لیکن چند ایک ہی رہنے دیتا ہوں۔ جو درخت دکان کے آگے لگا ہوا ہے اس پر بیس تیس تو ضرور ہی آئی ہوں گی۔''

وہ شخص بالشتیا گری کی تکنیک پر گفتگو اور کاماکورا کے رہنے والوں کا ذکر کرتا رہا جنہیں بالشتے درخت اگانے کا شوق تھا۔ شنگو نے دکانوں کی کھڑکیوں میں ایسے درخت اکثر دیکھے تھے۔

''آپ کا بہت بہت شکریہ۔'' شنگو نے دکان سے رخصت ہوتے ہوئے کہا۔ ''مجھے آپ پر رشک آتا ہے۔''

''میرے پاس ایسے درخت تو نہیں جنہیں صحیح معنوں میں عمدہ قرار دیا جا سکے لیکن جنگلی کمیلیا کی اپنی خوبیاں ہیں۔ آپ کوئی درخت لے آئیں۔ پھر یہ خیال رکھنا آپ کے ذمے کہنہ تو سوکھا ٹنڈ ہو جائے نہ اس کے سراپے میں کوئی جھول آنے پائے۔ آلکس کا اچھا علاج ہے۔''

جو سگریٹ اس نے ابھی خریدے تھے ان میں سے شنگو نے ایک سلگایا۔ ''اس پر بدھ جی کی تصویر ہے'' اس نے پیکٹ فوسا کو کو دیتے ہوئے کہا۔ ''خاص کاماکورا کے لئے تیار کردہ۔''

''مجھے دکھائیں'' ساتو کو نے سگرٹوں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''یاد ہے جب پچھلی خزاں میں تم گھر سے بھاگ کر شی نانو چلی گئی تھیں؟''

''میرے گھر سے کوئی نہیں بھاگی تھی۔''

''پرانے مکان میں بالشتے درخت تھے؟''

''کوئی نظر تو نہیں آیا تھا۔''

''غالباً نظر نہ آئے ہوں گے۔ ہو نہ ہو چالیس سال پرانی بات ہے۔ بڑے میاں کو بالشتے درختوں کی لت تھی۔ تمہارے نانا کو۔ لیکن تمہیں پتا ہی ہے تمہاری امی جیسی ہیں اور وہ تمہاری خالہ کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ تمہاری خالہ درختوں کی دیکھ بھال میں ان کا ہاتھ بٹاتی تھی۔ وہ اس قدر حسین تھی کہ تم کبھی خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتیں کہ اس جیسی عورت یاسوکو کی بہن ہو سکتی ہے۔ وہ اس وقت بھی میرے نظر کے سامنے ہے۔ سرخ کمونو زیب تن، ماتھے پر بریاں پڑی ہوئیں۔ صبح سویرے اُٹھ کر چلی ہے۔ درخت جن خانوں میں رکھے ہیں وہاں برف کے ڈھیر ہیں۔ وہ جا کے ٹہنیوں سے برف جھاڑے گی۔ یہ سارا منظر، اپنی تمام تازگی کے ساتھ، نتھرا نتھرا، یہاں میری آنکھوں کے بالکل سامنے ہے۔ شی نانو میں ٹھنڈ ہے اور اس کی سانس جیسے سفید غبار۔''

سانس کی سفیدی میں نوجوان لڑکی کی نرماہٹ کی باس رچی ہوئی تھی۔

یادوں میں ڈوب کر شنگو اس بات سے فائدہ اُٹھا رہا تھا کہ فوسا کو کو، جو ایک مختلف نسل سے تعلق رکھتی تھی، اس تذکرے سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

''میرے خیال میں اس کمیلیا کو چالیس سال سے بھی زیادہ ہو گئے۔ جس کام میں لگا ہوا تھا سو لگا ہوا ہے۔'' وہ نہایت قدیم معلوم ہوتا تھا۔ کسی بالشتے تنے کو بھج ڈنڈ میں تبدیل ہونے میں کتنے سال درکار ہوتے ہیں؟

جو میپل، یاسوکو کی بہن کی وفات کے بعد، آلٹر پر لال لال دہکتا رہا تھا ..... کیا وہ، کسی اور کے پاس، آج بھی، سلامت ہے؟

MashalBooks.org

3

جب وہ تینوں مندر کے احاطے میں پہنچے تو ننھے شہزادوں کا جلوس، مہابدھ کے حضور میں پیش ہونے کے لیے، پتھر کی سلوں سے بنی ہوئی روش پر دائیں بائیں ہوتا، اوپر جا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ چھوٹے لڑکے اچھا خاصا فاصلہ پیدل طے کر چکے ہیں۔ ان میں سے چند تھک کر چور ہو گئے تھے۔

لوگ دیوار بنے آگے کھڑے تھے۔ فوساکو نے ساتو کو کو اوپر اُٹھا لیا تاکہ دیوار کے دوسری طرف جو کچھ تھا اسے نظر آ جائے۔ ساتو کو لڑکوں کو دیکھتی رہی جنہوں نے پھول دار کمونو پہن رکھے تھے۔

ان کے سننے میں آیا کہ احاطے میں ایک پتھر پر یوسانو اکیکو کی نظم لکھی ہوئی ہے۔ اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ بت کے پیچھے جا نکلے۔ نظم خود اکیکو کے ہاتھ کی لکھی معلوم ہوتی تھی جسے بڑا کر کے پتھر پر کندہ کر دیا گیا تھا۔

''مجھے تو اس میں ساکیا مونی لکھا نظر آ رہا ہے'' شنگو نے کہا۔

اسے حیرت ہوئی کہ اس انتہائی مشہور نظم سے فوساکو ناواقف ہے۔

اکیکو نے لکھا تھا:

''گرمیوں میں چھاؤں ٹھنڈی کا ماکورا۔ کہنے بدھ بھی ہوگا۔

کتنا سندر پرش ہے لیکن یہ سائیں ساکیا مونی ہمارا''

''لیکن مہابدھ ساکیا مونی تو نہیں۔ وہ درحقیقت امی تابھ ہے۔ جب اکیکو کو اپنی غلطی کا پتا چلا تو اس نے نظم دوبارہ لکھی مگر اس وقت تک ساکیا مونی والی روایت بہت مشہور ہو چکی تھی اور ساکیا مونی کے بجائے مہابدھ یا اسی طرح کچھ اور لکھ دینے سے آہنگ میں خلل پڑتا..... اور بدھ کا نام دوبار آتا۔ لیکن یہ غلطی ہے۔ پتھر پر کندہ غلطی جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔''

پتھر کے پاس قناتوں سے گھری ایک جگہ میں تقریب کے حوالے سے چائے پیش کی جا رہی تھی۔ کیکو کو نے فوساکو کو دو ٹکٹ دیئے تھے۔

کھلی جگہ کی دھوپ میں چائے کا اپنا مخصوص رنگ تھا۔ شنگو حیران ہوا کہ کیا ساتو کو بھی چائے پیے گی۔ ساتو کو نے ایک ہاتھ بڑھا کر پیالے کو کنارے سے پکڑنا چاہا۔ پیالہ بہت معمولی

قسم کا تھا لیکن شنگو نے ساتو کو کو سہارا دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

''کڑوی ہے۔''

''کڑوی؟''

چائے چکھنے سے پہلے ہی ساتو کو کے چہرے تاثر نے کہہ دیا کہ چائے کڑوی ہے۔

ناچ میں حصہ لینے والی چھوٹی لڑکیاں قناتوں سے گھری جگہ میں چلی آئیں۔ شاید ان میں سے آدھی دروازے کے پاس بچھے سٹولوں پر جا بیٹھیں۔ باقی، آپس میں بھڑ کر، ان کے آگے کھچ پیچ کھڑی ہو گئیں۔ اُنہوں نے بہت بھاری میک اپ کر رکھا تھا اور لمبی آستینوں والے تہواری کمونو پہنے ہوئے تھے۔

ان کے عقب میں چیری کے دو تین نوخیز درخت پھولوں سے لدے کھڑے تھے۔ لڑکیوں کے کمونوؤں کے چٹکیلے رنگوں سے مات کھا کر پھول پیلے اور پھیکے معلوم ہو رہے تھے۔ چیری کے درختوں سے پرے جو اونچے اونچے پیڑ تھے ان کی ہریالی پر دھوپ چمک رہی تھی۔

''پانی، امی، پانی'' ساتو کو نے لڑکیوں کو غصے سے گھورتے ہوئے کہا۔

''یہاں پانی نہیں ہے۔ پینا ہے تو گھر جا کے پی لینا۔''

یکا یک شنگو کو بھی پیاس لگنے لگی۔

مارچ میں ایک دن، یوکوسوکا ٹرین سے، شنگو نے ساتو کو کی عمر کی کسی لڑکی کو فوراہ نلکے سے پانی پیتے دیکھا تھا۔ جب اس نے ٹونٹی گھمائی تو پانی دور تک ہوا میں اچھلا اور وہ حیران ہو کر ہنسنے لگی۔ ہنستا ہوا چہرہ بہت خوب صورت تھا۔ اس کی ماں نے فوارکا بہاؤ درست کیا۔ لڑکی کو اس طرح گھونٹ بھرتے دیکھ کر جیسے وہ دُنیا کا سب سے مزے دار پانی پی رہی ہو۔ شنگو نے دل میں سوچا کہ اس سال بھی بہار آ گئی ہے یہ منظر اس کے ذہن میں تازہ ہو گیا۔

وہ حیران ہو کر سوچنے لگا کہ ناچ کے لباسوں میں آراستہ چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کے جمگھٹ میں ایسا کیا تھا کہ اسے اور ساتو کو دونوں کو پانی کی طلب محسوس ہوئی۔ ساتو کو نے پھر جھینکنا شروع کر دیا تھا۔ ''مجھے کمونو لے دو، امی کمونو لے دو۔''

فوسا کو اُٹھ کھڑی ہوئی۔

لڑکیوں میں ایک، جو ساتو کو سے دو ایک سال بڑی ہو گی، بہت دل کش تھی۔ اس کی پینٹ کی ہوئی بھویں موٹی، چھوٹی اور سلامی دار تھیں اور گھنٹیوں جیسی گول گول آنکھوں کے کناروں پر

MashalBooks.org

سرخی لگی ہوئی تھی۔

فوسا کو ساتو کو کا ہاتھ پکڑ کر لے چلی تو اس نے لڑکی پر نظر جمائے رکھی اور جب وہ دونوں قنات سے باہر جانے لگیں تو لڑکی کی طرف جھپٹی۔

''کمونو۔'' ساتو کو رٹ لگ گئی تھی۔ ''کمونو۔''

''نانا ابا نے کہا ہے کہ وہ تمہیں تین پانچ سات والے دن * کے لیے کمونو لے دیں گے۔''

فوسا کو نے اشاروں اشاروں میں اپنا مدعا بیان کیا۔ ''اس نے کبھی ایک بار بھی کمونو نہیں پہنا۔ بس ایک پرانے دھرانے، نکھد، سوتی کمونو کے بنے ہوئے پوتڑے ہی نصیب ہوئے۔''

وہ ایک ٹی سٹال پر گئے اور شنگو نے پانی طلب کیا۔ ساتو کو غٹ غٹ دو گلاس پی گئی۔

وہ مہابدھ کے احاطے سے باہر آ کر گھر کی طرف جا رہے تھے کہ ایک لڑکی، ناچ والا کمونو پہنے، ماں کا ہاتھ تھامے، جلدی جلدی قدم اُٹھاتی ان کے پاس سے گزری۔ بظاہر وہ بھی گھر جا رہی تھی۔ شنگو نے ساتو کو کے کندھے پر ہاتھ ڈالتے ہوئے سوچا، یہ ٹھیک نہیں ہوگا۔ لیکن اس نے دیر کر دی تھی۔

''کمونو'' ساتو کو نے لڑکی کی آستین کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

''نہ کرو'' لڑکی پیچھے ہٹی تو لمبی آستین میں الجھ کر گر گئی۔

شنگو کا سانس رکنے لگا۔ اس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔

لڑکی کار کے نیچے آنے والی تھی۔ شنگو نے صرف اپنی ہونک سنی لیکن معلوم ہوتا تھا کہ اور بہت سے لوگوں کی بھی چیخ نکل گئی تھی۔ لڑکی اچھل کھڑی ہوئی اور ماں کی سکرٹ سے لپٹ کر یوں چیخنے لگی جیسے اس کے کپڑوں کو آگ لگ گئی ہو۔

''واہ واہ'' کسی نے کہا۔ ''بریک صحیح طرح لگ گئی ہو۔ مہنگی والی کار ہے۔''

''اگر یہ کوئی ٹوٹی پھوٹی کھٹارا گاڑی ہوتی تو تم زندہ نہ بچتیں۔

ساتو کو دہل کر رہ گئی۔ آنکھیں اس طرح اوپر کو چڑھ گئیں جیسے کوئی دورہ پڑ گیا ہو۔

فوسا کو نے لڑکی کی ماں سے بے تحاشا معافی مانگتے ہوئے پوچھا کہ لڑکی کو چوٹ تو نہیں آئی، کمونو تو نہیں پھٹا۔ ماں خالی خالی آنکھوں سے دور کہیں دیکھتی رہی۔

.....

* 15 نومبر۔ ان عمروں کے بچوں کو درگاہوں کی زیارت کرائی جاتی ہے۔

جب لڑکی نے چیخنا بند کیا تو منہ پر لگا گاڑھا پاؤڈر بہہ چکا تھا لیکن آنکھیں چمک رہی تھیں جیسے دھل کر صاف ہوگئی ہوں۔

گھر جاتے ہوئے شنگو باقی راستے بیشتر وقت چپ ہی رہا۔

انہیں بچی کے چیخ چیخ کر رونے کی آواز سنائی دی۔

کیکو کو انہیں خوش آمدید کہنے باہر آئی۔ وہ لوری گا رہی تھی۔

''افسوس ہے'' اس نے فوساکو سے کہا'' میں اسے چپ نہ کرا سکی۔ بیکار ثابت ہوئی ہوں۔''

شاید بہن کی دیکھا دیکھی، شاید گھر میں خود کو محفوظ پا کر جذبات کی رو میں بہہ نکلتے ہوئے، ساتو کو بھی زور زور سے رونے لگے۔

فوساکو نے ساتو کو کی طرف پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔ کمونو کھول کر بچی کو کیکو کو سے لے لیا۔

''ذرا دیکھو تو سہی یہاں گریبان تلے بیچ سینے کے مجھے ٹھنڈا پسینہ آئے جا رہا ہے۔''

شنگو نے فریم کئے ہوئے ایک کتبے پر نظر ڈالی جسے ریوکان* کے ہاتھ کا بتایا جاتا تھا۔'' آسمانوں پر، ہوائے تند و تیز۔'' یہ اس نے ان دنوں خریدا تھا جب ریوکان کے لکھے کتبے ابھی سستے داموں مل جاتے تھے لیکن جو بھی سہی، یہ کتبہ تھا، جعلی۔ جب سے ایک دوست نے اس کے جعلی ہونے کی طرف توجہ دلائی تھی شنگو کو بھی اس کے جعلی ہونے کا یقین ہو گیا تھا۔

''ہم نے جا کے اکیکو والا پتھر دیکھا'' اس نے کیکو کو سے کہا۔'' اکیکو کے اپنے ہاتھ کی تحریر ہے اور اس میں ساکیا مونی لکھا ہوا ہے''

''اچھا، یہ لکھا ہوا ہے؟''

4

رات کا کھانا کھا کر شنگو نئے اور استعمال شدہ کمونو فروخت کرنے والی دکانوں کا چکر لگانے اکیلا نکل گیا۔

لیکن اسے کوئی چیز ایسی نہ مل سکی جو ساتو کو کے مطلب کی ہوتی۔

.....

* شاعر، 1757ء تا 1831ء

MashalBooks.org

اس کی طبیعت پر اس معاملے کا بوجھ کچھ اور بڑھ گیا۔

اسے محسوس ہوا جیسے کوئی آفت آنے والی ہے۔

کی اتنی کم عمر لڑکی کا دل کسی اور کے چمکیلے نگوں والے کمونو کے لیے بے ایمان ہو سکتا ہے۔

کیا بات صرف اتنی تھی کہ ساتو کو میں حرص اور حسد کا مادہ کچھ زیادہ ہی بڑھا ہوا تھا؟ یا اس میں حرص اور حسد کا مادہ غیر معمولی طور پر طاقتور تھا؟ بات کوئی بھی ہو، ساتو کو کا اس طرح آپے سے باہر ہو جانا شنگو کو مجنونانہ معلوم ہوا تھا۔

اگر ناچ کی پوشاک پہننے والی لڑکی کار کے نیچے آ کر مر جاتی تو اس وقت کیا بیت رہی ہوتی؟ لڑکی کے کمونو پر بنے ہوئے نقش و نگار اپنے تمام بھڑکیلے پن کے ساتھ اس کے نظروں میں گھومنے لگے۔ دکانوں کی کھڑکیوں میں کوئی اس قدر زیبائشی چیز کم دیکھنے میں آتی تھی۔

لیکن خالی ہاتھ گھر لوٹنے کے خیال سے راستہ اور بھی بے رونق معلوم ہونے لگا۔

کیا یاسوکو نے ساتو کو کو صرف پرانے سوتی کمونو دیئے تھے جو پوتڑے بنانے کے کام آئے؟ یا فوسا کو جھوٹ بول رہی تھی؟ اس کے جملے میں زہر گھلا ہوا تھا۔ کیا یاسوکو نے لڑکی کو اس موقع پر، جب وہ پہلی بار کسی درگاہ لے جائی گئی تھی، لپیٹواں کمونو یا سادہ کمونو نہیں دیا ہوگا؟ کہیں فوسا کو نے مغربی وضع کے کپڑوں کا تقاضا تو نہیں کیا تھا؟

''میں بھول چکا'' اس نے آپ ہی آپ بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

وہ بھول چکا تھا کہ آیا اس سلسلے میں یاسوکو نے اس سے مشورہ کیا تھا یا نہیں۔ لیکن اگر اُنہوں نے خود اس نے اور یاسوکو نے، فوسا کو پر زیادہ توجہ دی ہوتی تو ایسی بدشکل بیٹی بھی شاید انہیں پیاری سی نواسی سے نواز دیتی۔ ایک ناگزیر احساس جرم اس کے پیر کی زنجیر بن گیا تھا۔

''ہرگاہ کہ مجھے علم ہے کہ پیدائش سے پہلے کیا ہوتا رہا، اس لئے میری ماں ہے نہ باپ جن سے میں پیار کر سکوں۔ اور چونکہ میری ماں ہے نہ باپ اس لئے میری بھی کوئی اولاد نہیں جو مجھے پیار دے سکے۔''

ایک نوہ ڈرامے کی عبارت شنگو کو یاد آ گئی لیکن یاد آنے سے کیا ہوتا تھا۔ وہ روشن ضمیری پھر بھی کسی طور نصیب نہ ہو سکی جو سیاہ پوش صاحب ادراک کے حصے میں آئی تھی۔

''پچھلا بدھ رخصت ہوا، اگلا ابھی نہیں آیا۔ میں جو خواب میں پیدا ہوا کسی چیز کو حقیقی گردانوں؟ انسانی گوشت پوست کا یہ چولا، جس کا ملنا سخت دشوار ہے۔ مجھے اتفاق سے مل گیا

ہے۔''

کیا ساتو کوکو، جو ناچنے والی لڑکی پر ٹوٹ پڑنے پر تلی ہوئی تھی۔ یہ تشدد اور کینہ ورثے میں فوساکو سے ملا تھا؟ یا یہ ائی ہارا کی دین تھا؟ اگر فوساکو سے ملا تھا تو فوساکو کو کس سے ملا؟ یاسوکو سے یا شنگو سے؟

اگر شنگو کی شادی یاسوکو کی بہن سے ہو جاتی تو غالباً نہ تو اس کے ہاں فوساکو جیسی بیٹی ہوتی نہ ساتو کو جیسی نواسی۔

کوئی موقع تھا نہ محل لیکن شنگو کا دل ایک عورت کیلئے تڑپ اُٹھا۔ عورت بھی وہ جو مدتوں پہلے مر چکی تھی۔ شنگو کا دل چاہا کہ کسی طرح دوڑ کر اس سے لپٹ جائے۔

وہ تریسٹھ سال کا تھا اور وہ عورت جو بیس پچیس کی ہو کر مر گئی تھی عمر میں اس سے بڑی تھی۔

گھر پہنچا تو فوساکو لیٹ چکی تھی۔ بچی اس کی بانہوں میں تھی۔ اس کے کمرے اور ناشتے کے کمرے کو ملانے والا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

''سو گئی'' یاسوکو نے کہا۔ ''اس کا دل دھک دھک کئے جا رہا تھا۔ فوساکو نے اسے خواب آور دوا دی تو فوراً پڑ کے سو گئی۔''

شنگو نے سر ہلایا۔ ''کیا ہے جو تم یہ دروازہ بند ہی کر دو۔''

''جی۔'' کیکو کو اٹھ کھڑی ہوئی۔

ساتو کو فوساکو کی پیٹھ سے زور سے چمٹی ہوئی تھی۔ لیکن لگتا تھا کہ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ کسی کی طرف دیکھنے کا اس کا اپنا ہی انداز تھا۔ چپ رہتی، جسم اکڑا ہے رکھتی۔

شنگو نے کوئی ذکر نہیں کیا کہ وہ ساتو کو کیلئے کمونو خریدنے نکلا تھا۔

معلوم ہوتا تھا کہ فوساکو نے ماں کو نہیں بتایا تھا کہ کمونو لینے کے لیے ساتو کو کی بے قراری سے کیسی نازک صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔

شنگو اپنے کمرے میں چلا گیا۔ کیکو چار کول لے کر آئی۔

''آؤ بیٹھو'' شنگو نے کہا۔

''بس ایک سیکنڈ اور۔'' وہ باہر گئی اور ٹرے میں ایک ٹھلیا رکھ کر لائی۔ ٹھلیا کے لیے ٹرے کی ضرورت تو نہیں پڑنی چاہیے تھی لیکن معلوم ہوا تھا کہ ٹرے میں پھول بھی رکھے ہیں۔

''یہ کون سے پھول ہیں؟'' شنگو نے ایک پھول اُٹھایا۔ ''ککیو ہوں گے؟''

MashalBooks.org

''مجھے بتایا گیا ہے کالی سوسن ہے۔''

''کالی سوسن؟''

''ہاں۔ میں ایک سہیلی کے پاس چائے کے آداب سیکھنے جاتی ہوں۔ اس نے چند دن پہلے یہ پھول مجھے دیئے تھے۔'' شنگو کے پیچھے ایک الماری تھی۔ کیکو کو نے الماری کا پٹ کھول کر ایک چھوٹا سا گلدان نکالا۔

''تو یہ کالی سوسن ہے؟''

''بتا رہی تھی کہ اس سال رکیو کی برسی پر این شو سکول کے سربراہ نے میوزیم کی ٹی کاٹیج میں چائے کی تقریب کا اہتمام کیا تھا۔ وہاں کوکی میں کانسی کا بنا ہوا پرانا صحرائی دار گردن والا ایک گل دان رکھا تھا۔ اس میں کالی سوسن اور سفید سنبل سجے ہوئے تھے۔ کہنے لگی کہ بہت ہی دل چسپ میل تھا۔''

شنگو کالی سوسنوں کو تکتا رہا۔ دو شاخیں تھیں اور ہر شاخ پر دو دو پھول۔

''اس دفعہ بہار کے دنوں میں گیارہ یا تیرہ مرتبہ برف باری تو ضرور ہوئی۔''

''اب کے ہمارے ہاں برف خاصی پڑی ہے۔''

''کہتی تھی کہ رکیو کی برسی پر چار پانچ انچ برف پڑی تھی۔ موسم بہار کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا اور کالی سوسنیں اور بھی زیادہ غیر معمولی معلوم ہو رہی تھیں۔ پتا ہے یہ پہاڑی پھول ہیں۔''

''رنگ تھوڑا تھوڑا کالے کمیلیا سے ملتا ہے۔''

''جی ہاں'' کیکو کو نے گل دان میں پانی ڈالا۔ ''بتا رہی تھی کہ رکیو کے وصیت نامے کی نمائش بھی کی گئی تھی اور وہ خنجر بھی رکھا تھا جس سے رکیو نے خودکشی کی تھی۔''

''اوہ؟ تمہاری سہیلی چائے کے آدب سکھاتی ہے؟''

''جی۔ جنگی بیوہ ہے۔ بڑی محنت کی اس نے۔ اب محنت کا ثمر ملنا شروع ہو گیا ہے۔''

''دبستان کوسا ہے؟''

''کانک یوان۔ مشانوکوجی خاندان۔''

شنگو کیلئے، جسے چائے کے آداب کا بہت کم علم تھا، یہ تفصیل بے معنی تھی۔

کیکو کو پھولوں کو گل دان میں سجانے کیلئے تیار تھی۔ لیکن اسے انتظار کرنا پڑا کہ ایک پھول ابھی شنگو کے ہاتھ میں تھا۔

MashalBooks.org

''دیکھیں تو لگتا ہے کہ ایک طرف کو ذرا سا جھک گیا ہے۔ کہیں یہ مرجھانے تو نہیں لگا؟''

''نہیں، میں نے انہیں پانی میں رکھا ہوا تھا۔''

''کیا کیکو بھی اسی طرح جھک جاتے ہیں؟''

''معاف کیجئے، میں آپ کی بات نہیں سمجھی۔''

''یہ کیکو سے تھوڑا چھوٹا معلوم ہوتا ہے۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے۔''

''پہلی نظر میں پھول کالا معلوم ہوتا ہے مگر کالا ہے نہیں۔ گہرے بینجنی رنگ کا ہے لیکن نہیں، ویسا بھی نہیں۔ قرمزی رنگ کی جھلک لئے ہوئے ہے۔ کل دن کی روشنی میں اسے غور سے دیکھنا پڑے گا۔''

''دھوپ میں شفاف بینجنی دکھائی دے گا، سرخی کی جھلک کے ساتھ۔''

پوری طرح کھلنے کے بعد پھول آر پار بمشکل انچ بھر کے ہو جائیں گے۔ پنکھڑیاں چھ تھیں۔ گل بقچوں کی نوکیں بٹ کر تین طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ چار پانچ زر ریشے تھے۔ پتیاں کوئی ایک ایک انچ کے فرق سے چاروں سمت میں بڑھ رہی تھیں۔ سوسن کی پتیوں کے لحاظ سے چھوٹی تھیں۔ لمبائی دو انچ بھی نہ تھی۔

آخر کار شنگو نے پھول کو سونگھا۔

''گندی عورت کی بو۔'' شنگو چونک گیا۔ یہ بات کہنی نہیں چاہیے تھی۔

شنگو کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اوباشی کی طرف اشارہ کیا جائے لیکن کیکو کو نے نظر جھکا لی اور اس کی آنکھوں کے گرد خفیف سی سرخی نمودار ہو گئی۔

''بو نے مایوس کیا'' شنگو نے اپنی اصلاح کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ لو۔ سونگھ کے دیکھو۔''

''میرا خیال ہے، ابا جان، کہ پھول کا آپ کی طرح اتنی تفصیل سے جائزہ نہیں لوں گی۔''

وہ پھول گلدان میں سجانے لگی۔ ''چائے کی تقریب کے لیے چار ضرورت سے زیادہ ہیں۔ جتنے ہیں اتنے ہی رہنے دوں؟''

''ہاں، رہنے دو۔''

کیکو کو نے گل دان اُٹھا کر کوکی میں رکھ دیا۔

''مکھوٹے بھی اسی الماری میں ہیں جس سے تم نے گل دان نکالا تھا۔ زحمت نہ ہو تو

مکھوٹے اُٹھاتی لاؤ۔''

جب اسے نوہ ڈرامے کی عبارت یاد آئی تھی تو ساتھ ہی نوہ مکھوٹوں کا خیال بھی آیا تھا۔

اس نے جی دو مکھوٹا اُٹھایا۔ ''یہ ایک جل بالشتیا ہے۔ دائمی شباب کی علامت۔ جب اسے خریدا تھا تو میں نے تمہیں اس کے بارے میں کچھ بتایا تھا؟''

''نہیں۔''

''وہ جولڑکی دفتر میں ملازم تھی، تانی زاکی۔ خرید لیا تو میں نے تانی زاکی سے کہا کہ یہ مکھوٹا پہن کے دکھاؤ۔ وہ دلکش معلوم ہونے لگی۔ بڑا تعجب ہوا۔''

کیکوکو نے مکھوٹا منہ پر رکھ لیا۔ ''اسے پیچھے سے باندھتے ہیں؟'' اس میں شک نہ تھا کہ مکھوٹے کی آنکھوں کے بہت پیچھے کیکوکو کی آنکھیں شنگو پر جمی ہوئی تھیں۔

''مکھوٹے کو گھمایا پھرایا نہ جائے تو اس پر کسی قسم کا تاثر نمودار نہیں ہوتا۔''

جس دن شنگو اسے گھر لایا تھا وہ ان گلنار ہونٹوں کو چومتے چومتے رہ گیا تھا۔ اس کے تن بدن میں، جیسے کسی آسمانی بے راہ روی کی وجہ سے، کوندا سا لپکا تھا۔

''شاید وہ نیچے آگے جھاڑ جھنکاڑ میں گم ہو لیکن جب تک اس کے دل کا کنول کھلا ہوا ہے.....''

یہ بھی کسی نوہ ڈرامے کے الفاظ معلوم ہوتے تھے۔

جب وہ نوخیز تابندہ مکھوٹے کو کبھی ادھر کبھی ادھر گھما رہی تھی تو شنگو سے کیکوکو کی طرف دیکھا نہ گیا۔

کیکوکو کا چہرہ چھوٹا سا تھا اور ٹھوڑی کا سرا قریب قریب مکھوٹے کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ بمشکل نظر آنے والی ٹھوڑی سے آنسو ٹپک ٹپک کر اس کی گردن پر بہتے رہے۔ پہلے دو لکیریں بنیں، پھر تین۔

''کیکوکو۔'' شنگو نے کہا۔ ''کیکوکو تم نے سوچا تھا کہ اگر شوئی چی کو چھوڑنا پڑا تو تم چائے کے آداب کی تعلیم دینے لگو گی۔ یہی وجہ تھی کہ تم اپنی سہیلی سے ملنے گئیں؟''

جی دو کیکوکو نے سر ہلا کر اقرار کیا۔

''سوچتی ہوں کہ یہیں، آپ کے پاس رہنا چاہوں گی اور چائے کے آداب کی تعلیم دیا کروں گی۔'' الفاظ صاف سنائی دیئے جو مکھوٹے کے پیچھے سے کہے گئے تھے۔

MashalBooks.org

ساتو کونے سمع خراش چیخ بلند کی۔
باغ میں تیروزورزور سے بھونکنے لگتی۔
شنکو کو لگا جیسے یہ ساری باتیں کوئی براشگون ہوں۔ بظاہر کیکو کو کان لگائے گیٹ کی طرف سے کسی ایسی آواز کے آنے کی منتظر تھی جس سے پتا چلے کہ شوئی چی، جو ایسا لگتا تھا کہ اتوار کو بھی اپنی عورت کے پاس جانے لگا ہے، گھر آ گیا ہے۔

MashalBooks.org

چیل کا گھونسلا

گرمیاں ہوں خواہ سردیاں، مندر کی گھنٹی چھ بجے بجتی تھی۔ اور گرمیوں اور جاڑوں میں شنگو اس کی آواز سن کر دل میں کہتا کہ بہت جلد آنکھ کھل گئی ہے۔

اس کا لازمی طور پر یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ بستر چھوڑ کے اُٹھ کھڑا ہوتا تھا۔

ظاہر ہے کہ گرمیوں میں چھ بجے کا مطلب وہ نہیں جو سردیوں میں ہوتا ہے۔ گھنٹی چونکہ ہمیشہ ایک ہی وقت پہ بجتی تھی اس لئے شنگو سمجھ جاتا تھا کہ چھ بج گئے۔ لیکن گرمیوں میں اس وقت تک سورج طلوع ہو چکا ہوتا تھا۔

وہ تکیے کے پاس ایک بڑی جیبی گھڑی رکھتا۔ بہرکیف، گھڑی دیکھنے کیلئے لائٹ جلانی اور عینک لگانی پڑتی۔ اس لئے گھڑی کبھی کبھار ہی دیکھتا۔ عینک کے بغیر اسے چھوٹی اور بڑی سوئیوں میں تمیز کرنے میں دقت ہوتی۔

دیر تک سونے پر وہ کبھی پریشان نہ ہوا۔ پریشانی کی وجہ بالکل الٹ تھی یعنی آنکھ بہت سویرے کھل جاتی تھی۔

جاڑوں میں چھ بجے صبح کا سپیدہ بھی ظاہر نہ ہوا ہوتا تھا لیکن شنگو کو بستر کاٹنے لگتا اور وہ نکل پڑتا کہ اخبار ہی اُٹھا لائے۔

ملازمہ کے چلے جانے کے بعد صبح کا کام کاج نمٹانے کیلئے کیکو کو اُٹھنا پڑتا تھا۔

''آپ جلدی اُٹھ گئے، ابا جان، وہ کہتی

شنگو جھینپ کر جواب دیتا۔ ''تھوڑی دیر اور سو لیتا ہوں۔''

''ہاں، سو جایئے۔ ابھی تو پانی بھی گرم نہیں کیا۔''

یہ دیکھ کر کہ کیکو کو اُٹھی ہوئی ہے شنگو کو محسوس ہوتا کہ وہ تنہا نہیں۔ عمر کا وہ کون سا حصہ تھا جب اس نے خود کو اکیلا محسوس کرنا اور جاڑوں میں سورج نکلنے سے پہلے جاگنا شروع کر دیا تھا۔

MashalBooks.org

موسم بہار آیا تو آنکھ کھلنے کے وقت گرماہٹ کا احساس بڑھ گیا۔

آدھا مئی گزر چکا تھا جب اس نے گھنٹی کے بعد چیل کی آواز سنی۔

''لو چیل پھر آ گئی'' اس نے بستر پر لیٹے لیٹے آواز کر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

چیل بظاہر بڑی شان سے چھت پر ٹہل رہی تھی۔ پھر وہ اڑ کر سمندر کی طرف چلی گئی۔

شنگو اُٹھ کھڑا ہوا۔

دانت صاف کرتے ہوئے اس نے آسمان پر نظر دوڑائی لیکن چیل کہیں نظر نہ آئی۔

لیکن ایسا لگا جیسے کوئی تازگی سے معمور جوان آواز رخصت ہوئی اور جاتے جاتے چھت پر پھیلے آسمان میں سکون گھول گئی۔

''کیکو کو۔ تم نے بھی میرے خیال میں ہماری چیل کی آواز سن لی؟'' اس نے باروچی خانے کی طرف منہ کر کے کہا۔

''نہیں، میں نے نہیں سنی۔ میری بے خیالی۔'' کیکو کو گرم گرم چاول، جن سے بھاپ اُٹھ رہی تھی، پتیلی سے نکال کر ڈونگے میں ڈالنے میں مصروف تھی۔

''یہ ہمارے پاس بسیرا کرتی ہے۔ تم بھی یہی کہو گی نا؟''

''جی ہاں۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔''

''پچھلے سال بھی ہم نے اس کی آواز بہت سنی۔ خدا جانے کون سا مہینہ تھا؟ یہی دن تھے؟ میرا حافظہ اب ویسا نہیں رہا جیسا اسے ہونا چاہیے۔''

شنگو کے دیکھتے دیکھتے کیکو کو نے بالوں سے بندھا ربن کھول ڈالا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بعض اوقات وہ باندھ کر سوتی تھی۔ ڈونگے کو کھلا چھوڑ کر وہ جلدی سے شنگو کی چائے بنانے چلی گئی۔

''اگر ہماری چیل آ گئی ہے تو پھر ہمارے ورسوں کو بھی آ جانا چاہیئے۔''

''ہاں۔ اور کووں کو۔''

''کوے؟'' شنگو ہنسا۔ اگر چیل ''ہماری'' ہے تو پھر کوے بھی ''ہمارے'' ہی کہلانے چاہئیں۔'' ہم سمجھتے ہیں کہ یہ گھر انسانوں کے واسطے ہے لیکن یہاں ہر طرح کے پرندے بھی رہتے ہیں۔''

''اور پسو اور مچھر بھی آیا چاہتے ہیں۔''

MashalBooks.org

''یہ خوب سوجھا۔ لیکن پسو اور مچھر یہاں نہیں رہتے۔ اتنی عمر ہی نہیں ہوتی ان کی کہ پچھلے سال کے پسو اور مچھر اب تک زندہ ہوں۔''

''میرے خیال میں پسو تو زندہ رہتے ہیں۔ ہمارے ہاں جاڑوں میں بھی ہوتے ہیں۔''

''یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ پسوؤں کی عمر کتنی ہوتی ہے۔ لیکن اس میں شبہ ہے کہ پچھلے سال کے پسو اب تک نہیں مرے۔''

کیکو کو نے اس کی طرف دیکھا اور ہنس پڑی۔ ''کوئی دن جاتا ہے کہ وہ سانپ بھی نکل آئے گا۔''

''وہی آؤ دائی شو☆ جسے دیکھ کر تم اتنی ڈر گئی تھیں؟''

''جی۔''

''وہ تو اس جگہ کا مالک ہے۔''

پچھلی گرمیوں میں ایک روز کیکو کو بازار سے خریداری کر کے لوٹی تو باروچی خانے کے دروازے پر سانپ نظر آیا اور خوف زدہ ہو کر لرزتی کانپتی ہوئی گھر میں داخل ہوئی۔

کیکو کو کی چیخ سن کر تیرو دوڑی ہوئی آئی اور دیوانہ وار بھونکنے لگی۔ کبھی اپنا سر نیچے کرتی جیسے سانپ کو کاٹنے والی ہو، چھلانگ مار کر چار پانچ فٹ پیچھے جاتی اور دوبارہ حملہ کرنے کو لپکتی۔ یہ عمل بار بار دہرایا گیا۔

سانپ نے سر اُٹھایا، لال رنگ کی جیسھ نکال کے لہرائی، پھر مڑا اور باروچی خانے کی دہلیز پر سے سرک کر اپنی راہ لی۔

کیکو کو کے بیان کے مطابق وہ دروازے کی چوڑائی سے دگنا لمبا تھا یعنی دو گز سے زیادہ لمبا۔ اور اس کی کلائی سے زیادہ موٹا تھا۔ کیکو کو پر انتہا کا اضطراب طاری تھا لیکن یاسو کو پر سکون تھی۔ ''وہ اس جگہ کا مالک ہے۔ تمہارے آنے سے پتا نہیں کتنے سال پہلے سے یہاں ہے۔''

''اگر تیرو اسے کاٹ کھاتی تو کیا ہوتا؟''

''تیرو مار کھا جاتی۔ سانپ بل پر بل کھا کر اسے شکنجے میں کس لیتا۔ یہ بات اسے اچھی طرح معلوم تھی اور اس لئے صرف بھونکنے سے کام چلاتی رہی۔''

.....

* ایک بڑا، بے ضرر سانپ

MashalBooks.org

کیکوکو کو بدستور کپکپی چھوٹی ہوئی تھی۔ کچھ مدت کیلئے اس نے باورچی خانے کا دروازہ استعمال کرنا چھوڑ دیا اور اگلے دروازے سے باہر جانے اندر آنے لگی۔

اسے یہ سوچ کر بڑا خلجان ہوتا تھا کہ فرش کے نیچے ایسی بلا موجود ہے۔

لیکن سانپ غالباً پچھواڑے کے پہاڑ پر رہتا تھا اور شاذ و نادر ہی نیچے اترتا تھا۔ مکان کے پیچھے جو زمین تھی وہ شنگو کی نہیں تھی۔ اسے یہ بھی علم نہیں تھا کہ وہ کس کی ملکیت ہے۔

پہاڑ ایک کھڑے ڈھلان کی صورت میں شنگو کے مکان سے بھڑا ہوا تھا اور وہاں جو جانور رہتے تھے ان کے سامنے کوئی ایسی حد بندی نہیں تھی جو باغ کو پہاڑ سے الگ کر سکتی۔ پہاڑ پر سے پتے اور پھول بڑی فراوانی سے باغ میں گرتے رہتے تھے۔

''واپس آ گئی'' شنگو نے آپ ہی آپ بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر بشاشتبھرے انداز میں۔

''کیکوکو، معلوم ہوتا ہے چیل واپس آ گئی''۔

''ہاں۔ اس مرتبہ مجھے اس کی آواز آ رہی ہے۔'' کیکوکو نے چھت کی طرف دیکھا۔

چیل کچھ دیر چلچلاتی رہی۔

''چند منٹ پہلے اڑ کے سمندر کی طرف چلی گئی تھی نا؟''

''لگا یہی تھا۔''

''کچھ کھانے گئی ہوگی۔ کھا کے واپس آ گئی۔''

کیکوکو کے کہتے ہی یہ بات بالکل قرین قیاس معلوم ہونے لگی۔ ''کیا ہو جو اس کیلئے ایسی جگہ مچھلیاں رکھ دیں جہاں اسے نظر آ جائیں۔''

''تیر و کھا جائے گی۔''

''کسی اونچی جگہ پہ۔''

پچھلے سال کی بات ہو یا پچھلے سے پچھلے سال کی، یہی ہوتا آیا تھا۔ جب بھی شنگو نے، آنکھ کھلنے پر، چیل کی پکار سنی اس کے دل میں محبت موج زن ہو گئی۔

معلوم ہوتا تھا کہ اس انس کی حد تک وہ تنہا نہ تھا۔ چیل کو سب گھر والے ''ہماری چیل'' ہی کہتے تھے۔

تاہم وہ یقین سے نہ کہہ سکتا تھا کہ چیل ایک تھی یا دو چیلیں تھیں۔ اسے یاد پڑتا تھا کہ اس نے کسی نہ کسی سال چھت پر دو چیلوں کو اُٹھلاتے دیکھا تھا۔

MashalBooks.org

اور کیا ایک مدت سے ہر سال وہ اسی ایک چیل کی آواز سنتے آ رہے تھے؟ کیا پرانی نسل کی جگہ نئی تانتی لے چکی تھی؟ کہیں پرانی چیل مر تو نہیں گئی اور اس کی جگہ اب اس کا کوئی پٹھورا چلچلا رہا تھا؟ اس روز صبح کے وقت شنگو کو یہ خیال پہلی مرتبہ آیا۔

اسے یہ خیال دلچسپ معلوم ہوا کہ پرانی چیل پچھلے برس مر گئی تھی اور اس کی موت سے بے خبر وہ، نیم خوابیدہ اور نیم بیدار، اس سال کسی نئی چیل کی آواز سن کر سمجھ رہے ہیں کہ یہ انہیں کی چیل ہے۔

اور یہ عجیب معلوم ہوتا تھا کہ کاماکورا میں اتنے بہت سے پہاڑوں کے ہوتے ہوئے چیل نے بسیرے کے لیے اس پہاڑ کو چنا جو شنگو کے گھر کے پچھواڑے واقع تھا۔ ''جس سے ملنا دشوار تھا میں اس سے مل چکا، جس کا سننا دشوار تھا میں اس کو سن چکا۔''* شاید کچھ ایسا ہی معاملہ اس چیل کا بھی تھا۔

اگر چیل نے ان کے ہاں ڈیرا ڈالا ہوا تھا تو اپنی آواز سے ان کا دل بھی بہلاتی رہتی تھی۔

شنگو اور کیکو کو چونکہ منہ اندھیرے اُٹھنے کی عادی تھے اس لئے انہیں آپس میں جو باتیں کرنی ہوتیں صبح سویرے کر لیتے۔ شنگو کو شوئی چی سے علیحدگی میں بات کرنے کا موقع صرف اس وقت ملتا جب دونوں اتفاق سے ایک ہی ٹرین پر سفر کر رہے ہوتے۔

جب ٹرین ریل والا پل پار کر کے ٹوکیو کی حدود میں پہنچتی اروا کے گامی کے مقام پر درختوں کا جھنڈ نظر آنے لگتا تو شنگو اپنے آپ سے کہتا۔ ''سمجھو پہنچ ہی گئے۔'' اسے صبح کی ٹرین سے آجا رہا تھا لیکن کہیں اب جا کے خبر ہوئی تھی کہ جھنڈ میں دو درخت چیڑ کے بھی ہیں۔

چیڑ کے درخت جھنڈ کے باقی درختوں سے اونچے تھے۔ ایک دوسرے کی طرف جھکے ہوئے جیسے گلے ملنے والے ہوں۔ ٹہنیاں اتنے قریب آ چکی تھیں کہ لگتا تھا دیکھتے دیکھتے ہم آغوش ہو جائیں گی۔

''چونکہ وہ جھنڈ میں اس قدر نمایاں تھے۔ کوئی اور درخت ان کی طرح قد آور نہ تھا، اس لئے اسے فوراً نظر آ جانے چاہئیں تھے۔ ان کا پتا چل گیا تھا تو اب اس کی نظر سب سے پہلے چیڑ کے انہیں درختوں پر پڑتی تھی۔

''شوئی چی'' اس نے پوچھا ''کیکو کو کیا تکلیف ہے؟''

''کوئی خاص نہیں۔'' شوئی چی ایک ہفت روزہ پڑھ رہا تھا۔

MashalBooks.org

اس نے کاما کورا اسٹیشن سے دور سالے خریدے تھے اور ایک باپ کو تھما دیا تھا۔ شنگو نے پڑھے بغیر ایک طرف رکھ دیا تھا۔

''اسے کیا تکلیف ہے؟'' شنگو نے رسان سے بات دہرائی۔

''سر میں درد کی شکایت کرتی ہے۔''

''اوہ؟ بڑی بی نے بتایا کہ کل وہ ٹوکیو گئی تھی اور رات جب واپس آئی تو آتے ہی لیٹ گئی۔ اس طرح کی حرکت اس کا معمول نہیں۔ بڑی بی کا خیال ہے کہ ٹوکیو میں اس کے ساتھ کچھ ہوا ہے۔ رات اس نے کھانا بھی نہیں کھایا اور جب تم گھر آئے اور اپنے کمرے میں گئے۔ اس وقت نو تو ضرور بج چکے ہوں گے، تو ہمیں اس کے رونے کی آواز سنائی دی۔ کوشش تو کرتی رہی کہ دبی دبی آواز میں روئے مگر آواز ہم پھر بھی سن سکتے تھے۔''

''چند روز میں بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔ میرے خیال میں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔''

''ہاں۔''

''فوسا کو کہتی ہے کہ جب وہ ناشتہ لے کر گئی تو کیکو کو نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ اس کا فوسا کو کو بہت رنج ہوا۔ میں نے سوچا تم سے پوچھ ہی لوں بتاؤ تو سہی، کیا گڑبڑ ہے؟''

''معلوم ہوتا ہے پورے کنبے کی نگاہیں کیکو کو پر جمی ہوئی ہیں۔'' شوئی چی نے بھواچکا کر شنگو کی طرف دیکھا۔ ''وہ بھی، باقی تمام لوگوں کی طرح، کبھی نہ کبھی بیمار پڑ جاتی ہے۔''

''اور عارضے کی نوعیت کیا ہے؟'' شنگو نے جھنجھلا کر پوچھا۔

''اسقاط حمل'' شوئی چی نے تڑاق سے جواب دیا۔

شنگو کے ہوش اڑ گئے۔ اس نے اگلی سیٹ کی طرف دیکھا۔ وہاں دو امریکی فوجی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے یہ فرض کر کے گفتگو کا آغاز کیا تھا کہ امریکی ان کی باتیں سمجھ نہ سکیں گے۔

اس نے آواز آہستہ کر لی۔ ''ڈاکٹر کے پاس گئی تھی؟''

''ہاں۔''

''کل؟'' یہ کھوکھلی بڑبڑاہٹ تھی۔

شوئی چی نے اپنا رسالہ ایک طرف رکھ دیا۔ ''ہاں۔''

اور اسی دن واپس بھی آ گئی!''

''ہاں۔''

MashalBooks.org

''تم نے اُسے مجبور کیا۔''

''وہ حمل ضائع کرانا چاہتی تھی۔ میں نے بہت سمجھایا۔ اس نے ایک نہ سنی۔''

''کیکو کو نے یہ چاہا تم جھوٹ بول رہے ہو۔''

''یہی سچ ہے۔''

''کیوں؟ کس وجہ سے اس کے دل میں یہ بات آئی؟''

شوئی چی خاموش رہا۔

''کیا خیال ہے؟ اس میں تمہارا قصور نہیں ہے کیا؟''

''یہی سمجھنا پڑے گا۔ لیکن اس کا کہنا تھا کہ میں اس وقت ماں بننا نہیں چاہتی بات ختم ہوئی۔''

''اگر کوشش کرتے تو تم اسے باز رکھ سکتے تھے۔''

''میرے خیال میں اس دفعہ تو باز نہیں رکھ سکتا تھا۔''

''اس دفعہ؟ مطلب کیا ہے تمہارا؟''

''آپ بھی جانتے ہیں کہ مطلب کیا ہے۔ اس وقت وہ مجھ جیسے کے بچے کی ماں نہیں بننا چاہتی۔''

''یعنی جتنی دیر تمہارے اس عورت سے تعلقات ہیں؟''

''یہی کہنا ہوگا۔''

''تم یہی کہو گے'' طیش کے مارے شنگو کو لگ رہا تھا جیسے سینہ جکڑا گیا ہو۔ ''یہ آدھی خودکشی تھی۔ کیا تم ایسا نہیں سمجھتے؟ بات صرف یہ نہیں کہ وہ تم سے بدلا لینے پر تلی ہوئی تھی۔ اصل میں خود کو ادھ موئی کر دینا چاہتی تھی۔'' شنگو نے ایسی چڑھائی کی کہ شوئی چی بغلیں جھانکنے لگا۔ ''اس کے دل میں زندگی کی جو اُمنگ تھی وہ تم نے خاک میں ملا دی۔ اس نقصان کی تلافی ممکن نہیں۔''

''میں کہوں گا کہ وہ اب بھی اچھے بھلے حوصلے کی مالک ہے۔''

''لیکن کیا وہ عورت نہیں؟ تمہاری بیوی نہیں؟ اگر تم نے اسے ڈھارس دلانے والا ایک بھی کام کیا ہوتا تو وہ ہنسی خوشی بچے کی ماں بن جاتی۔ وہ دوسری عورت ہوتی چاہے نہ ہوتی۔''

''اوہو، لیکن یہ معاملہ ہونے نہ ہونے کا نہیں۔''

''یاسوکو کو پوتے پوتیوں کا کتنا ارمان ہے یہ کیکو کو بھی جانتی ہے۔ اتنی اچھی طرح جانتی ہے

کہ دیر ہوتی جانے کی وجہ سے خود کو مجرم سمجھنے لگی ہے۔ بچے کی آرزو دل میں لئے اور گود پھر بھی خالی کی خالی۔ اس کی وجہ یہ کہ تم اسے روحانی طور پر قتل کر چکے ہو۔''

''معاملہ اصل میں تھوڑا سا مختلف ہے۔ خود اس کی اپنی نازک مزاجی بھی آڑے آتی ہے۔''

''نازک مزاجی''

''برا مانتی ہے کہ اسے ایسی صورت حال سے دوچار کر دیا گیا۔''

''اوہ؟'' یہ میاں بیوی کا آپس کا معاملہ تھا۔ وہ حیران ہوا کہ کیا شوئی چی کی حرکتوں کی وجہ سے کیکو کو واقعی خود کو گھٹیا اور ذلیل سمجھنے لگی تھی۔ ''میں نہیں مانتا۔ شاید اپنی باتوں اور حرکتوں سے کیکو کو نے اس طرح کا کوئی تاثر دیا ہو لیکن مجھے شک ہے کہ وہ سچ مچ یہی کچھ محسوس کرتی ہے۔ اگر شوہر اپنی بیوی کی نازک مزاجی کا تہنگڑ بنا لے تو اس کا مطلب ہے کہ شوہر میں محبت کی کمی ہے۔ ہے کوئی شوہر جو عورت کے ناک بھوں سیکڑ کر بیٹھ رہنے کو اتنی اہمیت دے؟'' شنگو کی گفتگو میں پہلا سا زور شور نہ رہا تھا۔ ''جب یاسو کو کو پتا چلے گا کہ پوتی یا پوتا ہاتھ سے جاتا رہا تو خدا جانے کیا کہے گی۔''

''میرا خیال ہے امی کے سر سے بوجھ اتر جائے گا۔ انہیں اب یہ تو معلوم ہے کہ کیکو کو کے بچہ ہو سکتا ہے۔

''کیا کہا؟ تم ضمانت دیتے ہو کہ آگے چل کر اس سے اولاد ہو گی؟''

''میں ضمانت دینے کو تیار ہوں۔''

''یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جسے نہ تو خدا کا خوف ہو نہ انسانوں سے محبت۔''

''آپ نے بات کو الجھا کر رکھ دیا۔ کیا یہ خاصا سیدھا سا معاملہ نہیں؟''

''کسی طرح بھی سیدھا سا معاملہ نہیں۔ اس پر ذرا ایک منٹ کیلئے سوچو تو۔ یاد کرو کہ کیکو کو کس طرح رو رہی تھی۔''

''یہ بات نہیں کہ خود مجھے اولاد کی خواہش نہیں۔ لیکن ہمارے باہمی تعلقات کا اب جو حال ہے اس کے پیش نظر مجھے شبہ ہے کہ وہ بہت اعلیٰ قسم کا بچہ ہوتا۔''

''مجھے نہیں معلوم کہ تمہارا کیا حال ہے مگر کیکو کو کا حال بالکل ٹھیک ٹھاک ہے۔ جو خرابی ہے صرف تم میں ہے۔ وہ تمہاری جیسی نہیں۔ حسد کی ماری ہوئی ہے۔ اسے حسد سے نجات دلانے کیلئے تم کچھ نہیں کر رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے بچہ گنوا دیا اور شاید بچے کے علاوہ بھی کچھ

گنوا بیٹھی ہو۔'' شوئی چی حیران ہو کر باپ کو دیکھ رہا تھا۔'' کیسا رہے ہو جو ایک دفعہ یہ بھی کر دیکھو :اس عورت کے ساتھ نشے میں دھت ہو جاؤ، گندے جوتے پہنے پہنے گھر آؤ۔ ٹانگیں کیکوکو کے گھٹنوں پر رکھ دو اور جوتے خود اتارنے کے بجائے سے بیوی سے اتروا ؤ۔''

3

اس روز صبح کو شنگو کو کمپنی کے کسی کاروباری سلسلے میں بینک جانا پڑا۔ دوپہر کا کھانا ایک دوست کے ساتھ کھایا جو بینک میں کام کرتا تھا۔ وہ کوئی ڈھائی بجے تک گپ شپ کرتے رہے۔ ریستوراں سے دفتر فون کرنے کے بعد شنگو گھر چلا گیا۔

کونیکو کو گود میں لئے کیکوکو برآمدے میں بیٹھی تھی۔

شنگو کے جلدی گھر آ جانے پر حیران ہو کر وہ ہڑبڑا کے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''ارے نہیں بھئی'' وہ برآمدے میں چلا آیا۔''بستر میں کیوں نہیں لیٹی ہوئی ہو؟''

''اس کا کلوٹ بدلنے لگی تھی۔

''فوسا کو؟''

''وہ ساتو کو کو لے کر ڈاک خانے تک گئی ہیں۔''

''اسے ڈاک خانے میں کیا کام پڑ گیا؟ بچی کو چھوڑ کے چل دی۔''

''ایک منٹ'' کیکوکو نے بچی سے کہا۔'' پہلے نانا ابا کو کمونو لا دوں۔''

''نہیں بھئی، پہلے کونیکو کے کپڑے بدل دو۔''

کیکوکو نے مسکراتے ہوئے نظر اُٹھائی۔ ہونٹوں کے درمیان اس کے چھوٹے چھوٹے دانت نظر آئے۔

''وہ کہہ رہے ہیں پہلے تمہارے کپڑے بدلے جائیں گے۔'' کیکوکو نے کھلا ڈلا لباس پہن رکھا تھا۔ چمکیلا ریشمی کمونو پتلی ادبی سے باندھ رکھا تھا۔''ٹوکیو میں بارش تھم گئی؟''

''بارش؟ ٹرین پر سوار ہوا تو بارش ہو رہی تھی۔ ٹرین سے اترا تو مطلع صاف۔ خیال ہی نہیں کیا کہ بارش رکی تو ٹرین کہاں تھی۔

''ادھر تو ابھی چند منٹ پہلے تک بارش ہو رہی تھی۔ بارش رکی تو فوسا کو باہر گئیں۔''

''پہاڑی کی اوپر لی طرف ابھی تک گیلی ہے۔''

MashalBooks.org

برآمدے میں بچی کو پیٹھ کے بل لٹایا گیا تو اس نے ننگی ٹانگیں اُٹھائیں اور ہاتھ بڑھا کر پیروں کی انگلیاں پکڑ لیں۔ ہاتھوں کے مقابلے میں اس کی ٹانگیں زیادہ آزادی سے ہلتی جلتی تھیں۔ ''ہاں، وہ دیکھو پہاڑ پہ کیا'' کیکوکو نے بچی کا پچھایا پونچھتے ہوئے کہا۔

دو امریکی فوجی طیارے نیچے اڑتے ہوئے اوپر سے گزرے۔

شور ہوا تو بچی نے چونک کر پہاڑ کی طرف دیکھا۔ انہیں طیارے تو نظر نہ آئے لیکن ڈھلان پر بڑے بڑے سائے گزرتے دکھائی دیئے۔ غالباً سایوں کو بچی نے بھی دیکھا۔

معصوم آنکھوں میں حیرت کی چمک نے شنگو کے دل پر اثر کیا۔

''یہ کیا جانے ہوائی حملے کیا ہوتے ہیں۔ ہر طرح کے بچے ہیں جنہیں کچھ پتا نہیں کہ جنگ کیا ہوتی ہے۔'' اس نے بچی کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں نظر آنے والی چمک کبھی کی ماند پڑ چکی تھی۔ ''اس کی آنکھوں میں ابھی جو کیفیت تھی، جی چاہتا ہے میرے پاس اس کی تصویر ہوتی۔ تصویر میں طیاروں کے سائے بھی دکھائی دیتے۔ اور اگلی تصویر میں .....''

ایک مرا ہوا بچہ جسے طیارے سے چلائی ہوئی گولی لگی تھی۔ وہ یہ کہنے ہی والا تھا لیکن کہتے کہتے رک گیا۔ اسے یاد آ گیا کہ کل ہی تو کیکوکو نے حمل ضائع کرایا تھا۔

درحقیقت کونیکو جیسی اسے ابھی ابھی دکھائی دی تھی ان دو تصویروں میں ویسے بے شمار بچے تھے۔

کونیکو کو بانہوں میں اُٹھائے، ہاتھ میں لپیٹا ہوا کلوٹ لئے، کیکوکو غسل خانے کی طرف چل دی۔

شنگو کیکوکو کی وجہ سے فکرمند ہو کر جلدی گھر آ گیا تھا۔ وہ ناشتے کے کمرے میں آ گئی تھی۔

''اتنی جلدی کس لئے چلے آئے؟'' یاسوکو نے پوچھا۔ وہ بھی ناشتے کے کمرے میں آ گئی تھی۔

''تم کہاں تھیں؟''

''بال دھو رہی تھی۔ بارش رکی تو تیز دھوپ نکل آئی اور سر میں ادھر سے ادھر تک کھجلی اُٹھنے لگی۔ آدمی بوڑھا ہو جائے تو سر میں خواہ مخواہ کھجلی ہونے لگتی ہے۔''

''میرے سر میں تو نہیں ہوتی۔''

''شاید اس لئے کہ بڑا اپکا سر ہے'' وہ ہنسی ''مجھے پتا چل گیا تھا کہ تم گھر آ گئے ہو لیکن میں نے

سوچا کہ اگر بال بکھیرے، سر جھاڑ منہ پہاڑ، تمہارے سامنے آ گئی تو ڈانٹ پڑے گی۔''

''بڑی بی سارے بال کھولے پھر رہی ہے۔ کاٹ کے ان سے چائے گھولنے کی کوچی کیوں نہ بنالیں؟''

''خیال تو برا نہیں۔ کوچی مردوں کے بھی ہوتی ہے۔ پتا ہے۔ پہلے دستور تھا کہ مرد عورت دونوں نے بال کٹوا کے چھوٹے کراتے اور کس کے جوڑا باندھ لیا، جیسے چائے گھولنے کی کوچی۔ جا کے کوئی کابوکی ڈراما دیکھ لو۔''

''میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ سمیٹ کے جوڑا باندھ لیا جائے۔ بال کٹوا دینے کی بات کر رہا تھا۔''

''مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ ہم دونوں کے سر پر ضرورت سے زیادہ بال ہیں۔''

''کیکو کو اُٹھ کے چل پھر رہی ہے؟'' شنگو نے دبی دبی آواز میں پوچھا۔

''کچھ ہاتھ پاؤں ہلا رہی ہے۔ مجھے تو حال غیر معلوم ہوتا ہے۔''

''بچی کو اُٹھائے اُٹھائے نہیں پھرنا چاہیے اسے۔''

''فوسا کو نے کہا، ذرا ایک منٹ کیلئے اسے سنبھال لو اور کیکو کو کے بستر کے پاس لٹا کے چل دی۔ بچی اس وقت چین سے سو رہی تھی۔''

''تم نے کیوں نہ لے لیا؟''

''جب اس نے رونا شروع کیا تو میں بال دھو رہی تھی۔'' یاسوکو اس کا کمونو لینے چلی گئی۔ ''میں تو حیران تھی کہ تم جو اتنی جلدی گھر آ گئے ہو تو شاید تمہاری اپنی طبیعت بھی ٹھیک نہیں۔''

شنگو نے کیکو کو آواز دی جو لگتا تھا غسل خانے سے نکل کر اپنے کمرے میں جا رہی ہے۔

''جی؟''

''کونیکو کو ادھر لے آؤ۔''

''ہم ایک منٹ میں آئے۔''

کیکو کو کے ہاتھ میں ہاتھ دئے کونیکو پاؤں پاؤں چل رہی تھی۔ کیکو کو نے ایک زیادہ حسب قاعدہ ادبی باندھ لی تھی۔

کونیکو نے یاسوکو کا کندھا پکڑنا چاہا۔ یاسوکو نے، جو شنگو کی پتلون جھاڑ رہی تھی، بچی کو گھٹنے پر بٹھا لیا۔

MashalBooks.org

کیکوکوشنگو کا سوٹ لے کر چلی گئی۔

سوٹ کو ساتھ والے کمرے میں سنگوا کر اس نے وارڈ روب کے پٹ آہستہ سے بند کئے۔

ایسا معلوم ہوا کہ وارڈ روب کے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ کر وہ گڑ بڑا گئی اور یہ فیصلہ نہ کر پائی کہ اپنے کمرے میں چلی جائے یا ناشتے کے کمرے میں لوٹ آئے۔

''جی۔'' کیکوکو کے ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک تشنج کی ایک لہر دوڑی۔ وہ مڑ کر دیکھے بغیر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''کیکوکو تمہیں بدلی بدلی معلوم نہیں ہو رہی؟''

شنگو خاموش رہا۔

''بالکل سمجھ میں نہیں آتا کہ چکر کیا ہے۔ اُٹھ کے بیٹھ جاتی ہے۔ ادھر ادھر پھرتی رہتی ہے اور پھر اس کی طبیعت دوبارہ کرنے لگتی ہے۔ مجھے بہت پریشانی ہے۔''

''مجھے بھی ہے۔''

''تمہیں شوئی چی اور اس کے یارانے کے بارے میں کچھ کرنا پڑے گا۔''

شنگو نے سر ہلا کر صاد کیا۔

''کیکوکو سے جو کہنا سننا ہے اچھی طرح کہہ سن لو تو کیا ہے۔ میں اتنے میں بچی کو لے کے فوساکو کے پاس جاتی ہوں اور آتے جاتے رات کے کھانے کے لیے کچھ خریداری کر لوں گی۔ یہ جو فوساکو ہے۔ یہ اور ہی شئے ہے۔''

یاسوکو بچی کو گود میں لے کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''اسے ڈاک خانے میں کیا کام پڑ گیا؟''

یاسوکو نے مڑ کے دیکھا۔ ''مجھے آپ تعجب ہوا۔ تمہارے خیال میں کہیں ایسا تو نہیں کہ ائی ہارا کو خط لکھا ہو۔ انہیں الگ ہوئے چھ مہینے ہو گئے۔ فوساکو کو گھر آئے چھ مہینے ہو چکے۔ نئے سال کی رات کو آئی تھی۔''

''خط ہی ڈالنا تھا تو سڑک پر آگے جا کے جو لیٹر بکس ہے اس میں ڈال سکتی تھی۔''

''میں جانوں اس کا خیال ہو گا کہ خط ڈاک خانے جا کر ڈالا تو جلدی اور بحفاظت پہنچ جائے گا۔ شاید ائی ہارا کا خیال آتے ہی اسے گھر پر ایک منٹ ٹکے رہنا بھی محال نظر آنے لگا ہو۔''

شنگو کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ اسے یاسوکو کے مزاج پر رجائیت کا غلبہ نظر آیا۔

MashalBooks.org

معلوم یہ ہوتا تھا کہ ایسی عورت میں، جسے بڑھاپے میں گھر بار سنبھالنا پڑا ہو، رجائیت کی جڑیں بہت دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔

چار پانچ دن کے اخباروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ یاسوکو انہیں پڑھتی رہی تھی۔ شنگو اخبار اُٹھا کر دیکھنے لگا۔ اصل میں اسے ان اخباروں سے کوئی دلچسپی تو تھی نہیں لیکن ایک انوکھی سرخی پر نظر پڑ گئی۔ ''دو ہزار سال پرانا کنول کھل اُٹھا۔''

گزشتہ موسم بہار میں، چی با کے کیمی گاوا ضلع میں ایک یایوئی* کھدائی کے دوران، ایک ایسی ناؤ میں جسے درخت کا تنا کھوکھلا کر کے بنایا گیا تھا، کنول کے تین بیج ملے تھے۔ ان کے بارے میں طے پایا کہ دو ہزار سال پرانے ہیں۔ ''کنولیات کا کوئی ماہر ڈاکٹر'' انہیں اگانے میں کامیاب ہو گیا اور اس برس تین مختلف جگہوں پر ان کی پنیری لگائی گئی۔ ایک تو چی با زرعی تجزیاتی سٹیشن پر، دوسرے چی با پارک کے ایک تالاب میں اور تیسرے چی با ہی میں ہاتا کے ماچے کے ایک ساکے ساز کے گھر میں۔ بظاہر شراب ساز ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کھدائی کے اخراجات برداشت کئے تھے۔ اس نے اپنی کونپل پانی بھرے ایک دیگ میں ڈال کر باغ میں رکھ دی تھی اور سب سے پہلے اسی کے پودے پر پھول آیا۔ یہ خبر سنتے ہی کنولیات کا ڈاکٹر دوڑا دوڑا وہاں پہنچا۔ ''کھل اُٹھا بھئی کھل اُٹھا'' اس نے خوش نما پھول کو سہلاتے ہوئے کہا۔ اخبار کا کہنا تھا کہ پھول ''گلدان نما'' ہے پھر ''پیالی نما'' ہوگا، پھر ''کاسہ نما'' اور آخر میں ''قاب نما'' ہو کر اپنی پنکھڑیاں گرا دے گا۔ مزید یہ اطلاع بھی تھی کہ پھول میں چوبیس پنکھڑیاں تھیں۔

مضمون کے نیچے ڈاکٹر کی تصویر چھپی ہوئی تھی۔ بال بظاہر سفید ہوتے ہوئے، ناک پر عینک دھری، ہاتھ کھلنے والے کنول کی سمت پر۔ مضمون پر دوبارہ نظر ڈالی تو شنگو کو پتا چلا کہ ڈاکٹر انہتر سال کا ہے۔

شنگو کچھ دیر کنول کے فوٹو کو دیکھتا رہا۔ پھر اخبار لے کر کیکو کے کمرے میں پہنچا۔

کمرا شوئی چی اور کیکو کو دونوں کا تھا۔ ڈیسک پر، جو جہیز میں ملا تھا، شوئی چی کا فیلٹ ہیٹ پڑا تھا۔ پاس ہی قلم دوات، کاغذ رکھے تھے ..... شاید اسے کسی کو خط لکھنے کا خیال آیا ہو۔ ڈیسک کے دراز پر کشیدہ کاری کا ایک نمونہ لٹکا ہوا تھا۔

.....

* جاپان کی قدیم تاریخ کا ایک دور جو 200 ق م سے 200ء تک پھیلا ہوا ہے۔

اسے لگا جیسے عطر کی خوشبو آ رہی ہے۔

''کیا حال ہے؟ ہر وقت بستر پر سے چھلانگیں مت لگایا کرو۔'' وہ ڈیسک کے پاس بیٹھ گیا۔

کیکو کو آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اسے کچھ ندامت ہو رہی تھی کہ شنگو نے بستر میں لیٹے رہنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے رخساروں پر ہلکی سی تمتماہٹ تھی۔ بہر حال، ماتھے کا رنگ اڑا اڑا تھا اور ابرو نمایاں ہو کے نظر آ رہے تھے۔

''اخبار میں تم نے یہ خبر دیکھی کہ دو ہزار سال پرانے کنول کے پودے پر پھول آ گیا ہے؟''

''جی۔''

''اوہ، دیکھ چکیں'' وہ بڑبڑایا۔ ''اگر تم ہمیں صرف بتا دیتیں تو اتنی سی جان پر اس قدر بوجھ نہ پڑتا۔ تمہیں اسی دن واپسی نہیں آنا چاہیے تھا۔''

کیکو کو نے حیرت زدہ ہو کر نظر اُٹھائی۔

''کیوں جی، ہم نے پچھلے مہینے ہی تو بچے کی بات کی تھی نا؟ میں سمجھتا ہوں تمہیں اس وقت تک معلوم ہو چکا تھا۔''

کیکو کو نے سر ہلا کر انکار کیا۔ ''نہیں، اگر مجھے پتا ہوتو تو شرم کے مارے کچھ کہہ نہ سکتی۔''

''اوہ؟ شوئی چی اسے نازک مزاجی کا نام دے رہا تھا۔'' کیکو کو کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر شنگو نے اس موضوع کو ترک کر دیا۔ ''تمہیں ڈاکٹر کے پاس دوبارہ تو نہیں جانا پڑے گا؟''

''کل دکھانے جاؤں گی۔''

اگلے دن شنگو دفتر سے لوٹا تو یاسوکو کو بے چینی سے اپنا منتظر پایا۔

''کیکو کو اپنے میکے چلی گئی۔ بتا رہے تھے کہ لیٹی ہوئی ہے۔ کوئی دو تو بجے ہوں گے جب ادھر سے فون آیا۔ فوسا کو نے سنا۔ کہتے تھے کہ کیکو کو آئی ہے اور اس کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ آ کے لیٹ گئی ہے۔ پوچھنا چاہ رہے تھے کہ وہیں ٹھہر کے وہ دو تین دن آرام کر لے۔''

''اوہ''؟

''میں نے فوسا کو سے کہا کہ بتا دو ہم شوئی چی کو کل ادھر بھیج دیں گے۔ فوسا کو کہنے لگی کہ کیکو کو کی امی تھیں۔ تمہارے خیال میں کیکو کو خاص اس مقصد کے لیے تو کیو گئی تھی؟''

''نہیں۔''

MashalBooks.org

''نہ جانے اسے کیا ہو گیا؟''

شنگو نے کوٹ اتار دیا تھا اور ٹھوڑی اوپر کر کے آہستہ آہستہ ٹائی کھول رہا تھا۔

''حمل ضائع کرایا ہے۔''

''کیا؟'' یاسوکو کے ہوش جاتے رہے۔ ''ہمیں بتائے بغیر؟ کیکو کو نے ایسا کیا؟

آج کل کے لوگ اپنی سمجھ میں تو آتے نہیں۔''

''امی، آپ آنکھیں کھلی رکھیں تو پتا بھی چلے کہ ارد گرد کیا ہو رہا ہے'' فوسا کو نیکو کو گود میں لئے ناشتے کے کمرے میں آئی۔ ''مجھے سب معلوم تھا۔''

''اور تمہیں کیسے معلوم ہوا؟'' یہ سوال بے ساختہ زبان پر آ گیا۔

''یہ میں آپ کو بتانے سے رہی۔ لیکن بعد میں، پتا بھی ہے، صفائی اور پونچھ پانچھ کرنی پڑتی ہے۔''

شنگو کی سمجھ میں نہ آیا کہ اور کیا کہے۔

MashalBooks.org

دارالحکومت کا ایک باغ

''ابا جان بڑے مزے کے آدمی ہیں، کیوں امی؟'' فوسا کو نے رات کے کھانے کے بعد دھلنے والی رکابیاں ٹرے میں زور زور سے اوپر تلے رکھتے ہوئے کہا۔ ''جو لڑکی غیروں سے آئی اس سے گھلو مٹھو۔ سگی بیٹی کو دور سے سلام۔''

''بس کرو، فوسا کو۔''

''سچ لیکن سچ ہے۔ اگر پالک کو زیادہ آنچ لگ گئی تھی تو لحاظ کیوں کیا؟ منہ پر کہہ دیتے۔ ایسا بھی نہیں کہ میں نے پکا پکا کے گلتھی بنا دیا ہو۔ نظر تو پھر بھی آ رہا تھا کہ پالک ہی ہے، کچھ اور نہیں۔ پالک کسی گرم چشمے میں ڈلوا کے پکوالیا ہوتا۔''

''گرم چشمے ہیں؟''

''انڈے اور ڈمپلنگ گرم چشمے میں پکاتے ہیں کہ نہیں پکاتے؟ مجھے یاد ہے ایک دفعہ آپ نے مجھے کوئی چیز دی تھی جو ریڈیم انڈے کہلاتی، جانے کہاں سے آئے تھے وہ۔ سفیدی سخت اور زردی نرم۔ اور آپ نے کہا نہیں تھا کہ کیوتو کے کدو خانے میں انڈے بڑے عمدہ تلے جاتے ہیں؟''

''کدو خانے میں؟''

''اوہو، لو کی خاہ سہی۔ اتنا تو ہر بھک منگے کو بھی پتا ہے۔ میں تو بس یہ کہہ رہی تھی کہ اچھے پکے ہوئے کھانے اور برے پکے ہوئے کھانے کے بارے میں آپ کے جو خیالات ہیں ان کا بھرتا بنا کے رکھ لیں۔ جانے میری پاپوش۔ جانے میری بلا۔''

یاسو کو ہنسی پڑی۔

MashalBooks.org

لیکن فوسا کو مسکرائے بغیر بولتی رہی۔ ''اگر وہ اسے کسی ریڈیم چشمے پر لے جائیں اور بڑے غور سے، بڑی باریکی سے دیکھتے رہیں کہ کتنی دیر لگتی ہے، درجہ حرارت کیا ہے تو سینڈو پہلوان کی طرح صحت مند نظر آنے لگیں گے، چاہے ان کی خبر گیری کے لیے کیکو کو ہونا چاہے نہ ہو۔ میں تو اس ہر وقت کے چڑچڑے پن سے بھر پائی۔'' وہ گھٹنوں پر زور دے کر اُٹھی اور بھاری ٹرے لے کے چل دی۔ ''چاند سا بیٹا اور پیاری سی بہو نہ ہو تو کھانے کا خاک مزہ آئے۔

شنگو نے نظر اُٹھائی۔ اس کی آنکھیں یاسوکو کی آنکھوں سے چار ہوئیں۔ ''زبان بڑی چلتی ہے۔''

''ہاں، کیکو کو کی خاطر ضبط سے کام لیتی رہی۔ بڑھ بڑھ کے بولی بھی نہیں، روئی بھی نہیں۔''

''بچوں کو رونے دھونے سے کون باز رکھ سکتا ہے۔'' شنگو نے بڑبڑا کے کہا۔

اس کا منہ ذرا سا کھلا ہوا تھا جیسے کچھ اور بھی کہنا چاہتا ہو لیکن فوسا کو، باروچی خانے کی طرف لشتم پشتم جاتے ہوئے، پہلے بول پڑی۔ ''بچوں کا ذکر نہیں ہو رہا۔ میری بات ہو رہی ہے۔ بچے تو ظاہر ہے رویا ہی کرتے ہیں۔''

سنک میں رکابیاں پٹخنے کی آواز ان کے کانوں میں آئی۔

یاسوکو نیم خیز ہو کر رہ گئی۔ باروچی خانے سے سسکیوں کی آواز سنائی دی۔

ادھر سے ادھر آنکھیں گھما پھرا کر یاسوکو کو گھورتی ہوئی ساتو کو دوڑ کر اپنی ماں کے پیچھے چلی گئی۔

نہایت مکروہ شکل بنائے ہوئے تھی، شنگو نے سوچا۔

یاسوکو نے کونیکو کو شنگو کے گھٹنے پر بٹھا دیا۔ ''ایک منٹ کے واسطے لئے رہو'' اس نے کہا اور فوسا کو اور ساتو کو کے پیچھے پیچھے باروچی خانے میں چلی گئی۔

بچی شنگو کی بانہوں میں ملائم تھی۔ اس نے بچی کو اپنے اور قریب کر لیا۔ اس کی ٹانگیں اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ بچی کے گھٹنوں میں پڑنے والے گڑھے اور پنڈلیوں کے ابھار بھی اس کے ہاتھ میں تھے۔

''گدگدی ہو رہی ہے؟'' لیکن کونیکو نے بظاہر اس بات سے اتفاق نہ کیا۔ شنگو کو لگا کہ جب فوسا کو ابھی دودھ پیتی بچی تھی اور ننگی لیٹی تھی کیوں کہ اس کے کپڑے بدلے جانے والے تھے

تو شنگو نے اس کی بغلوں میں گدگدی کی تھی۔ گدگدائے جانے پر فوساکو نے ناک سیکڑی تھی اور اس کی طرف باز ہلائے تھے لیکن شنگو کو کوئی بات ٹھیک طرح یاد نہ آ رہی تھی۔

شنگو شاذ ہی یہ ذکر کرتا کہ فوساکو کتنی کم رو بچی تھی۔ یہ تذکرہ چھیڑنا یاسوکو کی خوبصورت بہن کے خدوخال کی یاد تازہ کرنے کے مترادف ہوتا۔

اس کی یہ اُمید کہ سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے فوساکو کے چہرے کے نقوش کئی بار بدلیں گے کبھی پوری نہ ہوئی اور مرورایام کے ساتھ خود اُمید بھی دھندلا گئی۔

اس کی نواسی شکل صورت کے اعتبار سے اپنی ماں سے کچھ بہتر معلوم ہوتی تھی اور بچی سے بھی اُمید وابستہ کی جاسکتی تھی۔

کیا وہ اپنی نواسیوں میں بھی یاسوکو کی بہن کی شباہت تلاش کر رہا تھا؟ یہ سوچ کر شنگو کو اپنے آپ سے نفرت ہوگئی۔

اور اس وقت بھی جب یہ نفرت محسوس ہو رہی تھی وہ خیالی دُنیا میں کھویا ہوا تھا: کیا وہ بچہ جسے کیکو کو نے ضائع ہو جانے دیا اس کی پوتی، یاسکو کو کی دوبارہ جنم لینے والی بہن ثابت نہ ہوتی؟ کیا وہ ایسی حسینہ نہ تھی جسے اس دُنیا میں زندگی سے محروم کر دیا گیا؟ اپنی ذات سے شنگو کی بے اطمینانی کچھ اور بڑھ گئی۔

شنگو نے جوں ہی کونیکو کی ٹانگوں پر گرفت ڈھیلی کی وہ گھٹنے سے اتر کے باورچی خانے کی طرف چل دی۔ بازو موڑ کے آگے پھیلائے چلی جا رہی تھی اور قدم ڈگمگا رہے تھے۔

''گر جاؤ گی''، شنگو نے کہا۔ لیکن ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ بچی گر پڑی۔

وہ منہ کے بل گری اور کروٹ لے کر پہلو پر آ گئی اور تھوڑی دیر تک روئی بھی نہیں۔

چاروں ناشتے کے کمرے میں واپس آ گئیں۔ ساتو کو فوساکو کی آستین کو چمٹی ہوئی تھی، یا سوکو نے کونیکو کو گود میں لے رکھا تھا۔

فوساکو نے میز پونچھتے ہوئے کہا۔ ''امی، ان دنوں ابا جان کی غائب دماغی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ آج شام کپڑے بدل رہے تھے تو منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ ادبی باندھ رہے تھے اور کمونو اور جوبان اس طرح پہن رکھا تھا کہ دایاں پاکھا بائیں پاکھے پر چڑھا ہوا۔ ایسی بات خیال میں آسکتی ہے؟ میرا خیال نہیں کہ ایسی حرکت ان سے پہلے کبھی سرزد ہوئی ہوگی۔ ضرور سٹھیا چلے ہیں۔''

''یہ غلطی ایک دفعہ پہلے بھی کر چکا ہوں۔ دایاں پاکھا بائیں کے اوپر کر لیا تھا اور کیکو کو کہنے لگی کہ اوکی ناوامیں کوئی پروا بھی نہیں کرتا کہ بایاں پاکھا اوپر ہے یا دایاں۔''

''اوکی ناوامیں؟ خدا جانے یہ بات سچ بھی ہے۔''

فوساکو کی تیوری پھر چڑھ گئی۔'' آپ کو خوش کرنا کوئی کیکو کو سیکھے۔ یہ اسے بڑی دور کی سوجھی۔ اوکی ناوامیں، کیوں جی؟''

شنگو نے اپنی جھلاہٹ کو قابو میں رکھتے ہوئے کہا۔'' جوبان کا لفظ پرتگالی سے آیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ پرتگالی سے آیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ پرتگال میں وہ بایاں پاکھا اور اوپر رکھتے ہیں یا دایاں۔''

''یہ معلومات بھی کیکو کو ہی نے فراہم کی ہوگی؟'' یاسوکو نے بیچ میں پڑنے کی کوشش کی۔'' تمہارے ابا کی حال تو یہ ہے کہ جب دیکھو ٹھنڈا کمونو الٹا پہنا ہوا ہے۔''

''بھولے چوکے کمونو الٹا پہن لینا اور بات ہے اور بیوقوفوں کی طرح کھڑے ہو کر دایاں پاکھا بائیں کے اوپر کیے جانا اور بات۔''

''کونیکو سے کہتے ہیں کہ کمونو پہن کے دکھائے۔ پہلے سے بتانا مشکل ہے کہ وہ الٹا پہن لے گی یا سیدھا۔''

''ابا جان، ابھی آپ اس عمر کو نہیں پہنچے جب ہم کہیں کہ بوڑھا بالا برابر۔''

فوساکو کی زبان تھکنے کا نام نہ لے رہی تھی۔'' یہ انتہا نہیں ہے، امی؟ بہو بیگم ایک دو دن کے لیے میکے کیا تشریف لے گئیں اتنا ہوش بھی نہ رہا کہ کمونو کا کون سا پاکھا اوپر رہتا ہے کوئی ماننے والی بات ہے۔ اور، امی، ان کی اپنی بیٹی کو گھر آئے اب چھ مہینے ہو گئے کہ نہیں؟''

یہ سچ تھا۔ نئے سال کی اس بارش والی رات کے بعد سے چھ مہینے گزر چکے تھے۔ اس عرصے میں نہ تو فوساکو کے میاں ائی ہارا نے بھول کر اپنی بیوی کی خیر خبر معلوم کی تھی نہ شنگو ائی ہارا کے پاس گیا تھا۔

''چھ مہینے'' یاسوکو نے سر ہلا کر تائید کی۔'' اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس بات کا تعلق کیکو کو سے جوڑ دیا جائے۔''

''کوئی تعلق نہیں؟ میرے خیال میں ان دونوں باتوں کا کچھ نہ کچھ تعلق ابا جان سے ہے۔''

''تم ان کی اولاد ہو۔ کتنا اچھا ہو جو یہ اس مسئلے کا کوئی حل نکال لیں۔'' فوساکو نے خاموش

ہو کر نگاہیں جھکا لیں۔

''ٹھیک ہے، فوسا کو۔ تمہارے لئے یہی موقع ہے۔ دل کی بھڑاس نکال لو۔ جو کہنا چاہتی ہو کہہ ڈالو۔ طبیعت ہلکی ہو جائے گی۔ کیکو کو گھر نہیں ہے۔''

''غلطی میری تھی۔ کوئی گلہ شکوہ نہیں کروں گی۔ مگر میرا خیال ہے کہ کیکو کو کے ہاتھ کا پکا ہوا چاہے نہ سہی آپ اسے کھا تو سکتے تھے۔'' فوسا کو دوبارہ رونے لگی۔ کیا یہ درست نہیں؟ آپ بیٹھے منہ مسکوڑے اگل اگل کے کھاتے رہے۔ مجھے اب دکھ ہو رہا ہے۔''

''فوسا کو، تمہارے پاس کہنے کے لئے جانے کیا کیا ہوگا۔ چند دن پہلے جب تم ڈاک خانے گئی تھیں۔ میں سمجھتی ہوں ائی ہارا کو خط ڈالنے گئی ہوگی؟''

فوسا کو نے بظاہر جھرجھری لی لیکن سر ہلا دیا۔

''میں اس نتیجے پر پہنچی کہ ائی ہارا کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا کیوں کہ اور تو کوئی مجھے یاد نہ آیا جسے تم کسی وجہ سے خط لکھنا چاہو۔'' یاسوکو اتنے سخت لہجے میں بات کم ہی کرتی تھی۔ ''تم نے کوئی رقم بھجوائی؟''

تو یاسوکو فوسا کو کو خرچ دیتی رہی تھی۔

''ائی ہارا ہے کہاں؟'' شنگو نے جواب کا انتظار کرتے ہوئے فوسا کو کی طرف دیکھا۔'' بظاہر گھر پر تو کبھی ہوتا نہیں۔ مہینے میں ایک آدھ بار دفتر سے کسی کو جھانکی مارنے کیلئے ادھر بھیجتا رہتا ہوں۔ نہیں، مقصد یہ نہیں ہوتا۔ اصل میں ائی ہارا کی ماں کو تھوڑی سی رقم بھجوا دیتا ہوں۔ اگر تم وہاں ہوتیں تو ساس کا خیال شاید تمہیں ہی رکھنا پڑتا۔''

یاسوکو کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ ''دفتر سے کسی کو وہاں بھیجتے ہو؟''

''پریشان نہ ہو۔ آدمی ایسا ہے جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ نہ تو کسی کے آگے ہمارے بھید کھولے گا، نہ اسے، یہ کون وہ کون، قسم کے سوال کرنے کا شوق ہے۔ اگر ائی ہارا گھر ہو تو میں چلا جاتا اور تمہارے مسئلے کے تمام پہلوؤں پر اس سے بات چیت کر لیتا لیکن جا کے کسی لنگڑی بڑھیا سے بات کرنے حاصل نہیں۔''

''ائی ہارا کر کیا رہا ہے؟''

''معلوم ہوتا ہے گھوم پھر کر منشیات یا اسی قبیل کی کوئی چیز بیچتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے منشیات فروش کا کام لیا جاتا رہا اور شراب چھوڑ کر نشہ کرنے لگا۔''

MashalBooks.org

یاسوکو دہشت زدہ ہو کر شنگو کو دیکھتی رہی۔ ممکن ہے ائی ہارا کا سن کر اتنی خوف زدہ نہ ہوئی ہو، شوہر کی وجہ سے زیادہ دہشت زدہ ہو۔ جس نے اس راز کو اتنی مدت چھپائے رکھا تھا۔

شنگو نے بات جاری رکھی۔ ''لیکن اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بڑھیا بھی وہاں نہیں۔ اس جگہ کوئی اور رہنے لگا ہے۔ دوسرے لفظوں میں فوسا کو کا اب کوئی گھر نہیں۔''

''اور فوسا کو کی چیزیں کیا ہوئیں؟''

''امی، میرے ٹرنک اور صندوق تو مدت سے خالی پڑے تھے۔''

''سمجھی'' یاسوکو نے آہ بھری۔ ''تمہیں اس نے آسانی سے نشانہ بنایا اور تم اس حال میں گھر پہنچیں کہ تمہارا رہا سہا ایک بڑے رومال میں بندھا ہوا تھا۔''

شنگو یہی سوچتا رہا کہ کیا پتا فوسا کو کو شاید معلوم ہی ہو کہ ائی ہارا کہاں ہے اور شاید اس سے رابطہ بھی قائم رکھے ہوئے ہو۔

اور جب اس نے باغ پر نظر ڈالی، جس پر شام کا جھٹپٹا اتر رہا تھا، تو سوچتا رہ گیا۔ کہ وہ کون تھا جو ائی ہارا کو پستی میں گرنے سے روک نہ سکا۔ فوسا کو یا شنگو یا خود ائی ہارا؟ یا شاید اس سانحے کا ذمے دار کوئی بھی نہ تھا۔

2

شنگو کوئی دس بجے دفتر پہنچا تو تانی زاکی ائیکو کا رقعہ ملا۔

وہ اس نے نوجوان خاتون خانہ کے بارے میں بات کرنا چاہتی تھی اور کسی وقت دوبارہ آئے گی۔

نوجوان خاتون خانہ سے صرف کیکو کو ہی مراد ہو سکتی تھی۔

شنگو نے ایوامورا ناتسوکو سے پوچھ گچھ کی جس نے بطور سیکرٹری ائیکو کی جگہ سنبھال تھی۔

''تانی زاکی کتنے بجے یہاں آئی تھی؟''

''میں نے اس وقت دفتر میں قدم رکھا ہی تھا اور ڈیسکوں پر کپڑا پھیر رہی تھی میرا خیال ہے۔ آٹھ بج کر چند منٹ اوپر ہوئے ہوں گے۔''

''انتظار کرتی رہی؟''

''جی، تھوڑی دیر۔''

ناتسوکو نے جس ٹھس، بھدے انداز میں ''جی'' کہا وہ شنگو کو پسند نہ آیا۔ شاید لہجے میں دخل اس جگہ کی بولی کا ہو جہاں کی وہ رہنے والی تھی۔

''شوئی چی سے مل کے گئی؟''

''میرا خیال ہے ان سے ملے بغیر چلی گئی۔''

''اوہ؟'' شنگو خود سے باتیں کرنے لگا۔ ''اگر آٹھ بج کر چند منٹ اوپر ہوئے تھے تو.....''

ائیکو غالباً کام پر جاتے جاتے رستے میں رک گئی تھی۔ وہ غالباً دوپہر کو دوبارہ آئے گی۔

رقعہ کاغذ کے ایک بڑے شیٹ کے کونے میں ذرا سی جگہ پر لکھا ہوا تھا۔ رقعہ دوبارہ پڑھ کر اس نے کھڑکی سے باہر نظر ڈالی۔

مئی کے مہینے کے سب سے زیادہ مئی جیسے دن کا صاف شفاف آسمان سامنے تھا۔

وہ ٹرین سے اسے دیکھ چکا تھا۔ جتنے مسافر بھی دیکھ رہے تھے اُنہوں نے کھڑکیاں کھول رکھی تھیں۔

ٹوکیو کی حدود کا تعین کرنے والی چمکتی ندی پر نیچی اڑان کرنے والے، پانی کو چھو کر گزرتے، پرندے خود رو پہلے نظر آ رہے تھے۔ ایک سرخ پٹی والی بس کا شمال کی طرف بنے پل سے گزرتے نظر آنا محض اتفاق معلوم نہ ہوا، اتفاق سے آگے کی کوئی بات لگی۔

''آسمانوں پر ہوائے تند و تیز....'' کسی خاص وجہ کے بغیر اس نے اپنے جعلی ریوکان پر لکھی عبارت دہرائی۔

''اہا!'' اکے گامی والا درختوں کا جھنڈ دکھائی دیا تو شنگو کھڑکی سے اتنا باہر جھکا جیسے کود پڑنے کا ارادہ ہو۔

''شاید چیڑ کے یہ درخت اکے گامی والے جھنڈ میں ہیں ہی نہیں۔''

اس صبح چیڑ کے وہ دونوں درخت، جو جھنڈ میں سب سے نمایاں تھے، زیادہ نزدیک نظر آ رہے تھے۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ بارشوں اور موسم بہار کے کہروں کی وجہ سے تناظر دھندلا گیا تھا۔

وہ اپنا اطمینان کرنے کے لیے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا۔

وہ ہر صبح ان پر نظر جما دیتا تھا اور اسے خیال آیا تھا کہ خود جا کر اس جگہ کو بغور دیکھنا چاہیے۔''

جھنڈ پر ہر صبح اس کی نظر پڑتی تھی لیکن اس کے باوجود چیڑ کے درختوں کو ابھی ابھی دریافت

کیا تھا۔ سالہا سال سے وہ جھنڈ کو کھوئی کھوئی نظروں سے تکتا رہا تھا۔ بس یہ جانتا تھا کہ وہ اکے گامی ہومون جی مندر کا جھنڈ تھا۔

آج، مئی کے صاف شفاف آسمان تلے، اس پر یہ راز فاش ہوا تھا کہ چیڑ کے درخت بظاہر اکے گامی والے جھنڈ میں خیر سے تھے ہی نہیں۔

اور اس طرح وہ چیڑ کے ان درختوں کو دو مرتبہ دریافت کر چکا تھا جو ایک دوسرے کی طرف یوں جھکے ہوئے تھے جیسے ہم آغوش ہونے والے ہوں۔

رات جب کھانے کے بعد اس نے ائی ہارا کا گھر ڈھنڈ والے اور ائی ہارا کی ماں کی وجی سی مدد کرنے کا ذکر کیا تھا تو فوساکو، جس پر اضطراب طاری تھا، چپ ہو گئی تھی۔

اسے فوساکو کی حالت پر افسوس ہوا۔ وہ سمجھا تھا کہ اس نے فوساکو میں کوئی بات ڈھونڈ نکالی ہے لیکن دریافت جو بھی تھی وہ کسی لحاظ سے اکے گامی میں ڈھونڈے ہوئے درختوں کی رخ واضح ثابت نہ ہوئی۔

چند روز پہلے، کھڑکی سے اس جھنڈ کی طرف دیکھتے ہوئے، اس نے شوئی چی سے پوچھ گچھ کی تھی اور کیکو کے اسقاط حمل کی خبر اگلوائی تھی۔

تب سے چیڑ کے درخت محض چیڑ کے درخت نہ رہے تھے۔ وہ اسقاط حمل سے گڈمڈ ہو گئے تھے۔ شاید وہ جب بھی دفتر آتے اور دفتر سے گھر جاتے ہوئے انہیں دیکھے گا تو ان پر نظر پڑتے ہی اسقاط حمل کی یاد تازہ ہو جائے گی۔

اس صبح بھی، ظاہر ہے، یہی کچھ پھر ہوا تھا۔

جس صبح شوئی چی نے اعتراف کیا تھا چیڑ کے درخت، ہوا اور بارش کے اثر سے دھندلے پڑتے پڑتے، جھنڈ میں گھل مل گئے تھے۔ آج صبح، الگ تھلگ نمایاں، شنگو کے ذہن میں کیکو کے اسقاط حمل سے منسلک، وہ جانے کیوں میلے میلے نظر آ رہے تھے۔ شاید موسم ضرورت سے زیادہ اچھا تھا۔

''اس وقت بھی جب عالم فطرت میں موسم اچھا ہو انسانی موسم خراب ہی رہتا ہے'' اس نے قدرے تہی دماغی سے بڑبڑاتے ہوئے خود سے کہا۔ دفتر کی کھڑکی کے چوکھٹے میں جڑے صاف شفاف آسمان سے منہ موڑ کر وہ اس دن کا کام نمٹانے کی طرف متوجہ ہوا۔

بارہ بجنے کے تھوڑی دیر بعد ائیکو کا فون آیا۔ ٹھنڈے کپڑوں کی تیاری میں مصروف ہونے

کی وجہ سے وہ آج نہ آ سکے گی۔

''اپنے کام میں اتنی طاق ہو کہ تمہیں مصروف رکھا جاتا ہے؟''

''دکان سے بول رہی ہو؟''

''جی ہاں۔لیکن کینو یہاں نہیں۔'' شوئی چی کی عورت کا نام اس نے ہچکچائے بغیر لیا۔''میں اس کے جانے کا انتظار کرتی رہی۔''

''اوہ؟''

''ہیلو؟ میں کل صبح دفتر آؤں گی۔''

''کل صبح؟ وہی آٹھ بجے۔''

''نہیں۔آپ کا انتظار کروں گی۔''

''کیا معاملہ اتنا ہی ضروری ہے؟''

''جی ہاں۔خیر، ہے بھی اور نہیں بھی۔ مجھے تو ضروری معلوم ہوتا ہے۔ چاہتی ہوں کہ جتنی جلد ممکن ہو آپ سے بات کرلوں۔ مجھے سمجھئے آگ سی لگی ہوئی ہے۔''

''آگ سی لگی ہوئی ہے؟ شوئی چی کے حوالے سے''؟

''جب ملاقات ہوگی تو بتاؤں گی۔''

شنگو ائیکو کی ''آگ سی لگی ہوئی ہے'' کو تو کوئی اہمیت دینے کو تیار نہ ہوا لیکن اس بنا پر کچھ بے اطمینانی محسوس کرنے لگا کہ وہ بات چیت کرنے کیلئے اتنی بے قرار ہے کہ نہ صرف آج ملنے آئی تھی بلکہ کل بھی آئے گی .....دو دن مسلسل۔

بے اطمینانی بڑھتی گئی۔کوئی تین بجے اس نے کیکو کو کے گھر فون کیا۔ان کی ملازمہ نے فون سنا۔جتنی دیر وہ کیکو کو منتظر رہا فون پر موسیقی سنائی دیتی رہی۔

جب سے وہ میکے گئی تھی شنگو نے شوئی چی سے کیکو کو کا ذکر نہ کیا تھا۔شوئی چی کو یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ اس موضوع سے کس طرح بچا جائے۔

اور شنگو نے کیکو کو کی عیادت کیلئے جانے سے اس لئے احتراز کیا تھا کہ ایسا کرنے سے معاملہ خواہ مخواہ گمبھیر معلوم ہونے لگتا۔

شنگو کا خیال تھا کہ کیکو کو جس طرح کے مزاج کی مالک تھی اس کے پیش نظر اس نے گھر والوں کے آگے نہ تو کینو کا ذکر کیا ہوگا نہ اسقاط کا۔لیکن اسے کوئی یقین نہیں تھا۔

MashalBooks.org

کیکوکو کی آواز فون پر سنائی دینے والی سمفنی کے درمیان سے ابھری۔ ''ابا جان؟'' اس کی آواز میں انسیت تھی۔ ''میں نے آپ کو انتظار کرایا۔''

''ہیلو۔'' طمانیت کی لہر اسے شرابور کر گئی، جیسے کوئی بوجھ اتر گیا ہو۔ ''اور تمہارا کیا حال ہے؟''

''اوہ، پھر سے ویسی ہی چاق چوبند۔ اپنی ناز برداریاں کر رہی ہوں۔''

''بالکل بھی نہیں۔'' اسے گفتگو جاری رکھنا مشکل معلوم ہو رہا تھا۔

''ابا جان'' کیکوکو نے بشاشت سے کہا۔ ''میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔ اس وقت آ جاؤں؟''

''اس وقت؟ خیر تو ہے؟''

''جی ہاں۔ آپ سے جتنی جلد ملاقات ہوگی گھر لوٹ آنا میرے لئے اتنا ہی آسان ہو جائے گا۔''

''میں یہاں تمہارا انتظار کروں گا۔'' موسیقی بجتی رہی۔ ''ہیلو ہیلو۔'' شنگو نہیں چاہتا تھا کہ کیکوکو فون بند کر دے۔ ''موسیقی بہت اچھی ہے۔''

''میں آواز نیچی کرنی بھول گئی، یہی بات ہے نا؟ یہ بیلے موسیقی ہے۔ شوپاں کی Les sylphdes میں یہاں سے چرا کے اپنے ساتھ گھر لے آؤں گی۔''

''تم گھر سے ابھی چل پڑو گی؟''

''جی ہاں ..... لیکن مجھے ایک منٹ سوچنے دیجئے۔ میں اصل میں آپ کے دفتر میں آنا چاہتی۔''

کیکوکو نے تجویز کیا کہ وہ شن جوکو باغ میں ملیں۔

شنگو کی تجویز کردہ ملاقات گاہ پر شنگو کچھ سٹپٹا کر ہنسنے لگا۔

کیکوکو کا خیال تھا کہ اسے بہت ہی کمال کی بات سوجھ گئی ہے۔ ''ہریالی دیکھ کر آپ میں جان پڑ جائے گی۔''

''شن جوکو باغ؟ وہاں بس ایک دفعہ جانے کا اتفاق ہوا۔ جانے کس لئے وہاں کتوں کا کوئی شو دیکھنے چلا گیا تھا۔''

''آیئے اور اب کے میرا شو ملاحظہ فرمایئے۔ اور اس کی ہنسی کے بعد ''لے سل فید'' کی

موسیقی بجتی رہی۔

3

وہ شن جوکو کے بڑے دروازے سے اندر داخل ہوا۔

گیٹ کے پاس لگے ہوئے نوٹس پر درج تھا کہ بچہ گاڑیاں تیس ین فی گھنٹے اور پیالی کی چٹائیاں بیس ین فی یوم یا زیادہ کے حساب سے دستیاب ہیں۔

اس سے آگے ایک امریکی جوڑا تھا۔ شوہر نے ایک چھوٹی بچی کو گود میں اُٹھا رکھا تھا اور بیوی کے ہاتھ میں ایک جرمن پونٹر کی ڈوری تھی۔ اور لوگ بھی تھے، سب کے سب نوجوان جوڑے۔ صرف امریکی آرام سے ٹہلتے جا رہے تھے۔

شنگو ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔

روش کے بائیں جانب، جس پر پہلے پہل اسے پت جھاڑ چیڑ کے درختوں کے جماؤ کا گمان ہوا تھا، وہ دیودار نکلے۔ جب وہ کتوں کا شو دیکھنے آیا تھا، جس کا بندوبست جانوروں پر بے رحمی کے انسداد کی ایک تنظیم نے عطیات جمع کرنے کی غرض سے کیا تھا، تو دیواروں کا ایک غضب کا جماؤ نظر پڑا تھا۔ لیکن اسے یاد نہ آ سکا کہ وہ دیودار تھے کس طرف۔

دائیں طرف درختوں اور جھاڑیوں کی پہچان کے لیے تختیاں لگی ہوئی تھیں، جیسے مشرقی شجر حیات اور ات سوکوشی ماتسو* اور اسی طرح کے اور نام۔

یہ سوچ کر کہ کیکو کو سے پہلے پہنچ چکا ہے وہ مزے مزے سے چلتا رہا۔ لیکن دیکھا تو اس تالاب کے پاس، جس تک روش نے ذرا سی دیر میں پہنچا دیا تھا، وہ گنگلگو کے ایک درخت کے پہلو میں بچھی بنچ پر بیٹھی ہے۔ کیکو نے اس کی طرف منہ کیا، نیم استادہ ہوئی اور جھک کر آداب بجا لائی۔ ''تم جلدی آ گئیں۔ ابھی ساڑھے چار بجنے میں پندرہ منٹ ہیں۔'' شنگو نے اپنی گھڑی دیکھی۔

---

* کسی قسم کا چیڑ

''جب آپ نے فون کیا تو اتنی خوش ہوئی کہ گھر سے دوڑ لگا دی۔'' وہ تیز تیز بول رہی تھی۔ ''آپ کو بتا نہیں سکتی کتنی خوش ہوئی۔''

MashalBooks.org

''تو گویا تم انتظار کرتی رہی ہو؟ تمہیں کوئی زیادہ گرم چیز پہن کر نا آنا چاہیے تھا؟''

''یہ سویٹر اس وقت سے میرے پاس ہے جب میں سکول میں پڑھتی تھی۔'' اس کے لہجے میں شرمیلے پن کا رنگ در آیا۔ ''اب میرے کوئی کپڑے گھر پر تو رکھے ہوئے نہیں۔ یہ بالکل اچھا نہیں لگتا تھا کہ بہن سے کمونو مانگتی پھرتی۔''

آٹھ بہن بھائیوں میں کیکو کو سب سے چھوٹی تھی۔ اس کی سب بہنیں شادی شدہ تھیں۔ غالباً اس کی اشارہ اپنی کسی بھاوج کی طرف تھا۔

گہرے سبز سویٹر کی آستینیں چھوٹی تھیں۔ شنگو کو ایسا لگا کہ کیکو کو کی ننگی بانہیں اس برس پہلی دفعہ دیکھ رہا ہے۔

کیکو کو میکے چلے جانے کے لیے ذرا رسمی انداز میں معافی کی طلبگار ہوئی۔

''تم کاما کورا آجانے کے قابل ہوگئی ہو؟'' اس نے دھیمے سے پوچھا۔ اسے کچھ علم نہ تھا کہ ایسے موقعوں پر کیا جواب دیا جاتا ہے۔

''جی'' اس نے سادگی سے جھٹ سر ہلا دیا۔ ''مجھے تو گھر لوٹ آنے کی پڑی ہوئی تھی۔'' جب وہ شنگو کی طرف دیکھ رہی تھی تو اس کے خوبصورت شانے تھرتھرائے۔ شنگو اس تھرتھراہٹ کو ٹھیک طرح نہ دیکھ سکا لیکن کیکو کو کی طرف سے آنے والی ہلکی خوشبو نے اسے حیرت میں ڈال دیا۔

''شوئی چی تمہارے پاس آیا تھا؟''

''ہاں۔ لیکن اگر آپ فون نہ کرتے.....''

تو اس کیلئے لوٹ کے گھر آنا مشکل ہو جاتا؟

اپنی بات ادھوری چھوڑ کر کیکو کو اُٹھ کھڑی ہوئی اور چھاؤں سے باہر قدم رکھا۔ یوں لگا جیسے دیوزاد درختوں کی ہریالی، گھنی ہونے کے ناتے بھاری بھرکم سی، دور جاتی صورت کی نازک گردن پر جھک آئی ہے۔

جھیل، نام چارکو، جاپانی وضع کی تھی۔ چھوٹے سے جزیرے پر کوئی غیر ملکی فوجی، ایک سنگی لالٹین پر پاؤں رکھے، کسی طوائف سے چہل کر رہا تھا۔ جھیل کے گرد بچھی پنچوں پر کتنے ہی جوڑے بیٹھے تھے۔

کیکو کو کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا۔ شنگو درختوں کے درمیان سے گزر کر جھیل کی دائیں طرف جا پہنچا۔ ''کیا پھیلاؤ ہے۔'' سامنے پھیلے منظر کی وسعت دیکھ کر اس نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

MashalBooks.org

آپ کی جان میں جان آ گئی ہے، ابا جان۔'' کیکو کو نے کہا۔ اس کی خوشی چھپتی تھی۔ ''میں نے آپ کو یہ پہلے ہی بتا دیا تھا۔''

روش کے پاس کھڑے ایک لوکاٹ کے سامنے شنگو رک گیا۔ اس نے وسیع و عریض لان پر قدم فوراً نہ رکھا۔

''شان دار لوکاٹ۔ اس کی راہ میں کوئی چیز حائل نہیں اور پھننگ سے جڑ تک من مانے انداز میں پھیلتا جا رہا ہے۔''

درخت نے آزادانہ اور فطری انداز میں بڑھتے ہوئے جو شکل اختیار کر لی تھی اس سے شنگو بے حد متاثر ہوا۔

''خوبصورت۔ ہاں۔ جب میں کتوں کے شو پر یہاں آیا تھا تو ایک قطار دیواروں کی دیکھی تھی، پھننگ سے جڑ تک من مانے انداز میں اگتے بڑھتے جا رہے تھے، جتنی دور دور تک پھیلنا ممکن تھا۔ پھیلتے جا رہے تھے۔ میرا جی چاہا تھا کہ ان کے ساتھ ساتھ میں بھی اگوں، میں بھی بڑھوں، نہ جانے وہ درخت کس طرف تھے۔''

''ادھر شن جوکو کی طرف ہیں۔''

''ہاں.... میں اسی طرف سے آیا ہوں۔''

''آپ فون پر بتا رہے تھے کہ یہاں کتے دیکھنے آئے تھے؟''

''کتے تو کوئی زیادہ نہیں تھے لیکن شو کا بندوبست جانوروں پر بے رحمی کے انسداد کی ایک تنظیم نے عطیات جمع کرنے کے لیے کیا تھا۔ جاپانیوں سے زیادہ غیر ملکی آئے ہوئے تھے۔ میں سمجھتا ہوں سفارت کار اور قابض انتظامیہ کے لوگ باگ تھے۔ گرمیوں کے دن تھے۔ ہندوستانی لڑکیاں سب سے خوبصورت تھیں، سب کی سب بنی ٹھنی، لال اور نیلی باریک ریشمی پوشاک پہنے ہوئے۔ ہندوستانی اور امریکی سٹال تھے۔ اس طرح کی تقریبات ان دنوں ہمارے یہاں زیادہ نہیں ہوتی تھیں۔''

یہ دو تین سال پہلے کا ذکر تھا لیکن شنگو کو ٹھیک طرح یاد نہ آ سکا کہ کب کی بات ہے۔

''لوکاٹ کے درخت سے آگے بڑھتے ہوئے اس نے کہا۔

''چیری کے تنے کے اردگرد جو یا تسودے اگ آیا ہے اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے۔ گھر جا کے مجھے یاد دلانا۔''

MashalBooks.org

''ضرور''

''ہم نے چیری کو کبھی نہیں کاٹا چھانٹا۔ جیسی ہے مجھے ویسی ہی بھلی لگتی ہے۔''

''اس کی پھولوں سے لدی پھندی کتنی ساری ننھی ننھی ٹہنیاں ہیں۔ جب اس پر پوری طرح بہار آئی ہوئی تھی تو ہم نے مندر کی گھنٹی کو بجتے سنا تھا۔ تہوار کے دوران پچھلے مہینے۔''

''اتنی ذراسی بات ..... اچھا ہوا کہ تم نے اسے یاد رکھا۔''

''میں کبھی بھول نہیں سکتی۔ اور پھر وہ چیل۔''

کیکو کو اس کے قریب آ گئی۔ اُنہوں نے عظیم کے یا کی* کی چھاؤں سے نکل کر کشادہ سبز زار قدم رکھا۔

وسیع و عریض سبز پہنائی نے شنگو کو آزاد کر دیا۔

''یہاں جی کھول کے اینڈ سکتے ہیں۔ جیسے جاپان سے کہیں باہر پہنچ گئے ہوں ..... میں خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ ایسی کوئی جگہ ٹوکیو کے عین مرکز میں موجود ہے۔'' وہ شن جو کو کی طرف دور دور تک پھیلی اس ہری بھری وسعت کو دیکھتا رہا۔

''اُنہوں نے وسٹا پر بہت زیادہ توجہ دی تھی۔ فاصلہ اصل میں اتنا ہے نہیں جتنا دکھائی دے رہا ہے۔''

''وسٹا کیا؟'' کیکو کو نے اطالوی لفظ استعمال کیا تھا۔

''حد نظر کہہ لیجئے۔ دیکھئے، تمام رستوں اور کیاریوں کو کس طرح آہستہ آہستہ خم کھاتی قوسوں کی شکل دی گئی ہے۔''

کیکو کو جب سکول میں تھی تو سکول کی لڑکیوں کے ساتھ ایک دفعہ یہاں سیر کرنے آئی تھی اور ان کے استانی نے باغ کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی تھی۔ وسیع سبزہ زار، جس پر جہاں تہاں درخت کھڑے تھے، بظاہر انگریزی طرز کا تھا۔

.....

* ایک طرح کا نارون (Elm)

نوجوان جوڑوں کے علاوہ دوسرے لوگ کم تھے۔ کوئی لیٹا ہوا، کوئی بیٹھا، کوئی بے پرواندز میں ادھر ادھر ٹہلتا ہوا۔ بچے بھی تھے اور پانچ پانچ چھ چھ کی ٹولیوں میں سکول کی لڑکیاں بھی۔ شنگو

حیران رہ گیا اور جانے کیوں اسے یہ نامناسب لگا کہ چوری چھپے ملنے والے عاشقوں کے لیے پارک بہشت زار کا کام دے رہا ہو۔

کیا یہ منظر دیکھنے والے کو بتا رہا تھا کہ جس طرح شاہی باغ میں آنے جانے کی کھلی چھوٹ مل گئی ہے اسی طرح ملک کے نوجوان طبقے کو بھی آزادی مل چکی ہے؟

جب وہ جوڑوں کے درمیان، کبھی دائیں کبھی بائیں طرف ہوتے، سبزہ زار سے گزرے تو کسی نے ان کی طرف آنکھ اُٹھ کر بھی نہ دیکھا۔ جس حد تک ممکن تھا شنگو ان جوڑوں سے دور دور رہا۔

اور کیکو کو کیا سوچ رہی ہوگی؟ وہ کہ معمر آدمی تھا اپنی نوجوان بہو کو ساتھ لے کر باغ آیا تھا لیکن اس صورتحال کا کوئی پہلو ایسا تھا جو اسے ٹھیک طرح ہضم نہ ہو پا رہا تھا۔

جب کیکو کو نے فون پر تجویز کیا تھا کہ وہ شن جو کو باغ میں ملیں تو شنگو نے اس معاملے پر زیادہ توجہ نہیں دی تھی لیکن اب ان کے وہاں آنے کے بعد یہ سب بے تکا معلوم ہو رہا تھا۔

سبزہ زار میں کھڑے ایک خاص طور پر قد آور درخت نے شنگو کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

جب اسے دیکھنے کو نظر اوپر کیے وہ درخت کے نزدیک پہنچا تو اس بلند و بالا ہریالے کے وقار اور اٹمبار نے بصد شان اس پر نزول کیا اور شنگو اور کیکو کو پر چھائی اداسی کا نام و نشان مٹا دیا۔ کیکو کو یہ سمجھنے میں حق بجانب تھی کہ باغ اس میں زندگی کی نئی روح پھونک دے گا۔

یہ درخت جو تھا اسے جاپان میں ''شجر سوسن'' کہتے ہیں۔ قریب جا کر شنگو کو پتا چلا کہ درحقیقت وہاں ایک نہیں تین درخت تھے۔ درخت کے پاس لگی تختی میں وضاحت کی گئی تھی کہ اس پر آنے والے پھول چونکہ سوسن سے بھی مشابہ ہوتے ہیں اور لالہ سے بھی اس لئے یہ شجر لالہ کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اس کا اصل مسکن شمالی امریکہ تھا اور یہ نہایت تیزی سے بڑا ہونے والا درخت تھا۔ یہ تینوں نمونے تقریباً پچاس سال پرانے تھے۔

''پچاس سال پرانے؟ ان کی عمر تو مجھ سے بھی کم ہے۔'' شنگو نے حیران ہو کر درخت کو دیکھا۔

چوڑے پتوں والی ٹہنیاں اس طرح پھیلی ہوئی تھیں جیسے ان دونوں کو آغوش میں کھینچتا اور چھپا لینا چاہتی ہوں۔

شنگو ایک بنچ پر بیٹھ گیا لیکن اسے بے چینی محسوس ہوئی۔

MashalBooks.org

جب وہ دوبارہ اُٹھ کھڑا ہوا تو کیکو کو، سراسیمہ ہو کر، اسے دیکھنے لگی۔

''آؤ، ادھر جو پھول ہیں چل کے انہیں دیکھتے ہیں'' اس نے کہا۔

سبزہ زار سے پرے، فاصلے پر، تروتازہ نظر آتا ہوا، سفید پھولوں کا ایک تختہ تھا پھول تقریباً اتنے اونچے تھے جتنی شجر لالہ کی جھکی ہوئی شاخیں۔

''یہاں جنگ جاپان و درس میں حصے لینے والے جنرلوں کو فتح کی خوشی میں استقبال دیا گیا تھا۔ میں ابھی دیہات میں رہتا تھا۔ اور پندرہ سولہ سال کا تھا۔''

پھولوں کے تختے کے دونوں جانب درخت شاندار قطاروں میں کھڑے تھے۔ شنگو نے ان درختوں کے درمیان ایک بنچ کو بیٹھنے کیلئے چنا۔

کیکو کو اس کے سامنے کھڑی رہی۔ ''میں کل صبح گھر آجاؤں گی۔ امی کو بتا دیں اور وہ مجھے ڈانٹیں ڈپٹیں نہیں۔ یہ خیال رکھنا آپ کا کام ہے۔'' وہ شنگو کے پاس بیٹھ گئی۔

''تم پہلے مجھ سے کچھ کہنا نہیں چاہتیں؟''

''آپ سے؟ طرح طرح کی باتیں ہیں لیکن .....''

4

اگلی صبح شنگو پر اُمید ہو کر راہ دیکھتا رہا لیکن جب دفتر روانہ ہوا تو اس وقت تک کیکو کو گھر نہ پہنچی تھی۔

''مجھ سے کہہ رہی تھی کہ یہ خیال رکھنا میرا کام ہے کہ امی اسے ڈانٹیں ڈپٹیں نہیں۔''

''ہم اور اسے ڈانٹیں ڈپٹیں؟'' یاسوکو کا چہرہ خوشی سے کھلا پڑ رہا تھا۔ ''ہمیں تو معافی مانگنی چاہیے۔''

شنگو نے صرف یہ بتایا تھا کہ کیکو کو سے فون پر بات ہوئی ہے۔

یاسوکو دروازے تک اسے چھوڑنے آئی تو کہنے لگی۔ ''حیرت ہوتی ہے وہ تمہارے کتنے اثر میں ہے۔ لیکن اس میں مضائقہ ہی کیا ہے۔''

اس کے دفتر پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد ائیکو آ گئی۔

''تم پہلے سے زیادہ خوبصورت معلوم ہو رہی ہو'' شنگو نے خوش مزاجی سے کہا۔ ''اور تم میرے لیے پھول لائی ہو۔''

MashalBooks.org

''ایک دفعہ دکان پر چلی جاؤں تو وہاں سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وقت گزارنے کے لیے ادھر ادھر گھومتی رہی۔ گل فروش کی دکان بڑی سجی سجائی تھی۔''

لیکن جب وہ اس کے ڈیسک کے قریب آئی تو اس کے چہرے پر سنجیدگی طاری تھی۔'' اسے چلتا کریں'' اس نے انگلی سے ڈیسک پر لکھا۔

''کیا؟'' شنگو چونک گیا۔ ''بھئی ایک منٹ کیلئے باہر چلی جاؤ'' اس نے ناتسوکو سے کہا۔

ناتسوکو کے رخصت ہونے کا انتظار کرتے کرتے ائیکو نے ایک گل دان ڈھونڈ کر اس میں تین گلاب سجا دیے۔ وہ ''پل میں پہنو'' قسم کا لباس ڈاٹے ہوئے تھی۔

اس میں ایسی نظر آ رہی تھی جیسے فیشنی ملبوسات تیار کرنے والی کسی ماہر کیلئے کام کرتی ہو۔

شنگو کو خیال آیا کہ وہ تھوڑی سی موٹی ہو گئی ہے۔

''کل کے لیے معذرت خواہ ہوں۔'' ائیکو کے انداز میں عجیب طرح کا کھچاؤ تھا۔

''میں۔ دو دن سے مسلسل یہاں آنا جانا اور جانے کیا کیا۔''

''بیٹھ جاؤ۔''

''شکریہ'' وہ سر جھکا کر بیٹھ گئی۔

''میری وجہ سے تمہیں کام پر جانے سے دیر ہو رہی ہے۔''

''فرق نہیں پڑتا۔'' شنگو کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے زور سے سانس کھینچا جیسے رونے ہی والی ہو۔'' آپ سے بات کرنے میں حرج تو نہیں؟ میں تو کھول رہی ہوں اور مجھ پر شاید تھوڑی سی جنونی کیفیت بھی طاری ہے۔''

''اوہ؟''

''بات نوجوان خاتون خانہ سے متعلق ہے۔'' لفظ اس کے گلے میں اٹکے جا رہے تھے۔'' میں سمجھتی ہوں اُنہوں نے حمل ضائع کرا دیا ہے۔

شنگو جواب دینے کے بجائے خاموش رہا۔

ائیکو کو کیسے معلوم ہو گیا؟ شوئی چی تو اس بارے میں اس سے بات کرنے سے رہا۔ لیکن ائیکو شوئی چی کی عورت کے ساتھ کام کرتی تھی۔ اس نے کوئی ناگوار بات سننے کے لئے دل کڑا کر لیا۔

''انہیں حمل ضائع کرانے کا پورا حق حاصل ہے۔'' ائیکو دوبارہ ہچکچائی۔

MashalBooks.org

''تمہیں کس نے بتایا؟''

''ہسپتال کیلئے جو رقم درکار تھی وہ شوئی چی نے کینو سے لی۔''

شنگو کو محسوس ہوا جیسے اس کا سینہ جکڑا جا رہا ہو۔

''میری رائے میں یہ حرکت شرم ناک تھی۔ سچ پوچھئے تو انتہائی ذلت آمیز، انتہائی سنگدلانہ۔ مجھے نوجوان خانہ کے حال پر اتنا افسوس ہوا کہ رونے کو جی چاہا۔ کینو کا خرچ شوئی چی اُٹھاتا ہے۔ اس لئے چاہیں تو یہ سمجھ لیں کہ کینو کے پاس جو رقم ہے وہ شوئی چی ہی کی ہے لیکن یہ حرکت نامناسب تھی۔ شوئی چی ہم جیسیوں سے مختلف طبقے سے تعلق رکھتا ہے اور جتنی رقم درکار تھی جس طرح چاہے اکٹھی کر سکتا تھا۔ کیا کسی مختلف سطح سے تعلق رکھنے کی بنا پر اس کا اس طرح کی حرکتیں کرنا جائز ہو جاتا ہے؟'' ائیکو زور لگا رہی تھی کہ کسی طرح اپنے چھریرے کندھوں کو لرزنے سے باز رکھے۔ ''اور پھر کینو کو دیکھیے۔ رقم اسے تھما دی۔ میری تو خاک سمجھ میں نہ آیا کہ اسے یہ سوجھی کیا۔ میں غصے میں کھول رہی تھی۔ آپ سے بات کرنا چاہتی تھی، خواہ اس کے نتیجے کے طور پر کینو کے ساتھ آئندہ کام کرنا ناممکن ہو جاتا۔ ظاہر ہے، جانتی ہوں کہ آپ کو اتنا کچھ نہیں بتانا چاہیے تھا۔ کیا کروں، زبان پر قابو جو نہیں رہتا۔''

''تمہارا شکریہ''

''آپ یہاں میرے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے۔ میں نوجوان خاتون خانہ سے صرف ایک دفعہ ملی ہوں۔ لیکن وہ مجھے اچھی لگیں۔'' اس کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔ ''ان سے کہیں کہ الگ ہو جائیں۔''

ظاہر ہے، اس کی مراد شوئی چی اور کینو سے تھی..... اور اس کے باوجود اس بات سے یہ مطلب بھی لیا جا سکتا تھا کہ اشارہ شوئی چی اور کیکو کی طرف ہے۔

شوئی چی کو ایسی پستیوں کی طرف دھکیل دیا گیا تھا۔

شنگو اپنے بیٹے کی روحانی بے دست و پائی اور گراوٹ پر حیرت زدہ رہ گیا لیکن اسے محسوس ہوا کہ وہ خود بھی ویسی ہی غلیظ دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ تیرہ و تار دہشت اس پر غالب آ گئی۔

جو کہنا تھا کہہ چکی تو ائیکو نے چلنے کی تیاری کی۔

''اتنی بھی کیا جلدی۔'' شنگو نے اسے روکنا چاہا لیکن اس کوشش میں کوئی گرم جوشی شامل نہ تھی۔

MashalBooks.org

''میں دوبارہ آجاؤں گی۔آج میں آپ کے لئے آنسو بہاؤں گی اور نکو بنوں گی۔''

شنگو کو محسوس ہوا کہ ائیکو میں نرم دلی بھی ہے اور ذمے داری کا شعور بھی۔

پہلے اس کا خیال تھا کہ ائیکو نے اسی دکان میں نوکری کر کے جہاں کینو کام کرتی تھی انتہا درجے کی ناشائستگی کا ثبوت دیا ہے۔لیکن شوئی چی اور خود شنگو کتنے بدتر نکلے۔

وہ کھوئی کھوئی نظروں سے ان قرمزی گلابوں کو تکتا رہا جو ائیکو لے کر آئی تھی۔

شوئی چی کے بقول، کیکوکو کے ماں بننے کی راہ میں کچھ تو اس کی اپنی نازک مزاجی حائل تھی اور کچھ دخل ''ہمارے باہمی تعلقات کا اب جو حال ہے'' کا تھا۔کیا اب کیکوکو کے جذبات کو نازک مزاجی کی پاداش میں روند انہیں جا رہا تھا؟

ان سب باتوں سے بے خبر، کیکوکو اب واپس کاماکورا پہنچ چکی ہوگی۔شنگو نے آنکھیں میچ لیں۔

MashalBooks.org

زخم کا نشان

اتوار کی صبح شنگو نے چیری کے تنے کے اردگرد کے یاتسودے کو آری سے کاٹ دیا۔

شنگو کو معلوم تھا کہ یاتسودے سے مکمل طور پر چھٹکارا پانے کیلئے اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنا پڑے گا لیکن دل میں کہنے لگا کہ جب نئے پودے سر اُٹھائیں گے تو انہیں کاٹ ڈالوں گا۔

اس نے یاتسودے کو پہلے بھی کاٹ پھینکا تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ اردگرد پھیل گیا۔ بہرحال ، پہلے کی طرح اس دفعہ بھی جڑیں کھود کھود کر نکالنا بہت مشقت کا کام معلوم ہوا۔ شاید شنگو میں اب اتنی جان نہیں تھی۔

آری کے سامنے تاتسودے کی کیا پیش چلتی لیکن ڈنٹھلوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ شنگو کا ماتھا پسینے میں بھیگ گیا۔

''میں مدد کروں؟'' شوئی چی اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا۔

''نہیں، کام چلالوں گا'' شنگو نے ذرا رکھائی سے جواب دیا۔

شوئی چی جہاں تھا وہیں رک گیا۔

''کیکو کو نے مجھے آواز دی تھی۔ کہنے لگی کہ آپ یاتسودے کو کاٹ رہے ہیں۔ اور مجھے جا کے آپ کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔''

''اوہ'' لیکن اب تھوڑا سا کام رہ گیا ہے۔''

جو یاتسودے اس نے کاٹا تھا اس پر بیٹھ کر شنگو نے گھر کی طرف دیکھا۔ کیکو کو ایک چمکیلی سرخ ادبی باندھے برآمدے میں شیشے کے ایک دروازے سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔

شوئی چی نے شنگو کے گھٹنے سے آری اُٹھالی۔ ''میں سمجھتا ہوں آپ پورا یاتسودے کاٹ رہے ہیں۔''

''ہاں۔'' اس نے نوجوان ہاتھ کو حرکت میں آتے دیکھا اور باقی چار پانچ ڈنٹھل بھی ڈھیر

ہو گئے۔

''انہیں بھی کاٹ دوں کیا؟'' شوئی چی شنگو کی طرف مڑا۔

''بس ایک منٹ'' شنگو اپنی جگہ سے اُٹھا۔ ''دیکھ تو لوں۔''

چیری کے دو تین نوخیز درخت تھے یا ممکن ہے کہ وہ الگ الگ درختوں کے بجائے ٹہنیاں ہوں، ایسا لگتا تھا کہ وہ اپنے صبلی درخت کی جڑوں سے نکل آئے ہیں۔

تنے کے موٹے نچلے حصے پر پتوں سے لدی چھوٹی چھوٹی ٹہنیاں یوں معلوم ہو رہی تھیں جیسے قلمیں لگی ہوئی ہوں۔

شنگو چند قدم پیچھے ہٹا ''میرے خیال میں اگر تم ان پودوں کو کاٹ ڈالو تو اچھا دکھائی دے گا۔''

''اوہ؟'' لیکن شوئی چی کو انہیں کاٹنے کی کوئی عجلت نہیں تھی۔ اسے شنگو کا خیال ذرا نہ بھایا تھا۔

کیکو کو بھی باغ میں چلی آئی۔

شوئی چی نے آری سے نوخیز درختوں کی طرف اشارہ کیا۔ ''ابا جی اس پر غور و فکر فرما رہے ہیں کہ انہیں کاٹ دیا جائے یا نہیں۔'' وہ بے فکری سے ہنسا۔

''ہاں، انہیں کاٹ دیں۔''

''مجھے پتا نہیں چل رہا کہ یہ شاخیں ہیں یا نہیں۔'' شنگو نے کیکو کو سے کہا۔ ''شاخیں زمین سے نہیں اگا کرتیں۔''

''تو اس شاخ کو کیا کہتے ہیں جو جڑوں سے اگ آئی ہو۔'' ان کے ساتھ مل کر شنگو بھی ہنسا۔

شوئی چی نے خاموشی سے نئے اگے پودے کاٹ ڈالے۔

''میں چاہتا ہوں کہ تمام شاخوں کو یونہی چھوڑ دیا جائے تا کہ جس طرح چاہیں بڑی ہوں اور پھیلیں۔ یا تسودے ان کی راہ روکے ہوئے تھا۔ تنے کے نچلے حصے پر جو ٹہنیاں ہیں انہیں نہ چھیڑو۔''

''ننھی منی ٹہنیاں جیسے کھانا کھانے کی تیلیاں یا خلال،'' کیکو نے شنگو کی طرف دیکھا'' جب ان پر پھول بھی آئے تھے تو بڑی پیاری لگ رہی تھیں۔''

''اوہ؟ ان پر پھول بھی آئے تھے، کیوں جی؟ میں نے خیال نہیں کیا۔''

MashalBooks.org

''ارے ہاں۔ کہیں ایک ننھا گچھا، کہیں دو، کہیں تین، اور میرا خیال ہے جو خلال جیسی ہیں ان پر ایک ایک پھول تھا۔''

''اوہ؟''

''لیکن حیرانی یہ ہے کہ یہ ٹہنیاں کبھی واقعی بڑی بھی ہوں گی۔ جتنی دیر یہ شن جوکو باغ جنگلی چیری یا لوکاٹ کی نچلی شاخوں جیسی ہونے میں لگائیں گی اتنی دیر میں مجھ پر بڑھاپا آ چکا ہوگا۔''

''ارے نہیں۔ چیری کے درخت تیزی سے بڑے ہوتے ہیں۔'' شنگو نے کیکوکو کی آنکھوں میں جھانکا۔ شن جوکو باغ جانت کا ذکر نہ اس نے بیوی کے سامنے کیا اور نہ سوئی چی کے سامنے۔

اور کیا کیکوکو نے کاماکورا آنے کے فوراً بعد یہ راز کی بات اپنے میاں کو بتا دی تھی؟ چونکہ یہ صحیح معنی میں کوئی راز کی بات تو تھی نہیں اس لئے کیکوکو نے شاید کسی بالکل غیر اہم واقعے کی طرح اس کا ذکر کیا ہو۔

''مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ شن جوکو باغ جا کر کیکوکو سے ملے تھے'' شوئی چی شاید کہہ بیٹھتا۔ لیکن اس موضوع کو چھیڑنا اسے مشکل معلوم ہوتا تھا تو غالباً پہل شنگو کو کرنی چاہیے تھی۔ دونوں خاموش تھے اور ان کے درمیان ایک طرح کی کشیدگی تھی۔ شاید شوئی چی کیکوکو کی زبانی باغ جانے کا ذکر سن چکا تھا اور تجاہل عارفانہ سے کام لے رہا تھا۔

لیکن کیکوکو کے چہرے پر خفت کے کوئی آثار نہ تھے۔

شنگو نے درخت کے تنے کے نچلے حصے سے اگنے والی ننھی ٹہنیوں پر نظر ڈالی۔ اس نے ذہن میں ان کی ایک تصویر کھینچی کہ یہ ٹہنیاں جو اس وقت نربل ہیں اور جن کی حیثیت ایک بعید از قیاس جگہ میں اگتے اکھوؤں سے زیادہ نہ تھی، شن جوکو باغ والی نچلی ٹہنیوں کی طرح بڑھتی اور پھیلتی جا رہی ہیں۔

کیا شاندار منظر ہوگا کہ پھولوں سے لدی ہوئی شاخیں زمین کی طرف جھکی ہوئی ہیں لیکن اسے یاد نہ آ سکا کہ چیری کا ایسا کوئی درخت نظر سے گزرا ہے۔ اسے یاد نہ آ سکا کہ کبھی چیری کا کوئی بڑا درخت ایسا دیکھا ہو جس کی شاخیں تنے کے نچلے حصے سے نکل کر دور تک پھیلی ہوئی ہوں۔

''یاتسووے کا کیا کروں؟'' شوئی چی نے پوچھا۔

''اُٹھا کے کسی کونے میں پھینک آؤ۔''

شوئی چی نے یاتسووے کو بغل میں دبایا اور گھسیٹ کر لے جانے لگا۔ چند ایک شاخیں وہ

پڑی چھوڑ گیا تھا۔ انہیں اُٹھا کر کیکو کو پیچھے پیچھے چل دی۔

''رہنے دو۔'' شنگو نے کہا۔ ''ابھی تمہیں اپنا خیال رکھنا چاہیے۔''

کیکو کو نے سر ہلا کر صاد کیا اور وہیں کھڑی رہی جہاں اس نے شاخوں کو ہاتھ سے چھوڑ دیا تھا۔

شنگو گھر میں چلا گیا۔

''یہ کیکو کو باغ میں کیا کر رہی تھی؟'' یاسوکو نے عینک اتارتے ہوئے پوچھا۔ وہ ایک پرانی مچھر دانی کو بیونتنے میں مشغول تھی تاکہ اس سے بچی کو پوتڑوں کا کام لیا جاسکے۔ ''دونوں اتوار کو باہر باغ میں ساتھ ساتھ۔ بہت غیر معمولی بات ..... کیکو کو کے میکے جانے کے بعد سے ان کے تعلقات میں بہتری کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔''

''کیکو کو اکیلی ہے'' شنگو بڑبڑایا۔

''لازمی تو نہیں'' یاسوکو نے زور دے کر کہا۔ ''اس کے ہنسنے کا انداز کتنا بھلا ہے۔ آخری بار اسے اس طرح ہنستے مدتوں پہلے کبھی دیکھا تھا۔ تھوڑی سی دبلی ہوگئی ہے اور جب میں اسے ہنستا دیکھتی ہوں .....''

شنگو نے جواب نہ دیا۔

''وہ دفتر سے جلد گھر آجاتا ہے اور اتوار کو بھی گھر رہتا ہے کہتے ہیں نا کہ طوفان آئیں تو درختوں کی جڑیں زمین میں زیادہ گہری اتر جاتی ہیں۔''

شنگو اب بھی خاموش رہا۔

شوئی چی اور کیکو کو ایک ساتھ اندر آئے۔

''اباجی، جو ٹہنیاں آپ کو اتنی پیاری تھیں انہیں ساتو کو نے نوچ کے پھینک دیا۔'' ننھی منی ٹہنیوں کو شوئی چی نے انگلیوں میں لے کر رکھا تھا۔ ''اسے یاتسووے کو گھسیٹ کر لے جانے میں بڑا مزہ آرہا تھا اور پھر اس نے آپ کی ٹہنیاں کھسوٹ ڈالیں۔''

''اوہ؟ اس طرح کی ٹہنیوں کو کوئی بچہ نوچنے کھسوٹنے سے کہاں باز رہ سکتا ہے۔''

کیکو کو آدھی شوئی چی کی اوٹ میں تھی، آدھی سامنے۔

MashalBooks.org

2

کیکوکوٹوکیو سے لوٹی تو شنگو کیلئے جاپانی ساخت کا ایک برقی ریزر لائی۔ یاسوکو کو تحفے میں ادبی بند ملا اور فوساکو کو دونوں بچیوں کیلئے پوشاکیں۔

''شوئی چی کے لیے بھی کچھ لے کر آئی؟''

شنگو نے یاسوکو سے پوچھا۔

''تہ ہو جانے والی چھتری۔ اور لگتا ہے کوئی امریکی کنگھی لائی ہے جس کی ڈبیا پر آئینہ لگا ہوا ہے۔ مجھے ہمیشہ یہی بتایا گیا کہ کسی کو تحفے میں کنگھیاں نہیں دینی چاہئیں کیوں کہ اس سے تعلقات توڑ لینے یا اسی طرح کی کسی بات کا اشارہ ملتا ہے۔ میرے خیال میں کیکوکو کو یہ نہیں معلوم۔''

''میں نہیں سمجھتا کہ امریکہ میں کنگھیوں سے اس طرح کی باتیں منسوب کی جاتی ہوں گی۔''

''اپنے لئے بھی ایک کنگھی لائی تھی۔ پہلی کنگھی سے تھوڑی سی چھوٹی اور مختلف رنگ کی۔ وہ فوساکو کو پسند آ گئی اور اس نے لے کے چھوڑی۔ کیکوکو کے لئے شاید یہ بات بہت معنی رکھتی تھی کہ ویسی ہی کنگھی لے کے آئی ہے جیسی شوئی چی کو دی ہے۔ اور فوساکو نے دست طلب دراز کر کے مٹھیالی۔ ذرا سی نکمی کنگھی ہی تو تھی۔''

معلوم ہوتا تھا کہ یاسوکو اپنی بیٹی کو بخشنے کیلئے تیار نہیں۔ ''بچیوں کے لباس اچھی قسم کے ریشم کے بنے ہوئے ہیں۔ صحیح معنی میں دعوتوں پر پہننے کے لائق۔ یہ مانا کہ خود فوساکو کو کچھ نہیں ملا لیکن بچیوں کے لباس اصل میں اسے تحفے ہی میں ملے ہیں۔ کیکوکو کو ضرور جرم کا احساس ہوا ہوگا کہ فوساکو کے لیے کچھ نہیں لائی۔ تبھی تو اس نے کنگھی فوساکو کو تھما دی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم میں سے کوئی یہ توقع کر کیسے سکتا ہے کہ کیکوکو ہمارے لئے تحفے تحائف لے کر آئیگی۔''

شنگو نے اتفاق کیا لیکن وہ جن وجوہ سے بجھا بجھا سا تھا ان سے یاسوکو بے خبر تھی۔

اس میں شبے کی گنجائش نہ تھی کہ کیکوکو نے رقم اپنے ننھیال سے ادھار لی تھی۔ چونکہ کہ طبی اخراجات کے لئے شوئی چی نے کینو کے آگے ہاتھ پھیلایا تھا اس لئے لگتا نہیں تھا کہ خود اس کے یا کیکوکو کے پاس تحائف خریدنے کیلئے رقم ہو۔ کیکوکو نے غالباً یہ سمجھ کر کہ طبی اخراجات شوئی چی نے برداشت کئے ہیں تقاضا کر کے والدین سے رقم لی ہوگی۔

Mashalbooks.org

شنگو اس بات پر کڑھ رہا تھا کہ اس نے کچھ عرصے سے کیکو کو ایسی رقم کیوں نہیں دی جس پر جیب خرچ کا گمان ہو سکے۔ اس کی نیت، بے شک، ٹھیک تھی لیکن جب سے شوئی چی اور کیکو کو ایک دوسرے سے دور ہوئے تھے وہ کیکو کو سے قریب ہوتا گیا تھا۔ ایسی صورت میں کیکو کو چوری چھپے کوئی رقم دینا شنگو کو زیادہ مشکل نظر آنے لگا تھا۔ لیکن شاید کیکو کو کے احساسات کا صحیح ادراک نہ کرنے کی وجہ سے اس میں اور کنگھی ہتھیا لینے والی فوساکو میں کوئی فرق نہ رہا تھا۔

اور چونکہ شوئی چی کی تماش بینی کی وجہ سے کیکو کو کا ہاتھ تنگ ہوا تھا اسلئے یہ اور بھی مشکل تھا کہ وہ جیب خرچ مانگنے آنسو بہاتی اپنے سسر کے پاس آتی۔

اسقاط کے اخراجات شوہر کے داشتہ نے برداشت کئے تھے۔ اگر شنگو نے ذرا زیادہ ہم دردی دکھائی ہوتی تو کیکو کو کو اس رسوائی سے دوچار نہ ہونا پڑتا۔

''وہ کچھ لے کے نہ آتی تو کتنا اچھا رہتا'' یاسوکو نے سوچ بچار کرتے ہوئے کہا۔

''تمہارے خیال میں کل کتنا خرچ آیا ہوگا؟ میں سمجھتی ہوں ڈھیر ساری رقم اُٹھ گئی ہوگی۔''

''خدا جانے کتنی۔'' شنگو نے دل ہی دل میں حساب جوڑا۔ ''مجھے بالکل اندازہ نہیں کہ برقی ریزر کتنے کا آتا ہے۔ کبھی خیال ہی نہیں کیا۔''

''خیال میں نے بھی کبھی نہیں کیا'' یاسوکو نے یہ اقرار کرتے ہوئے اپنی بات میں زور پیدا کرنے کے لیے سر ہلایا۔ ''اگر یہ سمجھیں کہ ہماری لاٹری نکلی ہے تو سب سے بڑا انعام تمہارے حصے میں آیا۔ کیکو کو چاہتی بھی یہی ہے کہ جو چیز ہو ایسی ہی ہو۔ ریزر شور بھی کرتا ہے اور چلتا بھی ہے۔''

''پھل تو حرکت نہیں کرتے۔''

''ضرور کرتے ہوں گے۔ ورنہ بال کیسے کاٹیں گے؟''

''اوہ'' یاسوکو کی باچھیں کھلی جا رہی تھیں۔ ''سو فیصد سب سے بڑا انعام، کسی اور سے نہیں تو صرف اس لئے کہ اسے لے کر تم ایسا بچہ نظر آنے لگے ہو جس کے ہاتھ کھلونا آ گیا ہو۔ جب دیکھو صبح کو ریزر زوں زوں چل رہا ہے، گھٹائی ہو رہی ہے، باچھیں کان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اور ناشتہ کرتے ہوئے بار بار اپنی چکنی ہموار کھال پر ہاتھ پھیرا جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر کیکو کو ذرا جھینپ سی جاتی ہے۔ ظاہر ہے، اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ خوش نہیں ہوتی۔''

''میری طرف سے اجازت۔ تم بھی استعمال کر لو۔'' وہ مسکرایا لیکن یاسوکو نے زور سے

سر ہلایا۔

کیکوکو کی واپسی والے دن شنگو اور شوئی چی شام کو ساتھ گھر آئے تھے اور برقی ریزر ناشتے کے کمرے میں توجہ کا مرکز بنا رہا تھا۔

کہا جا سکتا تھا کہ ملاپ کے موقع پر برقی ریزر نے بیچ میں پڑ کر کسی حفت آمیز دُعا سلام کی نوبت نہ آنے دی ورنہ ایک طرف کیکوکو تھی، جو سسرال والوں کو بتائے بغیر چلتی بنی تھی۔ اور دوسری طرف شوئی چی کے گھر والے تھے، جن کی وجہ سے وہ حمل ضائع کرانے پر مجبور ہوئی تھی۔

فوسا کو بھی خوش ہو کر مسکرا دی۔ بچیوں کو نئی پوشاک پہنائی اور گلے کی کڑھائی کو سراہا کہ خوش ذوقی سے کی گئی ہے۔ جس کتابچے میں ہدایات درج تھیں انہیں خوب اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد شنگو نے ریزر کو آزمایا۔

گھر کے سب افراد کی سوالیہ نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔

اس نے ایک ہاتھ میں ہدایت نامہ پکڑ کے ریزر پر سے تھوڑی گزاری۔ ''یہاں یہ بھی لکھا ہے کہ خواتین کی گدی پر اگے ہوئے نرم روئیں کو صاف کرنے کے لیے بھی بہت موزوں ہے۔''

اس کی آنکھیں کیکوکو کی آنکھوں سے چار ہوئیں۔

کیکوکو کے ماتھے پر بال شروع ہونے کی لکیر بہت دل کش تھی۔ شنگو نے محسوس کیا جیسے اس پر پہلے واقعی کبھی نظر نہ گئی تھی۔ لکیر ایسی تھی جیسے کوئی نازک سجیلی قوس۔

نفیس جلد اور نفیس تر گھنے بالوں کے درمیان فرق واضح اور تیکھا تھا۔

چہرہ تو پیلا پیلا تھا لیکن رخساروں پر کسی وجہ سے خفیف سی تمتماہٹ تھی۔

کیکوکو کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔

''ابا جی کو بڑے مزے کا نیا کھلونا مل گیا۔'' یاسوکو نے کہا۔

''یہ کھلونا نہیں'' شنگو بولا۔ ''جدید تہذیب و تمدن کی صناعی کا نمونہ ہے جسے اوزاروں کی مدد سے نہایت عمدہ طور پر بنایا گیا ہے۔ سانچے میں ڈھلا ہوا آلہ۔ اس پر نمبر درج ہے اور جن تیکنیکاروں نے اسے پرکھا، کورکسر نکالی اور آخری بار معائنہ کیا ان کے دستخط موجود ہیں۔''

شنگو نے، جس کی طبیعت جولانی پر تھی، بالوں کو سیدھے اور الٹے دونوں رخ سے کاٹ کے دیکھا۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ اس سے نہ تو خراش آئے گی نہ چھٹے پڑیں گے۔'' کیکوکو نے کہا۔ ''اور

آپ کو نہ پانی چاہیے نہ صابن۔''

''آدمی بوڑھا ہو جائے تو ریزر چہرے کی جھریوں میں اڑنے لگتا ہے۔ یہ تمہارے بھی خوب کام آئے گا۔''شنگو نے ریزر یاسوکو کی طرف بڑھایا۔

لیکن یاسوکو اس طرح پیچھے کو ہوئی جیسے ڈر گئی ہو۔''اگر تمہارا خیال ہے کہ میرے داڑھی ہے تو سخت غلطی کر رہے ہو۔''وہ بولی۔

شنگو نے ریزر کے پھلوں کو دیکھا عینک لگا کر دوبارہ معائنہ کیا۔''یہ چلتے ہی نہیں۔ نہ جانے ریزر کس طرح بال کاٹتا ہے۔ موٹر تو گھومتا ہے لیکن پھل حرکت میں نہیں آتے۔''

''مجھے دکھائیں۔''شوئی چی نے ریزر کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن لے کر فوراً ہی یاسکو کو تھما دیا۔

''یہ صحیح ہے۔ پھل بظاہر حرکت نہیں کرتے۔ شاید یہ ویکیوم کلینر کی طرح کی چیز ہے۔ آپ کو تو علم ہی ہے کہ ویکیوم کلینر کس طرح مٹی کوڑے کو کھینچ لیتا ہے۔

''تم بتا سکتی ہو کہ داڑھی کے بال کہاں گئے؟''شنگو نے دریافت کیا۔ کیکو کو نظر جھکا کے مسکرانے لگی۔

''فرض کرو باقی ریزر کے بدلے میں ویکیوم کلینر لے آئیں۔ یا واشنگ مشین''.....وہ ٹھیک رہے گی۔ کیکو کو کا کام آسان ہو جائے گا۔''

شنگو نے اپنی بوڑھی شریک حیات سے اتفاق کیا۔

''جدید تہذیب و تمدن کی صناعی کا ایک بھی نمونہ ہمارے گھر میں ایسا نہیں جسے اوزاروں کی مدد سے عمدہ طور پر بنایا گیا ہو۔ ہر سال کہتے ہو کہ فریج خریدنا ہے اور اس سال خریدنے کا وقت پھر آ گیا ہے۔ اور ٹوسٹر۔ اب تو ایسے ٹوسٹر آ گئے ہیں جو آپ ہی آپ بند ہو جاتے ہیں اور سکے ہوئے تو س باہر اچھال دیتے ہیں۔''

''گھر میں برقی نظام رائج کرنے کے بارے میں ایک بوڑھی گھر والی کے خیالات؟''

''کیکو کو تمہیں بڑی عزیز ہے۔ پھر بھی غریب کا کوئی بھلا تو ہوتا نہیں۔''

شنگو نے ریزر کو بے پلگ کیا۔ کیس میں دو برش تھے۔ ایک دانت صاف کرنے کے چھوٹے سے برش جیسا۔ دوسرا بوتل صاف کرنے کے چھوٹے برش سے مشابہ تھا۔ شنگو نے انہیں برت کے دیکھا۔ پھلوں کے پیچھے بنے ہوئے سوراخ کو برل والے برش سے صاف کرتے

ہوئے نیچے نظر ڈالی تو ذرا ذرا سے سفید بال گھٹنے پر گرتے دکھائی دیے۔ اسے صرف سفید بال ہی نظر آ سکے۔

ہاتھ مار کر اس نے انہیں گھٹنے سے جھاڑ دیا۔

3

شنگو فی الفور ویکیوم کلینر خرید لایا۔

اسے یہ دیکھ کر بڑا لطف آیا کہ ناشتے سے پہلے اس کے برقی ریزر اور کیکو کو کے ویکیوم کلینر کی زوں زوں ایک ساتھ سننے کو ملتی ہے۔

شاید اسے گھر میں کسی تجدید کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

ساتو کا دل ویکیوم کلینر نے موہ لیا تھا۔ وہ کیکو کو کے پیچھے پیچھے پھرتی رہتی تھی۔

شنگو نے داڑھی کے بارے میں جو خواب دیکھا وہ شاید برقی ریزر کی وجہ سے نظر آیا ہو۔

وہ خواب میں پیش آنے والے واقعات میں شریک نہیں تھا۔ محض انہیں دیکھ رہا تھا۔

بہرحال، خواب کے عالم میں شریک اور تماشائی کا فرق واضح نہیں ہوتا۔ خواب کے واقعات امریکا میں پیش آئے جہاں شنگو کبھی نہیں گیا تھا۔ شنگو کو شک گزرا کہ اس نے امریکا کا خواب ان امریکی کنگھیوں کی وجہ سے دیکھا جو کیکو کو خرید لائی تھی۔

اس کے خواب میں بعض ریاستیں ایسی تھیں جہاں انگریزوں کی اکثریت تھی اور بعض پر ہسپانوی لوگوں کا غلبہ تھا لہٰذا ہر ریاست سے ایک خاص وضع کی داڑھی منسوب تھی۔ جاگنے کے بعد اسے واضح طور پر یاد نہ آ سکا کہ داڑھیوں کے رنگوں اور شکلوں میں کیا فرق تھا لیکن خواب کے دوران اس نے رنگوں میں بخوبی امتیاز کیا تھا۔ کہنے کا مطلب ہے کہ ریاست بہ ریاست نسلی نوع کے جو جو فرق پائے جاتے تھے سب پہچان لئے تھے ایک ریاست میں، جس کا نام وہ یاد نہ رکھ سکا، ایک ایسا شخص منظر عام پر آیا جس کی ذات میں تمام ریاستوں اور نسلی انواع کی نمایاں خصوصیات مجتمع ہو گئی تھیں۔ یہ نہیں کہ تمام مختلف قسم کی داڑھیاں اس کے تھوڑی پر گڈمڈ تھیں بلکہ ایسا تھا کہ فرانسیسی وضع کی ریش سرخ انڈین داڑھی سے صاف الگ نظر آتی تھی کہ ان میں ہر ایک اپنی صحیح جگہ پر تھی۔ داڑھی کے گونا گوں طرے، ہر مختلف ریاست اور نسلی نوع کی نمائندگی کرتے ہوئے، اس کی ٹھوڑی سے چٹلوں کی طرح لٹک رہے تھے۔

MashalBooks.org

امریکی حکومت نے داڑھی کو قومی یادگار قرار دے دیا اور یوں اس شخص کے لئے ممکن نہ رہا کہ اپنی مرضی سے داڑھی منڈوا یا ترشوا سکے۔

سارا خواب بس یہی تھا۔ داڑھی میں رنگوں کی حیرت انگیز گونا گونی کو دیکھتے ہوئے شنگو کو آدھوں آدھ محسوس ہوا کہ داڑھی خود اس کی اپنی ہے۔ کسی طرح اس نے داڑھی والے کے فخر اور الجھن کو یوں محسوس کیا جیسے خود اسے فخر اور پریشانی ہو رہی ہو۔

خواب کا اول آخر درمیان سرے سے تھا ہی نہیں۔ اس نے بس ایک باریش آدمی دیکھا تھا۔

داڑھی ظاہر ہے لمبی تھی۔ شاید اسے قید و بند سے آزاد وہ داڑھی اس لئے نظر آئی کہ آپ ہر صبح پورا شیو کرنے کا عادی تھا۔ یہ بات اسے اچھی لگی کہ داڑھی کو قومی یادگار قرار دیا گیا۔

ہر طرح کی پیچیدگی سے پاک اور بھول پن بھرا خواب۔ شنگو کے دل میں اشتیاق پیدا ہوا کہ صبح اُٹھ کر خواب دوسروں کو سنائے۔ بہر حال، آنکھ کھلی تو بارش کی رم جھم سنائی دی اور تھوڑی دیر کے لیے آنکھ لگ جانے کے بعد دوبارہ جاگا تو ایک بدمزہ خواب دیکھ کر۔

اس کے ہاتھ لٹکتی ہوئی برائے نام نکیلی چھاتیوں پر رکھے تھے۔ وہ اسی طرح لٹکی رہیں۔ ان میں تناؤ پیدا نہ ہوا۔ عورت مساس کا جواب دینے پر آمادہ نہ تھی۔ سب کا سب نہایت احمقانہ۔

چھاتیوں کو چھونے کے باوجود شنگو کو پتا نہ تھا کہ عورت کون ہے۔ بات یہ نہ تھی کہ اسے معلوم نہ تھا بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ معلوم کرنا نہ چاہتا تھا۔ عورت کا کوئی چہرہ تھا نہ بدن۔ بس دو چھاتیاں خلا میں لٹکی ہوئیں۔ جب اس نے پہلی دفعہ پوچھا کہ وہ کون ہے تو وہ شوئی چی کے ایک دوست کی چھوٹی بہن بن گئی۔ لیکن اسے پہچان لینے کے باوجود تو نہ جذبات بھڑکے نہ جرم کا احساس ہوا۔ یہ تاثر بھی کہ وہ فلانے کی بہن ہے گریز پا نکلا۔ وہ دھندلی صورت تھی، دھندلی ہی رہی۔ چھاتیاں اس عورت جیسی تھیں جو کبھی ماں نہ بنی ہو لیکن شنگو کو کنواری معلوم نہ ہوئی۔ اپنی انگلیوں پر عورت کی پاکیزگی کی رمق دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ اسے وحشت محسوس ہوئی لیکن جرم کا کوئی خاص احساس نہ تھا۔

''ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ اتھلیٹ تھی'' وہ بڑبڑایا۔

یہ کہتے ہی وہ چونک کر جاگ گیا۔

''سب کا سب نہایت احمقانہ''.....اسے یاد آ گیا کہ یہ تو موری اوگائی* کے وہ

الفاظ ہیں جو اس نے مرتے وقت کہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ الفاظ کسی اخبار میں اس کی نظر سے گزرے تھے۔

مگر ایک ناگوار خواب سے جاگنے پر سب سے پہلے موری اوگائی کے مرتے دم کے قول کو دہرانا اور پھر اس کا رشتہ خواب سے جوڑنا ..... غالباً وہ حقیقت سے آنکھیں چرا رہا تھا۔

خواب میں جو شنگو تھا اس نے نہ تو انبساط محسوس کیا تھا نہ انس نہ کوئی بے راہ روی۔ سب کا سب واقعی نہایت احمقانہ۔ اور بیدار ہونے کا ایک اجیرن انداز۔

اس نے لڑکی پر دست دراز کرنا نہ چاہا تھا۔ شاید وہ اسے چھیڑنے ہی والا تھا۔ اگر اس نے محبت کے مارے یا دہشت زدہ ہو کر، کانپتے کانپتے اس پر ہاتھ ڈال دیا ہوتا تو جاگنے کے بعد خواب میں زیادہ جان ہوتی۔

وہ ان بے حیائی کے خوابوں کے بارے میں سوچنے لگا جو حالیہ برسوں میں دیکھے تھے۔ وہ عام طور پر ایسی عورتوں کے متعلق تھے جنہیں گنوار و اور بازاری کہنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ کچھ ایسی ہی کیفیت سے وہ آج بھی دوچار تھا۔ کہیں یہ تو نہیں کہ اسے خواب میں بھی زنا کاری سے خوف آتا ہو؟

اسے یاد آیا کہ شوئی چی کے دوست کی بہن کی چھاتیاں بھری بھری تھیں۔ شوئی چی کی شادی سے پہلے کچھ بات چلی تھی، مگر ہنسی ہنسی میں، کہ اس کی نسبت دوست کی بہن سے ٹھہرا دی جائے اور دونوں ساتھ ساتھ گھومتے پھرتے بھی رہے تھے۔

اس کے ذہن میں جھما کا ہوا جیسے بجلی گری ہو۔

کیا خواب والی لڑکی کیکوکو کی تجسیم، کیکوکو کی قائم مقام نہ تھی؟ جو بھی سہی، کیا اخلاقی تقاضے اس کے خواب تک میں اپنے آپ کو منوا کر نہ چھوڑتے تھے؟ کیا اس نے لڑکی کے بدن کو کیکوکو کے قائم مقام کے طور پر مستعار نہ لیا تھا؟ اور کیا اس نے بدمزگی کو گوارا بنانے کے لیے احساس جرم پر پردہ ڈالنے کی خاطر، لڑکی کو جو اصل میں دل کش تھی، کم دل کش نہیں بنا دیا تھا؟

اور کہیں ایسا تو نہیں کہ اگر اس کی خواہشوں کو کھلی چھٹی مل جائے، اگر وہ اپنی زندگی کو مرضی

.....

* موری اوگائی۔ معروف ادیب۔ 1862ء تا 1922ء

کے مطابق نئے سرے سے مرتب کر سکے تو کنواری کیکوکو سے، جیسی وہ شوئی چی سے بیاہی جانے

سے پہلے تھی، محبت کرنا چاہے گا؟

تحت شعور میں پلنے والی خواہش نے جسے کچل اور توڑ مروڑ دیا گیا تھا، خواب میں ایسا روپ دھار لیا تھا جس سے پیار کرنا ممکن نہ تھا۔ کیا خواب میں بھی اس نے اپنی خواہش پر پردہ ڈالنا، خود کو فریب دینا چاہا تھا؟

اس نے جو اپنی خواہش کو اس لڑکی کی طرف منتقل کر دیا تھا جس سے شوئی چی کی بات چلتی رہی تھی، اس نے جو لڑکی کو گرفت میں نہ آنے والی، غیر واضح شکل دے ڈالی تھی..... تو کہیں اس کی وجہ یہ تو نہ تھی کہ اس پر یہ خوف بری طرح غالب تھا کہ اگر وہ عورت کیکو کو نکل آئی تو؟

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جاگنے پر اسے خواب کو یاد کرنے میں مشکل پیش آئی تھی اور یہ کہ خواب میں اس کی ساتھی بھی اور خود خواب کا تانا بانا بھی مٹے مٹے تھے اور یہ کہ چھاتی سے لگنے والے ہاتھ سے کوئی لذت نہ ملی تھی ..... تو شاید ان کی وجہ یہ ہو کہ جاگنے کے ساتھ ہی ایک خاص طرح کی مکاری بڑی چابک دستی سے خواب کو مٹانے میں مصروف ہو گئی تھی؟

''ایک خواب۔ اور قومی یادگار بھی خواب۔ خواب تمہارے حق میں جو فیصلہ کریں اور اس پر بھروسا مت کرو۔'' اس نے ہتھیلی سے منہ پونچھا۔

خواب نے اس پر ٹھٹھرا دینے والا اثر چھوڑا تھا لیکن جب آنکھ کھلی تو شنگو کراہت آمیز پسینے میں نہایا ہوا تھا۔

بارش جس نے داڑھی کے خواب کے بعد صرف اپنے ہونے کا احساس دلایا تھا اب اتنی تیز ہو چکی تھی کہ بوچھاڑ پر بوچھاڑ، ہوا کے زور سے، مکان سے ٹکرا رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ سیل فرش پر بچھی چٹائیوں میں سرایت کرتی ہوئی کمرے میں پھیل رہی ہے۔ بہرحال، بارش کی آواز سے لگتا تھا کہ دھومک دھیا مچا کر تھم جائے گی۔

اسے واتانابے کازان* کی بنائی ہوئی ایک انک واش (Ink wash) تصویر یاد آ گئی جو چند روز پہلے ایک دوست کے گھر دیکھی تھی۔

اس میں ایک تنہا کوے کو بے برگ و بار درخت کے سرے پر بیٹھا دکھایا گیا تھا اور یہ الفاظ درج تھے: ہٹیلا کوا منہ اندھیرے۔ جون کی بارشیں۔ کازان۔''

شنگو کا خیال تھا کہ کازان کے احساسات اور تصویر کی غرض و غایت اس کی سمجھ میں آ گئی ہے۔ کوا، ننگے بچے درخت کی کسی بہت اونچی شاخ پر ٹکا ہوا، طوفانی ہوا اور موسلا دھار بارش کی

مار سہتا، پو پھٹنے کا انتظار کر رہا تھا۔ طوفان کو پھیکی سیاہی کی مدد سے دکھایا گیا تھا۔ درخت سے بہت اچھی طرح یاد نہ تھا لیکن خیال آتا تھا کہ ٹوٹا پڑا تھا۔ صرف موٹا تنا باقی بچا تھا۔ کوا اپنے رنگ روپ سمیت اسے اس طرح یاد تھا جیسے ابھی ابھی دیکھا ہو۔ شاید نیند کے غلبے سے، شاید ہوا کی شدت سے ..... زیادہ امکان یہی تھا کہ دونوں کہ وجہ سے ..... پر کچھ پھولے پھولے نظر آ رہے تھے۔ چونچ بھاری تھی۔ چونچ کا اوپر لا حصہ، جس پر روشنائی بہہ جانے سے کالا دھبا پڑ گیا تھا، نچلے حصے کے مقابلے میں زیادہ موٹا اور بھاری تھا۔ آنکھوں میں نیند بھری ہوئی جیسے ابھی پوری طرح جاگا نہ ہو۔ تاہم آنکھوں سے کڑ پن ٹپکتا تھا اور کسی وجہ سے غصہ بھی۔ تصویر کے سائز کے پیش نظر کوے کی جسامت بڑی تھی۔

شنگو کو کازان کے بارے میں یہی معلوم تھا کہ وہ افلاس زدہ تھا اور اس نے خودکشی کر لی تھی لیکن اتنا اسے بھی نظر آ گیا کہ یہ ''طوفانی صبح میں کوا'' کازان کے ان جذبات کا ترجمان تھا جو زندگی کے ایک خاص موڑ پر پہنچ کر اس نے محسوس کئے ہوں گے۔

اس میں کوئی شک نہ تھا کہ دوست نے موسم کی رعایت سے تصویر آویزاں کی تھی۔

شنگو نے دل کڑا کر کے رائے دی ''اپنی ہٹ کا پورا پرندہ۔ ایک آنکھ نہیں بھاتا۔''

''اوہ؟ میں جنگ کے دنوں میں اسے دیکھتا رہتا تھا۔ دوزخی کوا، میں سوچا کرتا تھا۔ یہ دوزخی کوا ہی تو ہے۔ لیکن اس میں ایک طرح طمانیت پائی جاتی ہے۔ اگر کازان کے پاس خودکشی کرنے کی کوئی معقول وجہ اس کے سوا نہ تھی کہ جن حالات سے دوچار تھا ان کی تاب نہ لا سکتا تھا تو پھر مجھے اور تمہیں تو غالباً خود کو بار بار ہلاک کرتے رہنا چاہیے۔ سوال صرف یہ ہے کہ انسان کو کس عہد میں جینا پڑ رہا ہے۔''

''ہم بھی صبح کا انتظار کرتے رہے۔''

شنگو نے سوچا کہ اس بارانی رات میں بھی کوا اس کے دوست کی بیٹھک میں لٹکا ہوگا۔

وہ حیران ہوتا رہا کہ خود اس کی چیل کہاں ہوگی، کوا کہاں ہوگا؟

MashalBooks.org

4

دوسرا خواب دیکھ کر جاگنے کے بعد شنگو کو نیند نہ آئی۔ وہ لیٹا لیٹا صبح ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ بہرحال، اس انتظار میں وہ ہٹیلی مزاحمت نہ تھی جس کا مظاہرہ کازان کا کوا کر رہا تھا۔

خواب میں نظر آنے والی عورت خواہ کیکو کوتھی یا شوئی چی کے دوست کی بہن، شنگو کو یہ بات بہت ہی ناگوار معلوم ہوئی کہ شہوت کی خفیف سی ٹمٹماہٹ بھی اس میں نہ جاگی تھی۔

خواب عالم بیداری میں کی جانے والی کسی بھی زناکاری سے زیادہ بھونڈا تھا۔ بڑھاپے والی بدنمائی، شاید یہی بات ہو؟''

عورتیں جنگ کے دنوں میں اس کی زندگی سے جو نکلیں تو پھر واپس نہ آئیں۔ جنگ ہوگئی مگر عورتوں سے تعلقات پھر بھی بحال نہ ہو سکے۔ وہ اتنا بوڑھا تو نہ تھا۔

لیکن اس کے ساتھ ہوا یہی کچھ تھا۔ جس چیز کا جنگ نے کام تمام کر ڈالا تھا اس میں دوبارہ جان نہ پڑ سکی۔ یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ اس کے سوچنے کا انداز وہیں اٹکا ہوا تا جہاں جنگ نے اسے چھوڑا تھا یعنی سمٹ سمٹا کر محدود سی سمجھ داری بن کر رہ گیا تھا۔

وہ اپنے دوستوں سے دریافت کرنا چاہتا تھا کہ آیا اتنی عمر کو پہنچ جانے کے بعد اکثر آدمیوں کے احساسات اسی جیسے ہو جاتے ہیں لیکن شاید ان باتوں پر اور تو کیا ہوتا، دوست اس کا بس مذاق بنا لیتے اور اسے کمزور اور مجہول کہنے لگتے۔

کیکو کو خواب میں پیار کرنے میں کیا برائی تھی؟ خواب میں کسی بات سے ڈرنے، کسی بات پر شرمندہ ہونے کا کیا مطلب؟ اور سچ تو ہے کہ عالم بیداری میں کیکو کو چوری چوری چاہنے میں خرابی کیا پہلو؟ اس نے سوچ کا یہ نیا انداز اپنانا چاہا۔

لیکن اسے بوسون کا ایک ہائیکو یاد آ گیا۔ ''بڑھاپے کے اس عشق کو بھلانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ خزاں کے موسم میں یہ ٹھٹھرا دینے والا چھینٹا۔'' شنگو ہ طاری غمگینی کچھ اور گمبھیر ہوگئی۔

جب سے شوئی چی نے داشتہ رکھی تھی اس کے ازدواجی تعلقات میں رچاؤ آ گیا تھا۔ کیکو کو کے حمل ضائع کرانے کے بعد میاں بیوی کے باہمی رشتے میں زیادہ گھلاؤ، زیادہ تپاک نظر آنے لگا تھا۔ بھپرے ہوئے طوفان والی اس رات کو کیکو کو عام دنوں کی بہ نسبت شوئی چی کے ساتھ

زیادہ نخرے تلے کرتی رہی تھی۔ جس رات شوئی چی نشے میں چور گھر لوٹا تھا تو کیکو کو نے عام طرز عمل کے برخلاف اسے زیادہ نرم دلی سے معاف کر دیا تھا۔

وہ اداس تھی یا احمق؟

اور کیا ان حقائق کا کیکو کو خود بھی شعور تھا؟ شاید، ان کی طرف سے بے خبر، وہ تمام تر معصومیت کے ساتھ تخلیق کے عجائبات کے سامنے جھک گئی تھی کہ زندگی اپنی موج میں اسے جدھر چاہے لے جائے۔

کیکو کو نے احتجاج کرتے ہوئے ماں بننے سے انکار کیا اور میکے چلی گئی۔ یہ اظہار تھا اس امر کا کہ اسے کیسی نا قابل برداشت تنہائی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اور پھر چند روز بعد واپس آ کر شوئی چی کے زیادہ قریب ہو گئی جیسے اپنی کسی تقصیر پر معذرت خواہ یا کسی زخم پر پھائے رکھ رہی ہو۔

اگر چاہتا تو شنگو سوچ سکتا تھا کہ یہ باتیں بھی ''سب کی سب سراسر احمقانہ'' تھیں۔ لیکن غالباً ان میں بہتری کا کوئی پہلو نکلتا تھا۔

وہ یہ تک سوچنے کو تیار ہو گیا کہ کینو کے قصے کے از خود فصیل ہونے کا انتظار کرنا بہتر رہے گا۔

شوئی چی اس کا بیٹا سہی لیکن کیا وہ اور کیکو کو اتنے مثالی میاں بیوی تھے، کیا ان کی تقدیر میں یہی لکھا تھا کہ نباہ کرتے رہیں، کہ کیکو کو کے لیے اس طرح کا سلوک برداشت کیے جانا ناگزیر ہو چکا تھا؟ اس کے دل میں ایک دفعہ شک آ جاتا تو پھر شکوک وشبہات کا تانتا ٹوٹنے کا نام نہ لیتا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ یاسوکو کی آنکھ کھل جائے۔ اس لئے گھڑی دیکھنے کیلئے لائٹ نہ جلا سکتا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا تھا کہ صبح ہونے والی ہے اور جلد ہی مندر کی گھنٹی بجنے کا وقت آ جائے گا۔

اسے شن جو کو باغ میں بجنے والی گھنٹی یاد آ گئی۔

گھنٹی یہ بتانے کیلئے بجائی تھی کہ باغ کے بند ہونے کا وقت ہو گیا لیکن اس نے کیکو کو سے کہا تھا۔ ''آواز کسی گرجا گھر کی گھنٹی جیسی ہے۔''

اسے محسوس ہوا تھا جیسے وہ درختوں سے بھرے سبزہ زار میں گھومتا گھامتا کسی مغربی وضع کے گرجا گھر کی طرف جا رہا ہے، جیسے گیٹ پر ٹھٹ کی صورت میں جمع لوگ بھی گرجا گھر جانے والے ہوں۔

نیند ابھی پوری نہ ہوئی تھی کہ وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

MashalBooks.org

اور سویرے سویرے شوئی چی کے ساتھ گھر سے چل پڑا۔ وہ کیکو کو کا سامنا نہ کرنا چاہتا تھا۔

اچانک اس نے پوچھا۔ ''سرنگ کے دوان تم نے کسی کو ہلاک کیا؟''

''خدا جانے میری مشین گن کی گولی کی زد میں کوئی آیا ہوگا تو غالباً مارا گیا ہوگا۔ لیکن آپ چاہیں تو کہہ لیں کہ مشین گن میں کب چلا رہا تھا۔

شوئی چی نے خفا ہو کر منہ پھیر لیا۔

بارش دن میں رک گئی اور شام کو پھر ہونے لگی۔ ٹوکیو دبیز دھند میں لپٹا ہوا تھا۔

جب وہ ایک کاروباری ڈنر کے ریستوراں سے اُٹھا تو بڑی بے ڈھب صورت سے دوچار ہونا پڑا۔ پتہ چلا کہ آخر کار میں گیشاؤں کو گھر پہنچا کر آنا اس کے ذمے ہے۔

شنگو اور دو ادھیڑ عمر کی گیشائیں پہلو بہ پہلو بیٹھی تھیں اور تین نوجوان گیشائیں ان کے گھٹنوں پر ٹکی ہوئی تھیں۔

''بھئی'' شنگو نے لڑکی کی ادبی کے اگلے حصے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''اگر آپ کی طرف سے اجازت ہو تو۔'' لڑکی مطمئن ہو کر آرام سے شنگو کی گود میں بیٹھ گئی۔ وہ کیکو کو سے چار پانچ سال چھوٹی تھی۔

شنگو نے سوچا تھا کہ ٹرین پر سوار ہونے کے بعد لڑکی کا نام اپنی یادداشت والی نوٹ بک میں درج کر لے گا۔ بہرحال، یہ خیال اسے یوں ہی آ گیا تھا اور امکان یہی تھا کہ یوں ہی بھول بھی جائے گا۔

MashalBooks.org

بارش میں

اس صبح اخبار سب سے پہلے کیکو کو نے پڑھا۔

بظاہر ہوا کے زور سے بارش کا پانی ڈاک کیلئے بنے ہوئے بکس میں چلا گیا تھا۔ کیکو کو نے ناشتہ تیار کرتے ہوئے اخبار کو گیس پر سکھایا۔

کبھی کبھی جب اس کی آنکھ جلد کھل جاتی تو شنگو اخبار خود اُٹھالاتا اور بستر میں لیٹ کر پڑھتا رہتا۔ لیکن معلوم ہوتا تھا کہ اخبار لانے کا کام کیکو کو کو سونپ دیا گیا تھا۔

عموماً شنگو اخبار صرف اس وقت پڑھتا جب شوئی چی دفتر جا چکا ہوتا۔

''ابا جان! ابا جان'' کیکو کو نے آہستہ سے بند دروازے کے پیچھے سے آواز دی۔

''کیا ہے؟''

''اگر آپ اُٹھ چکے ہیں تو ایک منٹ کیلئے باہر آجائیں گے؟''

''کوئی گڑبڑ ہے کیا؟''

اس کی بدلی بدلی آواز سے ہراساں ہو کر وہ فوراً اُٹھ گیا۔

کیکو کو کو اخبار ہاتھ میں لئے برآمدے میں کھڑی تھی۔

''کیا ہوا؟''

''اخبار میں مسٹر ائی ہارا کا ذکر ہے۔''

''کیا ائی ہارا کو پولیس نے پکڑ لیا۔''

''نہیں'' ایک قدم پیچھے ہٹ کر اس نے اخبار شنگو کو پکڑا دیا۔

MashalBooks.org

''ابھی تک گیلا ہے۔''

شنگو نے بادل ناخواستہ اخبار کو ہاتھ میں لیا جو کسی ڈھیلی ڈھالی چیز کی طرح لٹک گیا۔ کیکوکو نے اسے اُٹھا کے سامنے پھیلایا۔

''مجھے نظر نہیں آ رہا۔ ائی ہارا کے ساتھ کیا ہوا؟''

''کسی عورت کے ساتھ خودکشی۔''

''مر گیا؟''

''لکھا ہے کہ انہیں غالباً بچا لیا جائے گا۔''

''ایک منٹ ٹھہرو۔'' وہ اخبار کیکوکو کے ہاتھ میں چھوڑ کر چل پڑا۔ ''فوسا کو گھر میں ہی ہے نا؟''

''جی۔''

اس کا امکان نہ ہونے کے برابر تھا کہ فوسا کو نے، جو بچیوں کے ساتھ رات دیر سے سوئی تھی، ائی ہارا سے مل کر خودکشی کی ہو گی یا اخبار میں اس کا نام آیا ہو گا۔

غسل خانے کی کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے، جہاں ہوا کے زور سے بارش بوچھاڑ بن کر بکھر رہی تھی، شنگو نے خود کو سنبھالنا چاہا۔ پہاڑ کی تلیٹی میں اگی پمپاس گھاس کی لمبی لمبی پتیوں سے بارش بوندیں بڑی تیزی سے پے در پے گر رہی تھیں۔

''صحیح معنی میں تل دھار اوپر دھار برس رہا ہے۔ جون میں عام طور پر اس طرح کی بارش نہیں ہوتی۔''

ناشتے کے کمرے میں اس نے اخبار اُٹھایا لیکن ابھی پڑھنا بھی نہ شروع کیا تھا کہ عینک پھسل کر ناک پہ آ رہی۔ غصے سے جھنجھلاتے ہوئے اس نے عینک اتاری اور بے صبری سے ناک کے بانسے کو سہلایا۔ اس کے گیلے پن سے ناگواری کا احساس ہوا۔

وہ مختصر خبر پڑھ رہا تھا تو عینک پھر پھسل کر نیچے آ رہی۔

واقعہ جزیرہ نمائے ایزو میں ریندائی جی نامی صحت افزا مقام پر پیش آیا تھا۔ وہاں ایک معدنی چشمہ تھا۔ عورت مر چکی تھی۔ پچیس چھبیس سال کی تھی اور وضع قطع سے ملازمہ یا ویٹس دکھائی دیتی تھی لیکن اس کی شناخت نہ ہو سکی تھی۔ مرد منشیات کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ امکان تھا کہ اس کی جان بچالی جائے گی۔ چونکہ وہ نشئی تھا اور خودکشی کے حوالے سے کوئی الوداعی رقعہ نہیں لکھا گیا تھا

MashalBooks.org

اس لئے شک کیا جا رہا تھا کہ اس نے یہ حرکت دل لگی کے طور پر کی تھی اور عورت کو بہلا پھسلا کر خود کشی پر آمادہ کر لیا تھا۔

شنگو نے عینک پر ہاتھ مارا جو پھسل کر ناک کی پھننگ پر آ گئی تھی۔ لگتا تھا کہ وہ عینک کو تمانچہ مارنا چاہتا ہے۔ اسے کچھ علم نہ تھا کہ غصہ کس بات پر آ رہا ہے۔ اس پر کہ ائی ہارا نے خود کشی کرنی چاہی یا عینک کے بار بار پھسلنے پر۔

چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہوا منہ ہاتھ دھونے کے سٹینڈ پر پہنچا۔

اخبار میں لکھا تھا کہ ائی ہارا نے ہوٹل میں یوکوہاما کا کوئی پتا لکھوایا تھا۔ فوسا کو کا کوئی ذکر نہ تھا۔

اس لئے خبر کا شنگو کے خاندان سے کوئی تعلق نہ بنتا تھا۔

شاید ہوٹل میں جو پتا لکھوایا گیا تھا وہ جھوٹا تھا اور درحقیقت ائی ہارا کا گھر تھا نہ بار۔ اور شاید فوسا کو بھی اب اس کی بیوی نہ تھی۔

شنگو نے دانت برش کرنے سے پہلے منہ دھویا۔

کیا محض جذباتیت کی بنا پر یہ خیال اسے پریشان کرنے کے علاوہ الجھن میں ڈال رہا تھا کہ فوسا کو شاید اب بھی ائی ہارا کی بیوی ہو؟

''یہ جو بھی ہوا تو کیا اسی لئے کہا جاتا ہے کہ سب کچھ وقت پر چھوڑ دو، جو ہوتا ہے ہو جائے گا؟'' اس نے بڑبڑا کر خود سے کہا۔

کیا وقت نے آخر وہ حل فراہم کر ہی دیا جسے تلاش کرنے کو وہ اتنی دیر ٹالتا رہا تھا؟

لیکن کہیں ایسا تو نہیں کہ شنگو کے پاس اور کوئی چارہ نہ تھا؟ بس ایک یہی اُمید تھی نا کہ شاید ائی ہارا کبھی جان پر کھیل جائے؟

اسے معلوم نہیں تھا کہ آیا فوسا کو نے ائی ہارا کو تباہی کے گڑھے میں دھکیلا تھا یا ائی ہارا نے فوسا کو کا جینا حرام کر دیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہ تھا کہ جہاں ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کی فطرت ہی یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں کا جینا حرام کر دیں اور انہیں تباہ و برباد کر ڈالیں وہاں ایسے بھی ہیں جن کی سرشت میں ہے کہ مر مر کے جئیں اور تباہ ہوتے پھریں۔

''کیکوکو'' شنگو نے ناشتے کے کمرے میں لوٹ کر گرما گرم چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں معلوم تھا نا، تھا نا معلوم، کہ پانچ چھ دن پہلے ائی ہارا نے طلاق کا نوٹس بھجوایا تھا؟''

''جی ہاں۔آپ بہت برہم ہوئے تھے۔''

''برہم تو ہوا تھا۔اور فوساکو کہہ رہی تھی کہ بے عزتی برداشت کئے جانے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔لیکن شاید ائی ہارا خودکشی کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔اس میں سخن سازی کو دخل نہ تھا۔وہ اپنی جان لینے پر تلا ہوا تھا۔میرا خیال ہے کہ وہ عورت کو محض دوسرا تھ کے خیال سے ساتھ لے گیا ہوگا۔''

کیکوکو نے اپنے خوش نما ابراوؤں کو سیکٹرا اور جواب میں کچھ نہ بولی۔اس نے ریشمی دھاری دار کمونو پہن رکھا تھا۔

''بھئی ایک کام کروگی؟ذرا شوئی چی کو اُٹھادو۔''

کیکوکو کا دور جاتا ڈیل ڈول،شاید لباس کی چوڑی عمودی دھاریوں کی وجہ سے،معمول سے زیادہ قدآور معلوم ہوا۔

''سوائی ہارا یہ کر ہی گزرا؟'' شوئی چی نے اخبار اُٹھالیا۔''فوساکو کی طرف سے نوٹس چلا گیا؟''

''ابھی نہیں۔''

''ابھی نہیں؟'' شوئی چی نے نظر اُٹھا کر دیکھا۔''کیوں نہیں گیا؟آج صبح ہی بھجوادیں۔ہم کسی مردے کی طرف سے وصول ہونے والے طلاق کے نوٹس کا جواب بھجواتے اچھے لگیں گے۔''

''لیکن بچیوں کا کیا بنے گا؟ائی ہارا نے ان کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ابھی وہ بہت چھوٹی ہیں۔اپنے طور پر فیصلہ نہیں کرسکتیں کہ کس خاندان کے پاس رہنا چاہیں گی۔''

طلاق کا نوٹس،جس پر فوساکو کی مہر لگی ہوئی تھی۔بریف کیس میں رکھا روز شنگو کے دفتر جاتا اور واپس آتا رہا تھا۔

شنگو کبھی کبھی ائی ہارا کی ماں رقم بھجواتا تھا۔اس نے سوچا تھا کہ طلاق کا نوٹس اسی ہرکارے کے ہاتھ محلے کے دفتر بھجوادے گا لیکن آج کل آج کل کرکے ٹالتا رہا۔

''بچیاں ادھر ہمارے پاس ہیں،اس لئے کسی کے کئے ہونا ہوانا خاک نہیں۔میں سمجھتا ہوں پولیس آنے والی ہوگی۔''

''وہ کس لئے؟''

''کسی کو تلاش کرنے ائی ہارا جسے سپرد کیا جا سکے۔''

''میری رائے میں اس کا کوئی امکان نہیں۔ میرے خیال میں ٹھیک اسی وجہ سے اس نے طلاق کا نوٹس بھجوایا تھا۔''

دروازہ دھڑام سے کھلا اور فوسا کو اندر داخل ہوئی۔ اس نے ابھی شب خوابی کا کمونو اتارا نہیں تھا۔

فوسا کو نے اخبار کو ایک نظر دیکھا اور پھاڑ کر پھینک دیا۔ اخبار پھاڑتے ہوئے اگرچہ اس نے کچھ ضرورت سے زیادہ زور لگایا تھا لیکن جب اسے اُٹھا کر پھینکا تو فرش سے ٹکرا کر اچھلا نہیں۔ فرش پر گھٹنوں کے بل جھک کر وہ زور زور سے اخبار کے ٹکڑوں پر ہاتھ دے دے مارنے لگی۔

''فوسا کو، دروازہ تو بند کر دو بھئی۔''

کھلے دروازے سے اسے بچیاں نظر آ رہی تھیں جو سوئی پڑی تھیں۔

فوسا کو نے کانپتے ہاتھوں سے اخبار کو پرزے پرزے کر ڈالا۔

شوئی چی اور کیکو کو خاموش رہے۔

''فوسا کو..... تمہارے جی میں آتا ہے کہ جا کے ائی ہارا کا خیال رکھا جائے؟''

''نہیں!'' کہنی کے سہارے فرش سے اُٹھتے اُٹھتے فوسا کو نے مڑ کر شنگو کو گھورا۔ اس کی پتلیاں اوپر چڑھ گئی تھیں۔ ''ابا جی، اپنی بیٹی کے لیے آپ کے جی میں کیا آتا ہے؟ بزدل کہیں کے۔ دیکھ رہے ہیں کہ بیٹی کن دہاڑوں کو پہنچ چکی ہے اور کوئی پروا نہیں، ذرہ برابر بھی پروا نہیں۔ اپنی اکڑ وفوں کو رکھیں چھپر پہ اور اس کا خیال رکھنے کے لیے خود ہی سدھاریں۔ اور کوئی نہ جائے۔ بس آپ ہی جائیں۔ اس جیسے آدمی کے پلے مجھے باندھا کس نے تھا؟''

کیکو کو اُٹھ کر باورچی خانے میں چلی گئی۔

شنگو تو وہی کچھ کہہ بیٹھا تھا جو اتفاقاً ذہن میں آ گیا تھا۔ لیکن وہ بدستور یہی سوچتا رہا کہ اگر اس تنت کے وقت میں فوسا کو ائی ہارا کے پاس چلی جائے تو شاید دونوں پھر آپس میں من جائیں اور شاید زندگی کا نئے سرے سے آغاز کر لیں۔ اس میں ان ہونی کیا۔ آدمی یہ سب کچھ کرتے ہی آئے ہیں۔

MashalBooks.org

2

اخبار میں اور کچھ نہ آیا جس سے انہیں پتا چلتا کہ ائی ہارا مر گیا یا زندہ ہے محلے کے دفتر نے چونکہ طلاق کا نوٹس قبول کر لیا تھا اس لئے معلوم ہوتا تھا کہ ائی ہارا کو مردہ قرار نہیں دیا گیا تھا۔

یا اگر وہ مر چکا تھا تو کیا اس کی شناخت نہ ہو سکی تھی؟ اس کا امکان بہت کم تھا۔ اس کی لنگڑی ماں زندہ تھی۔ مانا کہ اخبار اس کی نظر سے نہ گزرا ہو گا لیکن ان کے واقف کاروں اور رشتے داروں میں سے کسی نے تو بلاشبہ یہ خبر دیکھی ہو گی۔ شنگو اس لیکن شنگو آپ اب تک شکوک میں مبتلا تھا۔

دونوں بچیاں اب شنگو کی ذمہ داری بن چکی تھیں۔ شوئی چی نے بظاہر اس نکتے پر توجہ نہ دی تھی کہ شاید کسی روز ان کا بوجھ اسے اُٹھانا پڑ جائے۔

طلاق کا نوٹس بھجواتے وقت شنگو کو اس عورت کا خیال آیا جو ائی ہارا کے ساتھ تھی۔

صرف اتنی بات یقینی تھی کہ ایک عورت مر گئی تھی۔ کسی عورت کی زندگی کیا اور موت کیا؟''

''لوٹ آؤ اور آسیب بن کر ہمیں ستاؤ'' اس نے بڑبڑا کر اپنے آپ سے کہا۔ چونکا تو مزید یہ کہا۔ ''اور تم نے کیا احمقانہ زندگی گزاری ہے۔''

اگر ائی ہارا اور فوسا کو عام میاں بیوی کی طرح مل جل کر زندگی گزارتے رہتے تو اس عورت کے مرنے کی نوبت نہ آتی۔ اراس لحاظ سے شنگو کو ریموٹ کنٹرول کے ذریعے قتل کرنے والا قرار دینا بالکل ممکن تھا۔ تو پھر اس کے ذہن میں مرنے والی کے حوالے سے دین دارانہ خیالات کیوں نہ آتے؟

لیکن کوئی صورت نہ تھی جس سے وہ مرنے والی کی شبیہ کو اپنے سامنے لا سکتا۔ یکا یک اسے کیکو کو کا بچہ دکھائی دیا۔ ظاہر ہے کہ اس بچے کا چہرہ تو اسے نظر نہیں آ سکتا تھا جسے حمل کے بالکل ابتدائی دنوں میں ضائع کر دیا گیا ہو۔ پھر بھی اس نے چشم تصور میں ان طرح طرح کی خوبصورتیوں کو دیکھا جو بچوں کا خاصہ ہوتی ہیں۔

بچہ پیدا نہ ہوا تھا۔ تو کیا اس نے دوبار دور بیٹھے بیٹھے قتل کا ارتکاب کیا تھا؟

ناگوار حد تک سیلے سیلے دن گزرتے رہے۔ ان دنوں شنگو کی عینک کے شیشے تک گیلے اور چپ چپے معلوم ہوتے۔ اسے سینے میں دائیں طرف گرانی کا احساس ہوا۔

جون کی بارشوں می جب وقفہ آتا تو سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمکنے لگتا۔

MashalBooks.org

شنگو نے پتلون پہنتے پہنتے کہا۔ ''جس گھر کے آگے پچھلی گرمیوں میں سورج مکھی کے پھول تھے اس سال وہاں کوئی سفید پھول لگا ہوا ہے جس کا نام مجھے نہیں آتا۔

کچھ کچھ ولایتی گل داؤدی جیسا ہے۔ چار پانچ مکانوں کے آگے، جو ایک ہی قطار میں ہیں، یہی پھول ہے۔ اُنہوں نے ضرور اس کا اہتمام کیا ہوگا۔ پچھلے سال ان سب گھروں میں سورج مکھی کے پھول تھے۔''

کیکو کو اس کا کوٹ لئے سامنے کھڑی تھی۔

''میں سمجھتی ہوں اس کہ وجہ یہ ہے کہ سورج مکھی کے پودے طوفان میں ڈھیر ہو گئے تھے۔''

''غالباً یہی بات ہے۔ کیکو کو، تم تھوڑی سی لمبی نہیں ہو گئیں؟''

''یہاں آنے کے بعد میرا قد بڑھتا رہا ہے لیکن اب کچھ دیر سے کہیں کا کہیں پہنچ گیا ہے۔ شوئی چی بالکل رہ گیا۔''

''کب؟''

کیکو کو کا منہ لال سو ہو گیا۔ وہ کوٹ پہننے میں مدد دینے کے بہانے شنگو کے پیچھے کھسک گئی۔

''میں سوچ رہا تھا کہ تم پہلے سے لمبی ہو گئی ہو۔ صرف کمونو کی وجہ سے لمبی دکھائی نہیں دے رہیں۔ نہایت مناسب ہے کہ شادی کے بعد چند سال تک آدمی کے قد و قامت میں اضافہ ہوتا رہا ہے۔''

''میں بہت چھوٹی تھی۔ ان پودوں جیسی جن پر بہت دیر میں پھول آتے ہیں۔''

''بالکل بھی نہیں۔ میرے خیال میں یہ شاندار بات ہے۔'' شنگو کو اس نئی دمیدگی میں کوئی شئے شاندار انداز یں تر و تازہ معلوم ہوئی۔ کیا کیکو کو کا قد اتنا بڑھ گیا تھا کہ آغوش میں لیتے وقت شوئی چی کو فرق محسوس ہوا؟''

گھر سے روانہ ہوتے وقت شنگو کو یہ بھی لگا کر بچے کی ضائع جانے والی جان کیکو کو میں پروان چڑھ رہی ہے۔

ساتو کو سڑک کے کنارے اکڑوں بیٹھی پڑوس کی چند چھوٹی لڑکیوں کو گھر گھر کھیلتے دیکھ رہی تھی۔

شنگو بھی رک کر دیکھنے لگا۔ اس نے صاف ستھرے انداز میں کئی گھاس کی ڈھیریوں کو تحسین

کی نظر سے دیکھا جو ایبالوی کی سیپیوں میں اور یاتسووے کے پتوں پر رکھی تھیں۔ سیپیوں اور پتوں سے رکابیوں کا کام لیا جا رہا تھا۔

رنگ آمیزی کے لیے داہلیا اور مارگے رٹ کی پنکھڑیاں بھی باریک باریک کاٹ کر ملا دی گئی تھیں۔

لڑکیوں نے پیال کی چٹائی بچھا رکھی تھی جس پر مارگے رٹ کے پودوں کا گھنا سایہ پڑ رہا تھا۔

''مارگے رٹ۔ یہ تو مارگے رٹ ہیں۔'' شنگو نے کہا جسے پھول کا نام یاد آ گیا تھا۔

کئی گھروں کے آگے۔ جہاں پچھلے سال سورج مکھی کے پودے دیکھنے کو ملتے تھے، اب کے مارگے ریٹ کے پودے لگائے گئے تھے۔

معلوم ہوتا تھا کہ ساتو کو ابھی چھوٹی ہے۔ اس لئے لڑکیاں اسے اپنے ساتھ نہیں کھلا رہی تھیں۔

''نانا ابا۔'' وہ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔

شنگو اس کا ہاتھ پکڑ کر بڑی سڑک کے نکڑ تک لے گیا۔

گھر کی طرف دوڑ کر جانے والی صورت میں گرمیوں کا روپ سمایا ہوا تھا۔

ناتسو کے، گوری گوری بانہیں کھولے، دفتر کی کھڑکیاں چمکا رہی تھی۔

''آج صبح اخبار دیکھا؟'' شنگو نے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھا۔

''جی۔'' لفظ حسب معمول ٹھس اور بھاری لہجے میں ادا کیا گیا تھا۔

''اخبار۔ خدا جانے کون سا اخبار تھا؟''

''کون سا اخبار؟''

یاد نہیں آ رہا کس اخبار میں تھا لیکن ہارورڈ یونیورسٹی اور بوسٹن یونیورسٹی کے بعض سماجیات دانوں نے ایک ہزار سکریٹریوں کو سوال نامہ بھجوایا۔ جس میں پوچھا گیا کہ کیا بات انہیں سب سے زیادہ مزہ دیتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے جواب دیا کہ اپنی تعریف اس وقت سن کر جب کوئی تعریف سننے والا موجود ہو۔ کوئی بھی ایسی نہ تھی جس نے یہ نہ کہا ہو۔ مشرق ہو یا مغرب، کیا لڑکیاں سب جگہ ایک جیسی ہوتی ہیں؟ تم کیا کہتی ہو؟''

''لیکن کسی کے سامنے اپنی تعریف سن کر خجالت محسوس نہ ہو گی؟''

MashalBooks.org

''جن باتوں پر خجالت محسوس ہو اور جو باتیں مزہ دیں ان میں اکثر چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ جب کوئی مرد تمہیں چھیڑتا ہے تو اس طرح کی ملی جلی کیفیت محسوس نہیں ہوتی؟''

ناتسوکو نے آنکھیں جھکا لیں اور جواب نہ دیا۔ اس طرح کی لڑکیاں اب کم رہ گئی ہیں۔ شنگو نے سوچا۔

''میرا خیال ہے کہ تانی زاکی کی تمنا بھی یہی ہوگی۔ مجھے چاہیے تھا کہ دوسروں کے سامنے زیادہ مرتبہ اس کی تعریف کرتا۔''

''مس تانی زاکی آئی تھی'' ناتسوکو نے بے ڈھنگے پن سے کہا۔'' تقریباً ساڑھے آٹھ بجے۔''

''اور؟''

''بولی کہ دوپہر کے وقت دوبارہ آؤں گی۔''

شنگو نے محسوس کیا کہ غم ناکی قدم بہ قدم اس کی طرف بڑھ رہی ہے۔

وہ لنچ کھانے باہر نہ گیا۔

ائیکو دروازے پر کھڑی تھی۔ بھاری بھاری سانس لیتی ہوئی۔ لگتا تھا جیسے ابھی رو پڑے گی۔

''آج کوئی پھول نہیں؟'' شنگو نے اپنے اضطراب پر پردہ ڈالا۔

وہ متانت کے ساتھ اس کی طرف بڑھی جیسے شنگو کو غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کرنے پر جھڑک رہی ہو۔

''تم چاہتی ہو میں آج پھر اس سے کہوں کہ باہر چلی جائے؟'' لیکن ناتسوکو لنچ کرنے جا چکی تھی اور وہ اکیلا تھا۔

اسے یہ چونکا دینے والی خبر سنائی گئی کہ شوئی چی کی عورت حاملہ ہے۔

''میں نے اس سے کہا کہ تمہارے یہ بچہ ہرگز ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔'' ائیکو کے پتلے ہونٹ لرز رہے تھے۔'' کل جب وہ کام پر سے گھر جا رہی تھی تو میں نے اسے رستے میں جا لیا اور اس سے یہی بات کہی۔''

''سمجھا۔''

''لیکن میں نے ٹھیک کہا نا؟ یہ تو بڑی ہی واہیات بات ہے۔''

MashalBooks.org

شنگو کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔اس کی تیوری میں بل پڑ گئے۔

ائیکو کو کیکو کا خیال آ رہا تھا۔

شوئی چی کی بیوی، کیکو اور شوئی چی کی داشتہ، کینو، دونوں یکے بعد دیگرے حاملہ ہوئی تھیں۔واقعات کے اس تسلسل میں ظاہر ہے، ناممکن کچھ بھی نہ تھا لیکن شنگو کو یہ خیال نہ آیا تھا کہ اس کا اپنا بیٹا آلہ کار بن سکتا ہے۔اور کیکو کو حمل ضائع کرا چکی تھی۔

3

''بھئی ذرا یہ تو پتا کر دو کہ شوئی چی دفتر میں ہے یا نہیں۔اگر ہے تو اس سے کہنا کہ ایک منٹ کیلئے آ جائے۔''

''بہتر، جناب'' ائیکو نے چھوٹا سا آئینہ نکالا۔''اگر اُنہوں نے مجھے اس حالت میں دیکھ لیا تو میرے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہوگا۔'' اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔''اور پھر کینو کو پتہ چل جائے گا کہ میں لگائی بجھائی کرتی پھر رہی ہوں۔''

''سمجھا۔''

''یہ بات نہیں کہ مجھے ملازمت چھوڑ دینے کی کوئی پروا ہو۔''

''ملازمت مت چھوڑنا۔''

شنگو نے فون پر پتا کیا۔اس وقت وہ دوسرے ملازمین کے سامنے شوئی چی سے روبرو ہونا نہ چاہتا تھا۔شوئی چی دفتر میں نہیں تھا۔

شنگو نے ائیکو کو قریب کے ایک غیر ملکی ریستوراں میں چلنے کی دعوت دی اور دفتر سے چل پڑا۔

ائیکو، جو چھٹکی سی تھی، شنگو کے قریب ہو کر چلتے چلتے منہ اُٹھا کر نظریں اس کے چہرے پر جمائے رہی۔''آپ کو یاد ہے؟'' اس نے بے پروائی سے کہا۔''جب میں آپ کے دفتر میں تھی تو آپ مجھے صرف ایک مرتبہ ناچ پر ساتھ لے گئے تھے۔''

''ہاں۔تم نے بالوں میں سفید ربن باندھا ہوا تھا۔''

''نہیں'' ائیکو نے سر ہلایا۔''سفید ربن میں نے ٹالیفون کے اگلے دن باندھ رکھا تھا۔مجھے یاد ہے کیوں کہ میں بہت بوکھلا گئی تھی۔اس دن آپ نے پہلی مرتبہ مجھ سے کینو کے بارے میں

MashalBooks.org

پوچھا تھا۔''

''تب کی بات ہے؟''

شنگو کو یاد آ گیا۔ یہ بات اسی دن کی تھی۔ ائیکو نے کہا تھا کہ کینو کی بھرائی ہوئی آواز جنسی جذبات کو ہوا دیتی ہے۔

''گزشتہ ستمبر۔ سچ یہ ہے کہ میں نے تم سے جو تقاضا کیا تھا اسے پورا کرنا تمہارے لیے بہت مشکل تھا۔'' شنگو ہیٹ پہنے بغیر چلا آیا تھا۔ دھوپ ننگے سر کو چھب رہی تھی۔

''میں آپ کے کسی کام نہ آ سکی۔''

''اس کی وجہ یہ کہ تمہیں ہماری طرف سے ایسا کوئی سہارا نہ ملا جس کے ذریعے تمہارا کام آسان ہو جاتا۔ ایسے خاندان پر تف ہے۔''

''میں آپ کی بہت قدر کرتی ہوں۔ دفتر چھوڑنے کے بعد میرے دل میں آپ کی قدر اور بڑھ گئی ہے۔'' ائیکو کی آواز تناؤ بھری اور غیر فطری معلوم ہو رہی تھی۔ ایک لمحہ تامل کرنے کے بعد اس نے بات جاری رکھی۔ ''جب میں نہ کینو سے کہا کہ اسے بچے کی ماں ہرگز نہ بننا چاہیے تو وہ الٹی مجھ پر برس پڑی جیسے خود میں کوئی بچی ہوں جس کی گوش مالی ضروری ہو۔ کہنے لگی کہ تمہیں نہ تو اس بارے میں کچھ معلوم ہے نہ ان باتوں کو سمجھ سکتی ہو۔ بہتر ہوگا کہ اپنے کام سے کام رکھو۔ اور آخر میں بولی کہ بچہ اسکے پیٹ میں ہے۔''

''اوہ؟''

''مجھ سے کس نے کہا تھا کہ اسے احمقانہ مشورہ دوں؟ اگر بات شوئی چی سے علیحدگی اختیار کرنے کی تھی تو جب شوئی چی اسے چھوڑ جائے گا تو کینو کے سامنے الگ ہو جانے کے سوا چارہ ہی کیا ہوگا۔ لیکن بچہ اس کا اپنا ہے۔ اس پر کسی کا حق نہیں۔ اس سلسلے میں مجال نہیں کہ کوئی کچھ کر سکے۔ جب تمہارے اپنے پیٹ میں بچہ ہو تو اگر پوچھ سکو تو بچے سے پوچھ لینا کہ اسے جنم دینے میں کیا برائی ہے۔ میں عمر میں اس سے بہت چھوٹی ہوں اور وہ میرا مذاق اڑا رہی تھی۔ کہنے لگی کہ تم میرا مذاق اڑانے سے باز آ جاؤ۔ کیا پتا وہ کسی کی نہ سنے اور ماں بن کر دکھا دے۔ بعد میں مجھے یاد آیا کہ بیاہی جانے کے باوجود وہ بے اولاد ہے۔ اس کا شوہر جنگ میں مارا گیا تھا۔''

اس کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے شنگو نے سر ہلایا۔

''شاید یہ باتیں وہ اس لیے کرتی رہی کہ میری وجہ سے چڑ گئی تھی۔ ہو سکتا ہے۔ بچہ جننے کا

کوئی ارادہ نہ ہو۔''

''کتنے مہینے ہو گئے؟''

''چار مہینے۔ مجھے تو پتا نہیں چلا مگر دکان میں بعض دوسری عورتوں نے بھانپ لیا۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کی بھنک دکان کے مالک کے کان میں بھی پڑ گئی اور اس نے کینو سے کہا کہ بچہ مت پیدا کرو۔ وہ بہت باصلاحیت ہے اور میرا خیال ہے کہ اس کے چلے جانے سے دکان کا حرج ہوگا۔'' ائیکو ہاتھ اُٹھا کر چہرے تک لے گئی۔ ''میری سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کروں۔ سوچا کہ اگر آپ کو بتا دوں تو شاید آپ اس بارے میں شوئی چی سے کچھ کہہ سن لیں۔''

''ہاں۔''

''میرے خیال میں آپ، جتنی جلد ممکن ہو، کینو سے مل آئیں۔''

شنگو بھی یہی سوچ رہا تھا۔ ''وہ خاتون جو اس دن تمہارے ساتھ دفتر آئی تھی..... وہ اور کینو اب بھی ساتھ رہتی ہیں؟''

''مسز اکیدا۔''

''ہاں..... ان میں بڑی کون ہے؟''

''میرے خیال میں کینو دو تین سال چھوٹی ہے۔''

واپسی پر ائیکوا سے اس عمارت تک چھوڑنے آئی جس میں دفتر واقع تھا۔ لگتا تھا کہ مسکراتے مسکراتے رونے لگے گی۔

''آپ کا شکریہ۔''

''شکریہ۔ کیا یہاں سے دکان جاؤ گی؟''

''جی ہاں.... کینو ان دنوں عموماً جلدی چلی جاتی ہے۔ دکان ساڑھے چھ تک کھلی رہتی ہے۔''

''تم یہ تو نہیں کہنا چاہتیں کہ میں دکان پر آؤں!''

معلوم ہوتا تھا کہ ائیکوا سے آج ہی کینو سے ملنے پر اکسا رہی ہے۔ لیکن یہ خیال دل میں لانا بھی شنگو کو ناقابل برداشت نظر آتا تھا۔ اور جب وہ کاما کورا واپس پہنچے گا تو اس کے لیے کیکو کا سامنا کرنا آسان نہ ہوگا۔

بظاہر اپنی نازک مزاجی کی وجہ سے اور اس بات پر آزادہ خاطر ہو کر کہ ادھر تو وہ حاملہ تھی

ادھر شوئی چی کسی اور عورت کے ساتھ داد عیش دے رہا تھا کیکو کو نے بچہ پیدا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔اس میں شک نہیں کہ کیکو کو کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ دوسری عورت حاملہ ہو چکی ہے۔

پہلے شنگو کے سننے میں آیا کہ کیکو کو نے حمل ضائع کرا دیا۔اس کے بعد جب وہ چند روز میکے گزار کے گھر آئی تو لگا کہ شوئی چی سے زیادہ قریب ہوگئی۔شوئی چی ہر شام جلد گھر آ جاتا۔قبل ازیں اس نے کبھی اتنی مروت نہ دکھائی تھی۔ان سب باتوں کا مطلب آخر کیا تھا؟

زیادہ حسب مراد وضاحت یہ ہوتی کہ شوئی چی، کینو کی اس بات پر سخت پریشان ہو کر کہ وہ بچے کی ماں بننے کا تہیہ کر چکی ہے کینو سے دور ہوتا جا رہا تھا اور کیکو کو سے معذرت کرنا چاہتا تھا۔

لیکن کراہت آمیز بوسیدگی اور بے اُصولی کی بساند شنگو کے نتھنوں میں بھر گئی بساند خواہ کہیں سے آ رہی ہو۔وہ زندگی جو ابھی جنینی شکل میں تھی، بذات خود شر معلوم ہوئی۔

''اور اگر بچہ پیدا ہوا تو میرا پوتا کہلائے گا۔''شنگو بڑبڑایا۔

MashalBooks.org

مچھروں کا جھنڈ

شنگو بڑی ہونگو سٹریٹ کی اس طرف چلا جا رہا تھا جو ٹوکیو یونیورسٹی کے کیمپس کو لگتی تھی۔ ٹیکسی اس نے دوسری طرف چھوڑ دی تھی جدھر دکانیں تھیں۔ ظاہر ہے کینو کے گھر والی گلی میں مڑنے کے لئے اسے اسیطرف جانا تھا وہ رستے کو جان بوجھ کر غلط جگہ سے پار کر کے سڑک کی دوسری طرف چلا آیا تھا۔

بیٹے کی داشتہ کے گھر وہ جا تو رہا تھا لیکن بہت ہچکچاتے ہوئے۔ وہ اس سے پہلی دفعہ ملے گا اور وہ حاملہ ہو چکی ہے۔ کیا وہ اس سے کہہ سکے گا کہ بچہ پیدا کرنے سے باز رہے؟

''تو اس طرح ایک قتل اور ہوگا'' اس نے خود سے کہا۔'' کیا یہ کام ایک بوڑھے آدمی کی فرد جرم کو مزید داغ دار کئے بغیر انجام نہیں پا سکتا؟ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ سبھی حل سنگدلانہ ہیں۔''

اس معاملے کی حد تک کوئی حل تلاش کرنے کی ذمہ داری بیٹے پر عائد ہوتی تھی۔ اس میں دخل دینا باپ کو جچتا نہیں تھا شنگو شوئی چی کو مطلع کئے بغیر کینو سے ملنے چلا تھا۔ اور یوں بلاشبہ اس امر کا ثبوت فراہم کر رہا تھا کہ بیٹے پر سے یقین اُٹھ چکا ہے۔

شنگو نے چونک کر خود سے پوچھا کہ ان دونوں کے درمیان یہ خلیج کب حائل ہوئی؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ کینو کے پاس جانے میں اس خواہش کا دخل کم تھا کہ شوئی چی کی خاطر کوئی حل ڈھونڈا جائے بلکہ کیکو کو سے روا رکھے جانے والے سلوک پر آنے والے طیش اور ترس کا زیادہ؟

شام کی تیز دھوپ شاخوں کے صرف سروں کو چھو رہی تھی۔ پیدل چلنے والوں کے لیے بنے

ہوئے راستے پر سایہ تھا۔ یونیورسٹی کے لانوں میں مرد طالب علم ،صرف قمیض پتلون پہنے، طالبات سے محوِ گفتگو تھے۔ یہ منظر غماز تھا کہ گرما کی اگیتی بارشوں میں وقفہ آیا ہے۔

شنگو نے گال کو ہاتھ لگا کر دیکھا۔ ساکے کے اثرات زائل ہو چکے تھے۔

چونکہ اسے معلوم تھا کہ کینو دکان سے کس وقت فارغ ہوگی اس لئے اس نے کسی اور کمپنی میں کام کرنے والے ایک دوست کو ایک مغربی ریستوراں میں مدعو کر لیا تھا۔ اسے دوست سے ملے خاصی مدت ہو چکی تھی اور یاد نہ رہا تھا کہ وہ بلا کا پینے والا ہے۔ اُنہوں نے بالائی منزل پر ڈنر کے لیے جانے سے پہلے نیچے تھوڑی تھوڑی پی اور ڈنر سے فارغ ہو کر کچھ دیر کے لیے دوبارہ بار میں آ بیٹھے۔

''ابھی سے چل دیے؟'' دوست نے حیران ہو کر پوچھا کہنے لگا کہ میں نے سوچا کہ اتنی مدت بعد ملے ہیں تو دیر تک گپ لگانا چاہیں گے۔ اس خیال سے تسوکیجی ، جو گیشاؤں کا محلّہ ہے، فون کر دیا تھا کہ ان کیلئے کمرہ محفوظ رکھا جائے۔

شنگو نے کہا کہ اسے کسی سے ملنے جانا ہے اور اس ملاقات کو کسی صورت ٹالا نہیں جا سکتا۔ ملاقات کرنے میں کوئی ایک گھنٹا لگے گا۔ فارغ ہو کر وہ تسوکیجی پہنچ جائے گا۔ دوست نے ایک وزیٹنگ کارڈ پر تسوکیجی کی اس جگہ کا پتہ اور فون نمبر لکھ دیا جہاں پہنچنا تھا۔ شنگو کا کوئی ارادہ وہاں جانے کا نہ تھا۔

یو یورسٹی کی چہار دیواری کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے شنگو سڑک کی دوسری طرف دیکھتا رہا تا کہ گلی کا سرا نظر آ جائے۔ راستہ اسے یوں ہی سایا دتھا لیکن حافظے نے دھوکا نہ دیا۔

شمال رو یہ اندھیری ڈیوڑی میں جوتے رکھنے کے لیے خستہ سی الماری پڑی تھی۔ الماری پر گملا رکھا تھا جس میں کسی قسم کا مغربی پودا لگا ہوا تھا۔ پودے سے زنانہ چھتری لٹک رہی تھی،

ایک عورت پیش بند پہنے باروچی خانے سے نمودار ہوئی۔

جب وہ پیش بند اتارنے لگی تو اس کے چہرے پر تناؤ آ گیا۔ اس نے نیوی بلیو سکرٹ پہن رکھی تھی۔ اور پاؤں سے ننگی تھی۔

''میرے خیال میں آپ مسز اکیدا ہیں۔ آپ نے ایک دفعہ دفتر تشریف لانے کی زحمت کی تھی۔''

''جی ہاں میں نے بدتمیزی کا ثبوت دیا تھا مگر کیا کرتی۔ ائیکو گھسیٹ کر لے گئی۔''

ایک ہاتھ میں تہ کیا ہوا پیش بند لئے وہ سوالیہ انداز میں شنگو کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں کے گرد بھی جھائیاں تھیں جو زیادہ نمایاں ہو کر اس لئے نظر آ رہی تھیں کہ بظاہر اس نے پاؤڈر نہیں لگایا ہوا تھا۔ ناک چھریری اور سڈول تھی اور چندھی آنکھوں اور گوری جلد سے ایک طرح کی نفاست جھلکتی تھی۔

اس میں شک نہ تھا کہ نیا بلاؤز رکینو کا سیا ہوا ہے۔

''اُمید تھی کہ مس کینو سے ملاقات ہو جائے گی۔''

وہ اس طرح بات کر رہا تھا جیسے نظر کرم کی التجا کر رہا ہو۔

''وہ گھر پہنچنے ہی والی ہوگی۔ آپ انتظار کرنا چاہیں گے؟''

باروچی خانے سے مچھلی بھننے کی خوشبو آ رہی تھی۔

شنگو کو خیال آیا کہ شاید کچھ دیر بعد آنا بہتر رہے۔ تب تک کینو کھانا کھا کر فارغ ہو چکی ہوگی۔ بہرحال، مسز اکیدا کے اصرار پر وہ اندر چلا گیا۔

درمیانی گنجائش کی بیٹھک کی کوکی میں فیشن میگزینوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ ان میں خاصی تعداد غیر ملکی رسالوں کی معلوم ہوتی تھی۔ ان کے ساتھ ہی دو فرانسیسی گڑیاں پڑی تھیں جن کی زیب و زینت گھسی پٹی پرانی دیواروں سے قطعاً کوئی مناسبت نہ رکھتی تھی۔ سلائی مشین سے ریشمی کپڑے کے تھان کا سرا لٹک رہا تھا۔ اس کے چمکیلے، پھولوں والے طراز کے سامنے فرش پر بچھی میلی کچیلی چٹائی اور بھی میلی معلوم ہونے لگی تھی۔

سلائی مشین کی دائیں جانب ایک چھوٹا ڈیسک تھا جس پر پرائمری سکول میں پڑھائی جانے والی بہت سی درس کتابیں اور ایک چھوٹے لڑکے کا فوٹو رکھا تھا۔

سلائی مشین اور ڈیسک کے درمیان ایک ڈریسنگ ٹیبل تھی اور پچھلی طرف بنی ہوئی کوکی کے آگے ایک قد آدم آئینہ لگا ہوا تھا۔ کمرے کے فرنیچر میں یہی ایک چیز تھی جو سب سے ممتاز اور الگ تھلگ آ رہی تھی۔ شاید اپنے سلے ہوئے کپڑے پہن کر کینو آئینہ دیکھتی ہوگی کہ کیسے لگ رہے ہیں یا پھر جن گاہکوں کیلئے الگ سے کام کرتی تھی انہیں کپڑے پہنا کر یہ دیکھنا مقصود ہوگا کہ فٹ آئے ہیں کہ نہیں۔ پاس ہی استری کرنے کا بڑا سا تختہ رکھا تھا۔

مسز اکیدا باروچی خانے سے اورنج جوس لے کر آئی۔

''میرا بیٹا'' اس نے فوراً کہا۔ شنگو فوٹو کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''سکول میں پڑھتا ہے؟''

یہاں میرے پاس نہیں ہے۔ اپنے میاں کے گھر والوں کے پاس چھوڑ آئی ہوں۔ یہ کتابیں..... میرے پاس کینو کی طرح کوئی ملازمت نہیں۔ اس لئے ٹیوشنیں کرتی ہوں۔ چھ سات گھر ہیں جہاں جا کے پڑھاتی ہوں۔''

''سمجھ گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اتنی بہت سی کتابیں ایک بچے کی نہیں ہوسکتیں۔''

''ٹیوشن پڑھنے والے ہر عمر اور ہر گریڈ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آج کل کے سکول جنگ سے پہلے کے سکولوں سے خاصے مختلف ہیں اور مجھے ڈرتے ڈرتے یہ کہنا پڑتا ہے کہ دراصل میں کوئی خاص کامیاب نہیں۔ لیکن جب پڑھا رہی ہوتی ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ وہ میرے ساتھ ہے۔''

شنگو نے سر ہلایا۔ جنگی بیوہ سے وہ کیا بات کرتا۔ اس کے پاس کہنے کیلئے کچھ بھی نہ تھا۔

دوسری عورت یعنی کینو کام سے لگی ہوئی تھی۔

''یہ جگہ آپ نے تلاش کیسے کی؟ کیا شوئی چی نے پتا بتایا؟''

''نہیں۔ میں ایک دفعہ پہلے بھی آیا تھا لیکن اندر آنے کے لیے خود کو آمادہ نہ کر سکا۔ لامحالہ یہ پچھلی خزاں کی بات ہے۔''

''واقعی؟'' اس نے نظر اُٹھا کر شنگو کی طرف دیکھا اور دوبارہ آنکھیں جھکا لیں۔ ''کچھ دن سے شوئی چی آ نہیں رہا۔'' تھوڑی دیر بعد وہ ایک دم بول اُٹھی۔

شنگو نے سوچا کہ شاید بہتر یہی ہو کہ اسے بتا دوں کس لئے آیا ہوں۔ ''مجھے پتا چلا ہے کہ کینو کے بچہ ہونے والا ہے۔'' اس نے کہا۔

عورت نے کندھوں کو خفیف سا اچکایا اور مڑ کر بیٹے کے فوٹو کو دیکھنے لگی۔

''اس نے کیا ٹھانی ہے؟ ماں بن کر رہے گی؟''

وہ فوٹو کو دیکھتی رہی۔ ''میرے خیال میں بہتر ہوگا کہ یہ سوال اسی سے کیا جائے۔''

''مجھے اتفاق ہے۔ لیکن کیا یہ ماں اور بچے دونوں کی بڑی بدنصیبی نہیں ہوگی؟''

''میری رائے میں آپ کینو کو بدنصیب کہہ سکتے ہیں، بچہ ہو یا نہ ہو۔''

''مگر میں سمجھتا ہوں کہ شاید آپ خود اسے شوئی چی سے تعلق توڑ لینے کا مشورہ دیتی رہی ہیں۔

''میرے خیال میں اسے کرنا تو یہی چاہئے۔ لیکن کینو مجھ سے زیادہ مضبوط ارادے کی

مالک اور جو کچھ میں نے اس سے کہا وہ مشورے کے ذیل میں نہیں آتا۔ ہم دونوں کے مزاج بہت ہی مختلف ہیں لیکن کسی طرح ہمارا بڑا اچھا نباہ ہو رہا ہے۔ جب سے ہم نے ساتھ رہنا شروع کیا اس کی وجہ سے مجھے بہت سہارا ملا۔ ہماری ملاقات، پتا ہے، جنگی بیواؤں کے کلب میں ہوئی تھی۔ ہم دونوں نے اپنی اپنی سسرال کو چھوڑ دیا اور میکے کا رخ بھی نہیں کیا ..... آپ چاہیں تو کہہ لیں کہ ہم اپنی مرضی کی مالک ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ ہمارے ذہن بھی آزاد رہیں اور اس لئے ہم نے اپنے شوہروں کی تصویریں اُٹھا کر رکھ دی ہیں۔ ظاہر ہے، میں نے بیٹے کی تصویر باہر رکھی ہوئی ہے۔ کینو ہر طرح کے امریکی رسالے پڑھتی رہتی ہے اور کہتی ہے کہ لغت کی مدد سے فرانسیسی عبارتوں کا لب لباب بھی سمجھ لیتی ہے۔ آخر، ذکر تو سینے سلانے کا ہوتا ہے اور لفظ بھی زیادہ نہیں ہوتے۔ وہ چاہتی ہے کہ کسی دن اس کی اپنی دکان ہو۔ ہم دونوں کہتی ہیں کہ جب بھی موقع ملا دوبارہ شادی کر لیں گی۔ اور اسلئے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شوئی چی کے ساتھ اس طرح الجھ کر رہ جانے سے اسے کیا حاصل ہے۔''

باہر کا دروازہ کھلا۔ مسز اکیدا ذرا جلدی سے اُٹھی اور ہال میں چلی گئی۔

''مسٹر اوگاتا کے والد آئے ہیں'' شنگو نے اسے کہتے سنا۔

''ان سے ملنا ضروری ہے کیا؟'' ایک بھرائی ہوئی آواز نے جواب میں کہا۔

2

کینو باروچی خانے میں گئی اور لگا کہ گلاس بھر کر پانی پی رہی ہے۔

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس نے مڑ کر مسز اکیدا کی طرف دیکھا اور کہا۔

''تم بھی آ جاؤ۔''

کینو نے بہت بھڑکیلا سوٹ پہن رکھا تھا۔ شاید بھاری تن و توش کی وجہ سے شنگو پر اس کا حاملہ ہونا واضح نہ ہوا۔ شنگو کو مشکل سے یقین آیا کہ وہ بیٹھی ہوئی آواز اس بڈھا سے، سکڑے ہوئے منہ سے برآمد ہوئی ہوگی۔

بیٹھک میں آئینے لگے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ کینو نے جیبی سنگاردان کی مدد سے چہرے کے میک اپ کو از سر نو سنوارا ہے۔

شنگو کا پہلا تاثر یہ تھا کہ چہرے مہرے کے لحاظ سے عورت بری نہیں۔ گول مگر چھبے ہوئے

چہرے سے اس مضبوط عزم کا کوئی سراغ نہ ملتا تھا جس کا ذکر مسز اکیدا نے کیا تھا۔ ہاتھ بھی نرم گولائی کے حامل تھے۔

''میرا نام اوگاتا ہے۔''

کینو نے کوئی جواب نہ دیا۔

''ہم کب سے تمہارا انتظار کر رہے تھے'' مسز اکیدا نے آئینے کے سٹینڈ کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس پر بھی کینو خاموش رہی۔

اس کا بنیادی طور پر ہنس خلق چہرہ حیرت اور عناد جیسے جذبات کے اظہار کے لئے موزوں نہ تھا۔ شاید اسی لئے معلوم ہوتا تھا کہ وہ رونے ہی والی ہے۔ شنگو نے یاد کیا کہ یہی وہ گھر ہے جہاں شوئی چی نے نشے میں دھت ہو کر ضد کی تھی کہ مسز اکیدا اسے گانا سنائے اور کینو کو رلا دیا تھا۔

کینو پھسلی سڑکوں پر جلدی جلدی چل کر گھر پہنچی تھی۔ چہرہ تمتمایا ہوا تھا اور بھرپور سینہ اوپر تلے ہو رہا تھا۔

''میں اور آپ سے ملنے آؤں۔ ضرور عجیب معلوم ہو رہا ہوگا'' شنگو نے کہا جو اپنا مدعا دو ٹوک انداز میں بیان نہ کر پا رہا تھا۔ ''لیکن میں سمجھتا ہوں آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ کس وجہ سے یہاں آیا ہوں۔''

کینو نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا۔

''ظاہر ہے، شوئی چی کی وجہ سے۔''

''اگر آپ شوئی چی کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں تو میرے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں۔'' یکا یک وہ شنگو پر برس پڑی۔ ''آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں معافی مانگوں؟''

''نہیں۔ میرا خیال ہے معافی مجھے مانگنی چاہیے۔''

''ہم الگ ہو چکے ہیں اور میری وجہ سے آپ کو آئندہ کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔'' اس نے مسز اکیدا کی طرف دیکھا۔ ''کیا اتنا کہنا کافی نہ ہوگا؟''

شنگو کو جواب دینے میں دقت ہوئی لیکن آخر کار اسے اپنا مطلب بیان کرنے کیلئے الفاظ مل گئے۔ ''آپ جانتی ہیں، بچے کا مسئلہ تو پھر بھی باقی رہا۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔'' کینو کا رنگ اڑ گیا لیکن معلوم ہوتا تھا کہ ساری توانائی لفظوں میں سمٹ آئی ہے۔ آواز دھیمی پڑی تو اور بھی زیادہ بھرا گئی۔

MashalBooks.org

''میں یہ سوال کرنے پر معافی چاہتا ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ آپ ماں بننے والی ہیں؟''

''کیا فرض ہے کہ میں اس طرح کے سوال کا جواب دوں؟ اگر کوئی عورت بچہ پیدا کرنا چاہے تو غیروں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ٹانگ اڑائیں اور بچہ نہ ہونے دیں؟ اس طرح کی باتیں کسی مرد کی سمجھ میں آسکتی ہیں؟ کیا خیال ہے آپ کا؟'' ..... وہ تیز تیز بولتی رہی اور اس کی آواز رندھی ہوئی تھی۔

''آپ نے کہا غیر۔ لیکن میں شوئی چی کا باپ ہوں۔ میں سمجھتا ہوں آپ کے بچے کا بھی کوئی باپ تو ہوگا۔''

''کوئی باپ نہیں ہوگا۔ ایک جنگی بیوہ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ حرام کا بچہ جنے گی۔ بات ختم ہوئی۔ میں آپ سے اس کے سوا کچھ نہیں کہنا چاہتی کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا جائے تاکہ میں ماں بن سکوں۔ جی چاہے تو انسانی ہمدردی سے کام لے کر اس سارے معاملے کو نظر انداز کر دیں۔ بچہ میرے پیٹ میں ہے اور میرا ہے۔''

''بجا ہے اور جب آپ کی شادی ہوگی تو آپ کے اور بچے ہو جائیں گے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس موقع پر کسی غیر فطری بچے کو جنم دینے کی کیا ضرورت ہے۔''

''اور اس میں غیر فطری بات کیا ہوئی؟''

''میرا مطلب یہ نہیں تھا۔''

''اس کی کوئی ضمانت نہیں کہ میں دوبارہ شادی کروں گی یا میرے بچے ہوں گے۔ کیا آپ کو خدا بننے کا شوق چڑھا ہے اور ہمیں آنے والے واقعات کی خبر دینا چاہتے ہیں؟ پچھلی شادی سے میری کوئی اولاد نہیں ہوئی۔''

''بچے اور باپ کا رشتہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ بچہ بھی دکھ اُٹھائے گا اور آپ بھی دکھی رہیں گی۔''

''جنگ میں کام آنے والے اپنے پیچھے بے شمار بچے چھوڑ گئے اور بے شمار مائیں دکھ جھیلنے کے لیے اکیلی رہ گئیں۔ آپ یہ سمجھ لیں کہ باپ کسی دوغلی اولاد کو چھوڑ جھاڑ کر لے کوسوں دور پردیس جا چکا ہے۔ عورتیں ان بچوں کو پالتی پوستی رہی ہیں جنہیں مرد مدتوں پہلے بھلا چکے ہوتے ہیں۔''

''اس معاملے کا تعلق شوئی چی کے بچے سے ہے۔''

MashalBooks.org

''جب میں کہہ رہی ہوں کہ آئندہ آپ کو میری طرف سے کوئی رنج نہیں پہنچے گا تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ بچے کے ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں روتی پیٹتی آپ کے پاس نہیں آؤں گی۔ قسم کھا کے کہتی ہوں، نہیں آؤں گی اور شوئی چی اور میں الگ ہو چکے ہیں۔

''بچہ مدتوں جیئے گا۔ آپ سمجھیں گی کہ باپ سے اس کا رشتہ کٹ چکا لیکن رشتہ اس کے باوجود قائم رہے گا؟

''بچہ شوئی چی کا نہیں۔''

''آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ شوئی چی کی بیوی نے اپنا بچہ نہیں ہونے دیا۔''

''وہ جتنے بچے چاہے پیدا کر سکتی ہے اور اگر اس کے بچہ نہ ہوا تو بیٹھی پچھتائے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ ناز و نعمت سے پلی ہوئی بیوی میرے احساسات کو سمجھ سکتی ہے؟''

''اور تم بھی نہیں سمجھ سکتیں کہ کیکو کو کیا محسوس کرتی ہے۔''

نہ چاہتے ہوئے بھی کیکو کو کا نام شنگو کی زبان پر آ ہی گیا۔

''کیا آپ کو شوئی چی نے بھیجا'' اس نے کسی بے رحم تفتیشی افسر کی طرح پوچھ گچھ شروع کر دی۔ ''مجھ سے کہنے لگا کہ خبردار جو بچہ پیدا کیا اور مجھے مارا پیٹا، میرے اوپر کودتا رہا، لاتیں ماریں اور ڈاکٹر کے پاس جانے کی کوشش میں گھسیٹ کے نیچے لے گیا۔ کوئی تماشا سا تماشا ہوا اور میرا خیال ہے کہ شوئی چی کی بیگم کی طرف سے جو فرض ہم پر عائد ہوتا تھا اس سے تو ہم سبک دوش ہو چکے۔''

شنگو کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

''سچ پوچھئے تو یہ سارا ڈراما دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟'' کینو نے مسز اکیدا سے کہا جس نے سر ہلا کر تائید کی۔

''کینو ابھی سے ایسی کتریں اکٹھی کرنے میں جٹ گئی ہے جن کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ شاید پوتڑوں کا کام دے جائیں۔''

''میں بعد میں ڈاکٹر کے پاس گئی کیوں کہ میرا خیال تھا کہ شوئی چی کی لاتیں پڑنے سے بچہ شاید زخمی ہو گیا ہو۔ میں نے شوئی چی کو بتا دیا کہ بچہ اس کا نہیں۔ میں نے کہا، یہ سو بسوے پکی بات ہے کہ یہ تمہارا نہیں۔ اور اس کے بعد ہم الگ ہو گئے۔ تب سے وہ یہاں نہیں آیا۔''

''کسی اور مرد کا ہے پھر؟''

''یہی سمجھئے۔مزید کچھ سننے سنانے کی ضرورت نہیں۔''

اس وقت بھی ، جب اس کے ترکش میں کوئی تیر نہ رہا تھا، شنگو نے یہی سوچا کہ عورت خوبصورت ہے۔غور سے دیکھنے پر اس کے خدوخال بے عیب معلوم نہ ہوتے تھے لیکن، جو بھی سہی ، پہلا تاثر یہی تھا کہ اس میں حسن ہے۔

اپنی ظاہری ملائمت کے باوجود وہ ایسی عورت نہ تھی جو شنگو کو قریب بھی آنے دیتی۔

3

شنگو سر جھکائے کینو کے گھر سے رخصت ہوا۔

اس نے جو چیک پیش کیا وہ کینو نے قبول کر لیا۔

''اگر تم شوئی چی سے الگ ہو رہی ہو تو یہ چیک لینا شاید تمہارے حق میں بہتر ہو'' مسز اکیدا نے لگی لپٹی کے بغیر بات کی اور کینو نے تائید میں سر ہلایا۔

''تو آپ رقم دے کر مجھ سے پیچھا چھڑا رہے ہیں۔اب میری یہ حیثیت رہ گئی ہے۔آپ کو رسید چاہیے؟''

ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے شنگو سوچ میں پڑ گیا کہ آیا شوئی چی اور عورت میں صلح صفائی کرا دینا بہتر ثابت نہ ہوگا۔حمل ضائع کرانا شاید اب بھی ممکن ہو۔یا اس علیحدگی کو حمتی تصور کیا جائے؟

کینو پہلے شوئی چی سے اور اب شنگو کی آمد سے خالی کھا گئی تھی۔ بچے کے حوالے سے اس کے دل میں جو آرزومندی تھی وہ غیر متزلزل معلوم ہوتی تھی۔

شوئی چی کو دوبارہ اس عورت کی بانہوں میں دھکیل دینا خطرناک ثابت ہوگا۔اور اس کے باوجود جو صورت حال تھی اس کے پیش نظر بچے کا پیدا ہونا یقینی تھا۔

کینو کہتی تھی کہ بچہ کسی اور مرد کا ہے۔حد یہ کہ خود شوئی چی بھی یقین سے نہ کہہ سکتا تھا کہ بات ٹھیک ہے یا نہیں۔اگر کینو کا یہ دعویٰ انانیت کا نتیجہ تھا اور شوئی چی اس کے کہے پر یقین کرنے کو تیار تھا تو پھر شاید یہ کہنے میں کوئی حرج نہ ہو کہ دُنیا کا کارخانہ صحیح ڈھرے پر چل رہا ہے۔مزید پیچیدگیوں سے واسطہ پڑنے کا امکان نہیں۔تاہم بچہ تو وجود میں آ کر رہے گا۔شنگو مر جائے گا اور اس کا ایک پوتا ہوگا جسے دیکھنا اسے کبھی نصیب نہ ہو سکے گا۔

''اور یوں ہوا تو؟'' وہ بڑبڑایا۔

MashalBooks.org

آئی ہارا نے خودکشی کی جو کوشش کی تھی اس کے بعد اُنہوں نے طلاق کا نوٹس بھجوانے میں قدرِ عجلت سے کام لیا تھا۔ عملاً شنگو بیٹی اور دونوں نواسیوں کو گھر میں جگہ دے چکا تھا۔ اگر شوئی چی اور اس کی داشتہ کا رشتہ ٹوٹ گیا تو دُنیا میں کہیں نہ کہیں ایک بچہ اور بھی موجود ہوگا۔ یہ دو حل جو اصل میں حل تھے ہی نہیں، لمحہ موجود کو مکدر کرنے کے سوا ان کا اور کیا مصرف تھا؟

اس نے کسی کی خوشیوں میں اضافہ نہیں کیا تھا۔

ایک اور سطح پر وہ اس اناڑی پن کے بارے میں سوچنا بھی نہ چاہتا تھا جس سے اس نے کینو کا سامنا کیا تھا۔

شنگو کا ارادہ یہ تھا کہ ٹوکیو کے مرکزی سٹیشن جا کر گھر جانے والی کوئی ٹرین پکڑ لے گا لیکن اتفاق سے اس کا رڈ پر ہاتھ جا پڑا جو دوست نے دیا تھا اور وہ گھر کا رخ کرنے کے بجائے ٹیکسی لے کر تسوکیجی چلا گیا جہاں گیشائیں رہتی تھیں۔

شنگو یہ اُمید لے کر چلا تھا کہ دوست سے مشورہ کرے گا۔ بہرحال، دوست دو گیشاؤں کی صحبت میں پی پی کر مست ہونے پر تلا ہوا تھا اور صلاح کرنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔

شنگو کو اس نوخیز گیشا کا خیال آیا جو ایک مرتبہ اس کی گود میں بیٹھی رہی تھی یہ واقعہ ایک دعوت کے بعد پیش آیا تھا اور وہ کار میں جا رہے تھے۔ شنگو نے اسی گیشا کو اس رات دوبارہ بلا بھیجا۔ جب وہ آئی تو دوست نے کئی غیر دلچسپ فقرے چست کئے: یہ کہ شنگو کو ایسا ویسا سمجھنے کی غلطی نہ کرنی چاہیے، یہ کہ وہ نظر باز ہے اور اسی طرح کی باتیں۔ شنگو کی حد تک اسے کارنامہ ہی سمجھنا چاہیے تھا کہ لڑکی کی شکل تو یاد نہ رہی تھی، نام یاد رہ گیا تھا۔ لڑکی دلکش اور طرح دار نکلی۔

شنگو اسے لے کر ایک چھوٹے کمرے میں چلا گیا لیکن کوئی معمول سے ہٹی ہوئی حرکت نہ کی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے دیکھا کہ لڑکی نے اپنا چہرہ آہستہ سے اس کے سینے پر ٹکا رکھا ہے۔ شنگو سمجھا کہ وہ ادائیں دکھا رہی ہے لیکن لگتا تھا کہ اصل میں اسے نیند آ گئی ہے۔

شنگو نے سوالیہ انداز میں لڑکی پر نظر ڈالی۔ وہ اس کے اتنے قریب تھی کہ شکل نہ نظر آ رہی تھی۔

شنگو مسکرا دیا۔ کسی نوجوان لڑکی کا آدمی کی بانہوں میں چین کی نیند سونا گرماہٹ بھری آسودگی کے مترادف تھا۔ لڑکی ابھی سولہ سترہ سال کی تھی، کیکو کو سے چار پانچ سال چھوٹی۔

اور باتوں کے علاوہ شاید اسے طوائف کی کم نصیبی پر یونہی سا ترس بھی آ رہا تھا۔ جو بھی سہی، اسے محسوس ہوا کہ وہ ایک نرم آسائش، کسی نوجوان لڑکی سے ہم بغل ہو کر سونے کی آسائش، میں ڈوبا ہوا ہے۔

اس نے سوچا کہ خوشی شاید اسی طرح کے گریز پا لمحے کا کھیل ہو۔

اس نے مبہم طور پر اس حقیقت پر بھی غور کیا کہ جنس میں بھی امیری غریبی، خوش اور نصیبی اور بدنصیبی ہوتی ہے۔ وہ وہاں سے چپکے سے کھسک لیا اور گھر جانے والی آخری ٹرین پر سوار ہوا۔

یاسوکو اور کیکو کو ناشتے کے کمرے میں اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ ایک سے کچھ اوپر ہو چکا تھا۔

''شوئی چی'' شنگو نے، کیکو کو سے آنکھیں چراتے ہوئے، پوچھا۔

''وہ تو سو بھی گئے۔''

''اوہ؟ اور فوسا کو؟''

''وہ بھی سو چکیں۔'' کیکو کو اس کا سوٹ اُٹھا کر رکھ رہی تھی۔ ''اچھا موسم کسی طرح کچھ دیر تو جما رہا لیکن معلوم ہوتا ہے پھر گھٹا چھا گئی ہے۔''

''اوہ؟ میں نے خیال نہیں کیا۔''

کیکو کو اُٹھی تو سوٹ پر گرفت قائم نہ رکھ سکی۔ اس نے پتلون کو دوبارہ سیدھا کیا۔

شنگو نے دیکھا کہ اس کے بال پہلے کے مقابلے میں چھوٹے نظر آ رہے ہیں۔ لگتا تھا کہ کسی بیوٹی پارلر سے ہو کر آئی ہے۔

یاسوکو پہلو میں لیٹی بھاری بھاری سانس لے رہی تھی۔ اس لئے شنگو کو کبھی نیند آ جاتی، کبھی آنکھ کھل جاتی۔ جلد ہی اسے ایک خواب نظر آیا۔

وہ ایک نوجوان فوجی افسر تھا۔ وردی پہن رکھی تھی۔ کمر سے تلوار اور تین پستول بندھے تھے۔ تلوار وہ جدی پشتی یادگار معلوم ہوتی تھی جسے شوئی چی جنگ پر لے گیا تھا۔

شنگو ایک پہاڑی رستے پر چلا جا رہا تھا۔ ساتھ میں ایک لکڑہارا تھا۔

''رات کے وقت سڑکوں پہ جو کھم ہوتا ہے۔ میں تو بھولے بھٹکے باہر نکلتا ہوں۔'' لکڑہارے نے کہا۔ ''اپنا بھلا چاہتے ہیں تو دائیں طرف ہو جائیں۔''

شنگو نے دائیں طرف جاتے ہوئے بے اطمینانی محسوس کی۔ اس نے ٹارچ جلائی۔

کنارے پر ہیرے جگمگا رہے تھے۔ان کی وجہ سے ٹارچ کی روشنی بیشتر ٹارچوں کی بہ نسبت زیادہ تیز معلوم ہونے لگی۔اندیرے میں کوئی کالی صورت بڑی ہو کر پھیلتی دکھائی دی ..... آپس میں گتھے ہوئے دو تین دیودار، لیکن اس نے زیادہ احتیاط سے دیکھا تو دیوداروں کے بجائے مچھروں کا ایک عظیم جھنڈ درخت کے تنے کی شکل میں نظر آیا۔کیا کرنا چاہیے، وہ سوچنے لگا۔۔ تلوار چلاتا ہوا نکل جائے۔اس نے تلوار کھینچی اور مچھروں پر وار پہ وار کرنے لگا۔

پیچھے مڑ کر دیکھا تو پتا چلا کہ لکڑہارا سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا جا رہا ہے۔شنگو کی وردی میں کہیں کہیں سے شعلے نکل رہے تھے۔عجیب بات یہ تھی کہ وہاں پہ دو شنگو تھے۔ایک اور شنگو کھڑا اس شنگو کو دیکھ رہا تھا جس کی وردی پر شعلے رینگ رہے تھے۔شعلوں نے آستینوں اور مونڈھے کی سیون اور قمیض کے سرے کو چاٹا اور پھر غائب ہو گئے۔شعلے لپٹیں مارنے کے بجائے اس طرح ابھرتے اور ناپید ہوتے تھے جیسے چارکول کی آگ سے اُٹھنے والی گھونگھر پالی لویں۔ان سے مہین سی چٹ چٹ بھی بلند ہو رہی تھی۔

آخر کار شنگو گھر پہنچ گیا۔یہ اس کا بچپن کا گھر معلوم ہوتا تھا جو شن شو میں واقع تھا۔یاسوکو کی حسین بہن بھی وہاں موجود تھی۔شنگو اگرچہ تھک کر چور ہو چکا تھا۔لیکن مچھروں کی وجہ سے اسے کہیں کھجلی نہیں ہو رہی تھی۔

جھٹ پٹ رفو چکر ہو جانے والا لکڑہارا بھی چلتا چلاتا شنگو کے پرانے گھر آ پہنچا۔

جیسے ہی اس نے دروازے میں قدم رکھا بے ہوش ہو کے گر پڑا۔

لکڑہارے کے جسم سے اُنہوں نے اتنے سارے مچھر نکالے کہ ایک بڑی بالٹی بھر گئی۔

شنگو کو پتا نہ چلا کہ یہ عمل کیسے انجام دیا گیا لیکن آنکھ کھلنے سے پہلے اسے اتنا دکھائی دیا کہ بالٹی میں مچھروں کا ڈھیر لگتا جا رہا ہے۔

''کوئی مچھر ہے مچھر دانی میں؟'' اس نے کان لگا کر سنا مگر اس کا سر بھاری ہو رہا تھا۔

بارش ہو رہی تھی۔

MashalBooks.org

سانپ کا انڈا

جب خزاں کے دن آ پہنچے اور گرمیوں بھر کی تھکاوٹ نے اسے آلیا تو شنگو بعض دفعہ کام پر سے گھر لوٹتے ہوئے پڑ کر سو جاتا۔

رش کے اوقات میں یوکوسوکا لائن ر ہر پندرہ منٹ کے بعد ٹرین چلتی تھی۔ سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں بھیڑ نہیں ہوتی تھی۔

جب اس نے اونگھنا شروع کیا تو قطار میں کھڑے، پھولوں بھرے، ببول یاد آنے لگے۔ اس وقت یاد آنے والے، درختوں کی چھاؤں تلے سے گزرے زیادہ دن نہ ہوئے تھے اور درختوں کی طرف نظر اُٹھا کر وہ حیران رہ گیا تھا کہ ٹوکیو تک میں قطار در قطار کھڑے ببولوں پر پھول آ رہے ہیں۔ یہ اس سڑک کا ذکر تھا جو کودان پہاڑی کے دامن سے شاہی محل کی خندق کی طرف جاتی ہے۔ بیچ اگست کا سیلا سیلا دن تھا۔ پھوار پڑ رہی تھی۔ قطار میں صرف ایک ببول ایسا تھا جس نے اپنے پھول گرا پیدل چلنے والوں کیلئے بنے راستے پر بکھیر دیے تھے۔ ٹیکسی میں سے پیچھے مڑ کر دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے۔ وہ منظر یاد میں اب تک تازہ تھا۔ ہلکے زرد نازک سے پھول جن میں ہرے رنگ کی دبی دبی جھلک تھی۔ وہ اکیلا درخت چاہے نہ بھی ہوتا جس کے پھول جھڑ چلے تھے تو بھی پھولوں بھرے درختوں کی قطار کا ہونا بلاشبہ اپنا اثر چھوڑ جاتا۔ شنگو ایک ہسپتال سے واپس آ رہا تھا جہاں وہ ایک دوست کی عیادت کرنے گیا تھا۔ جگر کے سرطان میں مبتلا دوست کے بچنے کی کوئی اُمید نہ تھی۔

کالج میں ایک ہی کلاس میں ہونے کے باوجود یہ دوست ان رفیقوں میں شامل نہ تھا جن سے شنگو باقاعدگی سے ملتا رہتا تھا۔ وہ سوکھ کر کانٹا ہو چکا تھا۔ اور اس کے پاس صرف ایک نرس

MashalBooks.org

موجود تھی۔

شنگو کو معلوم نہ تھا کہ اس کی بیوی ابھی زندہ ہے یا نہیں۔''

''کبھی میا موتو سے ملاقات ہوتی ہے؟؟'' دوست نے پوچھا۔''تمہیں اس سے ملاقات کرنے کا موقع چاہے نہ ملے، تھوڑی سی زحمت کرو گے۔فون کر کے اس کا پتا کر دو۔''

''کس کا پتا؟''

''یاد ہے۔کلاس ری یونین کے موقع پر ہم کیا باتیں کرتے رہے تھے۔ نئے سال کے دن۔''

شنگو کو یاد آ گیا۔ پوٹاشیم سائے نائیڈ کا ذکر آیا تھا۔ دوست کو بظاہر معلوم تھا کہ وہ سرطان میں مبتلا ہے۔

جہاں ساٹھ سال سے اوپر کے لوگ جمع ہو جائیں تو بات چیت زیادہ تر بڑھاپے کی معذوریوں اور جان لیوا عارضوں کے اردگرد ہی گھومتی رہتی ہے۔اہل محفل میں کسی کو معلوم تھا کہ میا موتو کے کارخانے میں پوٹاشیم سائے نائیڈ سے کوئی کام لیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس نے کہا کہ اگر وہ کبھی ناقابل آپریشن سرطان میں مبتلا ہو گیا تو چاہے گا کہ زہر کی ایک خوراک اسے مل جائے۔ اس بھیانک عارضے کو طول دینے کا مطلب بے معنی تکلیف کو دعوت دینا ہے اور جب کسی کو پتا ہو کہ مرنے سے اسے کوئی نہیں بچا سکتا تو کم از کم یہ تو چاہے گا کہ مرنے کے وقت کا آپ تعین کرنے کی آزادی تو ملے۔

شنگو کو جواب دینے میں دقت ہوئی۔''لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ ہم سب نشے میں تھے۔''اس نے کہا۔

''زہر کھاؤں گا نہیں۔ میں تو اختیار کی وہ آزادی چاہتا ہوں جس کی ہم بات کرتے رہے تھے۔ میرا خیال ہے کہ اگر مجھے صرف اتنا پتا ہو کہ میرے پاس تکلیف سے چھٹکارا پانے کا ذریعہ بھی ہے تو تکلیف برداشت کرنے کے قابل ہو جاؤں گا۔ میری بات سمجھے کہ نہیں سمجھے؟ میرے پاس بس یہی بچا ہے .....اسے میری آخری آزادی کہہ لو، مزاحمت کا واحد راستہ کہہ لو ۔لیکن میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ زہر کھاؤں گا نہیں۔''

یہ کہتے ہوئے آدمی کی آنکھوں میں ایک طرح کی دہک نظر آئی۔نرس، جو سفید اون سے سویٹر بن رہی تھی، کچھ نہ بولی۔

MashalBooks.org

میا موتو سے زہر مانگنا شنگو کے بس میں نہ تھا۔ لہٰذا اس نے بات آگے نہ بڑھائی لیکن اسے یہ سوچ کر بدمزگی ہوتی تھی کہ ایک شخص جو جلد مر جائے گا شاید اب تک اس سے آس لگائے ہوئے ہو۔

ہسپتال سے کچھ دور آ کر ببول کے درخت نظر آئے تو شنگو کو پتا چلا کہ دل کا بوجھ کسی طرح کم ہو گیا ہے اور اب، اس نے ٹرین پر جوں ہی اونگھنا شروع کیا، درختوں کی وہی قطار اس کے سامنے ظاہر ہو گئی۔ بیمار آدمی کا خیال اس کے ذہن سے نکلا نہیں تھا۔

وہ سو گیا اور جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ٹرین رکی ہوئی ہے۔

ٹرین کسی سٹیشن پر نہیں کھڑی تھی۔

شنگو کی ٹرین رکی ہونے کی وجہ سے ٹوکیو جانے والی کوئی ٹرین جب برابر سے گزری تو اس کی گرج زیادہ چونکا دینے والی معلوم ہوئی۔ شاید اسی گرج نے شنگو کو جگا دیا تھا۔

شنگو کی ٹرین ذرا سی دور چلتی اور رک جاتی، ذرا سی دور چلتی اور رک جاتی۔ ایک تنگ سڑک پر بچوں کی ایک ٹولی ٹرین کی طرف دوڑی آ رہی تھی۔

کئی مسافر کھڑکیوں سے سر نکال کر آگے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

بائیں کھڑکی کے باہر کسی فیکٹری کی کنکریٹ کی دیوار تھی اور دیوار اور ٹرین کے درمیان ایک غلیظ نالا جس میں پانی کھڑا تھا۔ نالے کی بدبو کھڑکی کے راستے ڈبے میں پھیل گئی۔

دائیں جانب وہ سڑک تھی جس کے ساتھ ساتھ بچے بھاگ رہے تھے۔ سڑک کے کنارے ایک کتا، ہری بھری گھاس میں ناک دیے، بے حس و حرکت کھڑا تھا۔

جہاں سڑک ریل کی پٹریوں سے آملی تھی اس جگہ دو تین چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں تھیں جن میں پڑی اور دراڑوں کو کیلوں کی مدد سے لکڑی کے پرانے پھٹے جڑ کر بند کیا گیا تھا۔ ایک کھڑکی سے، جو چوکور سوراخ سے زیادہ تھی، ایک لڑکی ٹرین کی طرف اشارے کر رہی تھی۔ وہ فاتر العقل دکھائی دیتی تھی۔ اس کی حرکات و سکنات سے کمزوری اور الکساہٹ نمایاں تھی۔

''معلوم ہوتا ہے کہ ہم سے ذرا پہلے جو ٹرین روانہ ہوئی تھی اسے تسورومی سٹیشن پر کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے۔'' کنڈکٹر نے کہا۔ ''وہ وہیں کھڑی ہے۔ آپ کو انتظار کی زحمت اُٹھانا پڑ رہی ہے۔ اس کیلئے ہم معذرت خواہ ہیں۔''

شنگو کے بالمقابل بیٹھے غیر ملکی پہلو میں سوئے جاپانی لڑکے کو جھنجھوڑا اور انگریزی میں پوچھا

کہ کنڈکٹر نے کیا کہا ہے۔

لڑکا غیر ملکی کے لحیم شحیم بازو کو ہاتھوں میں تھامے اور اسی کے کندھے پر سر رکھے سو رہا تھا۔ جاگنے کے بعد اس نے اسی طرح پڑے پڑے نخریلے انداز میں آنکھیں اوپر اُٹھائیں۔ آنکھیں تھوڑی سی لال ہو رہی تھی اور ان کے گرد کالے حلقے پڑے ہوئے تھے۔ بالوں کو سرخ رنگا گیا تھا لیکن بڑے ہونے کے بعد جڑوں پر سے کالے ہو چکے تھے۔ نتیجہ یہ کہ بالوں کا رنگ میلا کتھنی نظر آ رہا تھا۔ صرف بالوں کے سرے اس عجیب سرخی مائل رنگ کے تے۔ شنگو کو شک گزرا کہ لڑکا مال لیکر بدفعلی کرانے کا عادی ہے اور غیر ملکیوں سے خاص طور پر راہ ورسم رکھتا ہے۔

غیر ملکی نے گھٹنے پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ لڑکے نے ہاتھ کو سیدھا کر کے ہتھیلی کو، ہو بہو کسی تسکین یافتہ عورت کی طرح، اپنی ہتھیلی سے دبایا۔

غیر ملکی کی بانہیں چھوٹی آستینوں سے باہر نکلی ہوئی تھیں۔ انہیں دیکھ کر کسی جھبرے لال ریچھ کا خیال آتا تھا۔ گو لڑکا کوئی خاص چھوٹا نہیں تھا لیکن دیو ہیکل غیر ملکی کے سامنے بچہ لگ رہا تھا۔ غیر ملکی کے بازو بھاری اور گردن موٹی تھی۔ گردن گھمانے پھرانے میں اسے شاید بہت زیادہ دقت ہوتی تھی۔ اسلئے اسے بالکل علم نہ تھا کہ لڑکا اس سے چمٹا ہوا ہے۔ اس کے بشرے سے خشونت ٹپکتی تھی اور لالوں لال تنومندی کی وجہ سے لڑکے کے تھکے ماندے چہرے کی گدلی گدلی رنگت زیادہ نمایاں ہو گئی تھی۔

غیر ملکیوں کی عمر کا اندازہ لگانا آسان نہیں ہوتا۔ بڑے گنجے سر، گلے کی جھریوں اور ننگی بانہوں پر پڑے چھٹوں سے شنگو کو شبہ ہوا کہ اس شخص کی عمر اور اس کی اپنی عمر میں کوئی خاص فرق نہ ہوگا۔ اس جیسا آدمی اُٹھ کے کسی غیر ملک میں پہنچ جاتا ہے۔ اور وہاں کسی لونڈے کو اپنے بس میں کر لیتا ہے ..... شنگو کو اچانک محسوس ہوا جیسے وہ کسی بلائے مہیب کے روبرو ہو۔ لڑکے نے عنابی قمیص پہن رکھی تھی۔ گریبان کھلا ہوا تھا جس میں سے ہڈیلا سینہ نظر آ رہا تھا۔

شنگو نے آنکھیں پھیرتے ہوئے سوچا کہ لڑکا جلد مر جائے گا۔

گندے نالے کے دونوں کناروں پر الا بلا پودے صف باندھے اگ رہے تھے۔ ٹرین اسی طرح رکی کھڑی تھی۔

MashalBooks.org

2

شنگو کو لگا کہ مچھر دانی بوجھ بن گئی ہے۔ دم گھٹتا محسوس ہونے لگا۔ اس نے مچھر دانی لگانی چھوڑ دیں۔

یاسوکو روز رات کو اپنی محرومی کا رونا روتی اور مچھر اس طرح مارتی جیسے قیامت آ گئی ہو۔

''کیکو کو اور شوئی چی تو اب بھی لگاتے ہیں۔''

''تو یوں کرو کہ انہیں کے پاس جا کے سو جاؤ۔ شنگو نے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جواب مچھر دانی سے آزاد ہو چکی تھی۔

''یہ تو خیر میں کرنے سے رہی۔ لیکن سوچتی ہوں کل سے فوسا کو کے ساتھ لیٹا کروں گی۔''

''ضرور لیٹو۔ اپنی کسی نواسی کو بانہوں میں لیکر سویا کرو۔''

''تمہارے خیال میں اس کی کیا وجہ ہے کہ ننھی کے ہونے کے باوجود ساتو کو اپنی ماں کو پلپلی ہی رہتی ہے؟ تم کیا کہتے ہو؟ لڑکی کچھ غیر نارمل سی نہیں ہے کیا؟ چتون کبھی ایسی ہو جاتی ہے لونڈیا کی، اتنی عجیب وغریب، کہ پوچھو مت۔''

شنگو نے کوئی جواب نہ دیا۔

''سوچتی ہوں کہ کہیں باپ کے نہ ہونے سے بچے اس طرح کے تو نہیں ہو جاتے۔''

''اگر تم خود ایسی ہو جاؤ کہ بچیاں خوش ہو کے تمہارے پاس آنے لگیں تو شاید بات بن جائے۔''

''یہ تو تمہارے بارے میں بھی کہا جا سکتا ہے۔ ویسے مجھے ننھی سے زیادہ پیار ہے۔''

''ائی ہارا کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں آئی کہ پتا چلتا زندہ ہے یا مر گیا۔''

''تم طلاق کا نوٹس بھجوا چکے۔ اس لئے اب کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''گویا قصہ ختم؟''

''میں جانتی ہوں تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ لیکن ائی ہارا اگر زندہ بھی ہو تو ہمارے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں کہ وہ ہوگا تو کہاں ہوگا۔ اب یہ مان لینے کے سوا چارہ نہیں ..... شادی ناکام رہی۔ مگر کیا یہی کچھ ہونا چاہیے تھا؟ دو بچیاں پیدا کیں اور اس کے بعد علیحدگی؟ ایسی باتوں سے شادی پر کوئی اعتبار تو رہتا نہیں۔''

MashalBooks.org

''اگر میاں بیوی میں پھوٹ پڑنی ہی تھی تو کاش اس سانحے سے اُٹھنے والی جولہریں ہم تک پہنچیں ان میں خوشگواری کا کوئی تو پہلو ہوتا۔ خود فوسا کو نے بھی تو کسی سلیقے کا ثبوت نہیں دیا۔ ائی ہارا نے ناکام زندگی گزاری اور میرا خیال نہیں کہ فوسا کو کی طرف سے اسے کوئی خاص ہمدردی ملی۔ ائی ہارا نے ضرور دکھ جھیلا ہوگا۔''

''جب مردِ پر بھوت سوار ہو جائے تو بعض باتیں ایسی ہیں جن کی حد تک عورت کا کوئی بس نہیں چلتا۔ وہ عورت کو اپنے قریب پھٹکنے بھی نہیں دیتا۔ اگر فوسا کو اور دونوں بچیاں اس کے پاس رہ کر بے قدری کا شکار اور ذلیل وخوار ہوتی رہتیں تو خودکشی کے سوا انہیں کوئی راہ چھٹکارے کی نظر نہ آتی۔ مرد کا کیا ہے۔ وہ جب چاہے گا کسی نہ کسی عورت کو خودکشی کیلئے گھیر لائے گا۔ اور شوئی چی .....'' یاسوکو بات کرتے کرتے ذرا دیر کو رکی ..... ''اب تو بڑا سعادت مند بنا ہوا ہے لیکن کون کہہ سکتا ہے کب کوئی نئی شیطانی سوجھ جائے۔ جو ہوا کیکو کو کے حق میں اچھا نہ ہوا۔''

''تمہارا مطلب بچے سے ہے؟''

شنگو کا کہا ہوا لفظ دو مختلف معاملوں کی طرف اشارہ کر رہا تھا: ایک تو اس حقیقت کی طرف کہ کیکو کو نے ماں بننے سے انکار کر دیا تھا اور دوسرے اس طرف کہ کینو بچے کو جنم دینے پر تلی ہوئی تھی۔ لیکن اس دوسری بات کا یاسوکو کو کوئی علم نہ تھا۔

کینو کا کہنا تھا کہ بچہ شوئی چی کا نہیں اور یہ کہ وہ شوئی چی کی جانب سے کسی قسم کی دخل اندازی برداشت نہیں کرے گی۔ شنگو یقین سے نہ کہہ سکتا تھا کہ کیا سچ ہے، کیا نہیں، لیکن، جو بھی ہو، محسوس یہی کر رہا تھا کہ عورت جھوٹ بول رہی ہے۔

''کچھ بھی سہی، شاید مجھے شوئی چی اور کیکو کو کے پاس ہی سونا چاہیے۔ کون جانے آپس میں کس طرح کی باتیں چیتیں کرتے رہتے ہوں گے۔''

''اور یہ کہنے سے تمہارا مطلب؟''

یاسوکو نے جو پیٹھ کے بل لیٹی تھی کروٹ لے کر منہ شنگو کی طرف کر لیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ شنگو کا ہاتھ تھامنے والی لیکن شنگو نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کے نہ دیا۔

''کیا؟''

''میرے خیال میں ابھی سے وثوق کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے لیکن فوسا کو شک گزرا ہے۔''

MashalBooks.org

''یہ فوسا کو نے کہا؟''

''ابھی سے کچھ نہیں کہہ سکتے'' یاسوکو نے اپنی بات دہرائی۔''لیکن سننے میں آیا ہے کہ اس طرح کی کوئی بات ہونے کے بعد دوسری بار حمل اکثر ساتھ کے ساتھ ہو جاتا ہے۔''

''کیکو کو یاشوئی چی نے فوسا کو سے کچھ کہا؟''

''نہیں۔فوسا کو کی اپنی تفتیش ہے۔''

''تفتیش'' کا لفظ عجیب تھا۔معلوم ہوتا تھا کہ فوسا کو، جو شوہر کو چھوڑ چکی تھی، اپنی بھابی سے متعلق معاملات کے بارے میں کچھ زیادہ ہی تجسس کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

''تمہیں چاہیے کہ خود اس سے کوئی بات کرو'' یاسوکو بولتی رہی۔''اسے کسی طرح اس دفعہ ماں بننے پر راضی کر لو۔''

شنگو کو لگا جیسے اس کا گلا بھیج رہا ہو۔یہ خبر سن کر کہ کیکو کو شاید پھر سے حاملہ ہو گئی ہو کینو کا حمل، جو اپنی جگہ ایک حقیقت تھا، اس کے دل پر اور بھی بھاری بوجھ بن گیا۔

دو عورتوں کے بیک وقت ایک ہی مرد سے حاملہ ہو جانے میں شاید کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔لیکن جب وہ مرد اپنا ہی بیٹا ہو تو ایک عجیب خوف غالب آئے ہی آئے۔اس بات میں کوئی جہنمی کیفیت تھی، جیسے مکانات یا سراب ہو۔

کوئی اور شاید ان مختلف واقعات کو صحت ترین جسمانی عوامل کے شواہد سمجھتا۔لیکن اس طرح کی فراخ دلی سے کام لینا فی الوقت شنگو سے ذرا بعید تھا۔

یہ کیکو کا دوسرا حمل ہوگا۔جب اس کا پہلا حمل ضائع ہوا تھا تو اس وقت تک کینو حاملہ ہو چکی تھی۔ابھی کینو کے بچہ ہونے بھی نہ پایا تھا کہ کیکو کو دوبارہ حاملہ ہو گئی۔کیکو کو علم نہ تھا کہ کینو کس حال میں ہے۔کینو اب دوسروں کی توجہ کا مرکز بن چکی ہوگی اور بچے پیٹ میں پھرتا محسوس کر رہی ہوگی۔

''اگر کیکو کو کے علم میں آجائے کہ ہمیں پتا ہے تو اس مرتبہ من مانی نہیں کی سکے گی۔''

''میں بھی یہی سمجھتا ہوں'' شنگو نے ڈھیلے ڈھالے انداز میں کہا۔''تم خود اس سے بات کیوں نہیں کر لیتیں۔''

شنگو کو نیند نہ آسکی۔

اس کے دل میں برے برے خیالات آرہے تھے۔اس نے جھنجھلا کر اپنے آپ سے

پوچھا کہ کیا کسی طرح کے تشدد کے ذریعے کینو کو بچہ پیدا کرنے سے روکا نہیں جا سکتا۔

کینو کا کہنا تھا کہ بچہ شوئی چی کا نہیں۔ اگر شنگو یہ تفتیش کرے کہ وہ کیا کیا کرتی رہتی ہے تو شاید دل کی بے اطمینانی کو دور کرنے والی کوئی بات پتا چل ہی جائے۔

باہر باغ میں کیڑے مکوڑے زور زور سے ریں ریں کر رہے تھے۔ دو سے اوپر کا عمل تھا۔ یہ ریں ریں چیڑ کے ٹڈوں یا ٹھن ٹھن ٹڈوں کی صاف اور واضح جھنکار نہ تھی بلکہ کچھ گھلا ملا سا شور تھا جس کا کوئی اتا پتا نہ ملتا تھا۔ اسے سن کر شنگو کو اندھیری، گلگلی مٹی تلے سو جانے کے خیال آنے لگے۔

کچھ عرصے سے اسے خواب بہت دکھائی دینے لگے تھے اور صبح کے قریب اس نے ایک اور لمبا خواب دیکھا۔

یہ اسے پتا نہ چلا کہ کس راستے پر چل کر وہاں پہنچا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو دونوں سفید انڈے، جو خواب میں دیکھے تھے، اسی طرح نظر میں تھے۔ وہ ایک رتیلے ویرانے میں تھا۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی ریت ہی ریت تھا۔ دو انڈے ساتھ ساتھ دھرے تھے۔ بڑا انڈا شتر مرغ کا تھا اور چھوٹا سانپ کا۔ چھوٹے انڈے کا خول چٹخ گیا تھا اور ایک ننھا منا پیارا سا سانپ سر آگے پیچھے کر رہا تھا۔ شنگو کو وہ پیارا ہی معلوم ہوا۔

اس میں کوئی شک نہ تھا کہ وہ کیکو کو اور کینو کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کون سا بچہ شتر مرغ کا تھا، کون سا سانپ کا۔

اسے یہ خیال بھی آیا کہ خدا جانے سانپ انڈے دیتے ہیں یا بچے۔

3

اگلے دن اتوار تھا۔ شنگو کو محسوس ہوا جیسے اس کا ست نکل چکا ہو۔ وہ نو بجے تک بستر میں پڑا رہا۔

اب، صبح کے وقت، کیا شتر مرغ کا انڈا اور کیا ننھے منے سانپ کا سر، دونوں ہی اسے مبہم طور پر منحوس معلوم ہوئے۔

دانتوں کو برش کرتے ہوئے اس پر افسردگی طاری تھی۔ دانت صاف کر کے وہ ناشتے کے کمرے میں آیا۔

MashalBooks.org

کیکو کو اکٹھے ہو جانے والے اخباروں کو رسی سے باندھنے میں مصروف تھی۔

بلاشبہ انہیں کسی ردی والے کے ہاتھ بیچنے کی تیاری ہو رہی تھی۔

یاسوکو کی سہولت کے خیال سے صبح اور شام کے اخباروں کو ترتیب سے رکھنا بھی کیکو کے فرائض میں شامل تھا۔

''وہ شنگو کی چائے لانے چلی گئی۔

''آپ نے کنولوں کے بارے میں خبر دیکھی؟'' اس نے میز پر دو اخبار شنگو کے سامنے رکھ دیے۔ ''دو مضمون ہیں۔ آپ کے لیے اُٹھا کر رکھ لئے تھے۔''

''معلوم تو ہوتا ہے کہ اس طرح کی کوئی چیز پڑھ چکا ہوں۔''

یایوئی دور کی کسی تودے نما قبر کی کھدائی کے دوران کنول کے بیج ملے تھے جو تقریباً دو ہزار سال پرانے تھے۔ ''کنول ڈاکٹر'' یعنی کوئی نباتیات داں جو کنول کاشت کرنے میں خصوصی مہارت رکھتا تھا، انہیں اگانے میں کامیاب ہو گیا۔ کنول اگ آنے کی خبر اخباروں میں پہلے آ چکی تھی۔ شنگو یہ خبر کیکو کو سنانے گیا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں تھی۔ اسے حمل ضائع کرائے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی اور آرام کر رہی تھی۔

اس کے بعد کنولوں کے بارے میں دو دفعہ خبر چھپی۔ ایک خبر میں تھا کہ کنول ڈاکٹر نے کس طرح جڑوں کو بانٹ کر ان کا ایک حصہ ٹوکیو یونیورسٹی کے سبزہ زار میں واقع سان شیرو جھیل میں منتقل کر دیا۔ ڈاکٹر ٹوکیو یونیورسٹی کا گریجویٹ تھا۔ دوسری خبر کا تعلق امریکا سے تھا۔ تو ہوکو یونیورسٹی کے ایک سائنس داں نے منچوریا میں آ کی مٹی کی کسی پرت سے کنول کے بیج ڈھونڈ نکالے۔ بیج بظاہر پتھرا چکے تھے۔ سائنس داں نے انہیں امریکا بھجوا دیا۔ وہاں قومی بوٹانیکل باغات میں بیجوں کو، باہر کا پتھر پلاخول، اتارنے کے بعد، کیمیائی مادے میں بھگوئی روئی کی تہوں میں لپیٹ کر شیشے کے ظرف میں رکھ دیا گیا۔ پچھلے سال ان سے نرم و نازک اکھوے پھوٹ آئے۔

اس برس، جھیل میں قرینے سے لگائے جانے کے بعد، ان میں دو کلیاں آئیں جو کھل کر گلابی پھولوں میں تبدیل ہو گئیں۔ قومی پارک سروس نے اعلان کیا کہ بیج ہزار سال سے پچاس ہزار سال تک پرانے تھے۔

یہ خبر جب میں نے پہلی دفعہ پڑھی تھی تو یہی سوچا تھا'' شنگو ہنسنے لگا۔ ''ہزار سال سے پچاس

ہزار سال تک پرانے ..... ذرا زیادہ ہی کھلا حساب لگایا ہے۔'' شنگو کو ایک جاپانی عالم کی رائے پڑھنے کا اتفاق بھی ہوا۔ اس کے خیال میں آ کی مٹی کی پرت کی ماہیت کے پیش نظر بیجوں کو ہزارہا ہزار سال پرانا ہونا چاہیے تھا۔ بہرحال، امریکا میں پتھریلے خول پر کاربن شعاع ریزی کے ذریعے سے جو جانچ کی گئی اس کی رو سے بیج کوئی ہزار سال پرانے ثابت ہوئے۔

دونوں مضامین واشنگٹن میں مقیم نامہ نگاروں کی رپورٹوں پر مشتمل تھے۔

''آپ پڑھ چکے؟'' کیکو کو نے اخبار اُٹھاتے ہوئے پوچھا۔ بلاشبہ وہ معلوم یہ کرنا چاہتی تھی کہ اگلی دفعہ جب کوئی ردی والا ادھر سے گزرے تو اخبار بیچ دیئے جائیں یا نہیں۔

شنگو نے سر ہلایا۔ ''ہزار سال ہوں یا پچاس ہزار، کنول کا بیج مدتوں زندہ رہتا ہے۔ ..... تقریباً بقائے دوام سمجھنا چاہئے اگر اس کا مقابلہ انسانی زندگی سے کیا جائے۔ اس نے کیکو کو کی طرف دیکھا۔ ''اگر مرے بغیر ہزار دو ہزار سال زمین میں پڑے رہنے کا موقع ملے تو کیسا مزہ رہے۔''

''زمین میں پڑے رہنے کا!'' کیکو کو نے الفاظ کچھ بول کر کچھ بڑبڑا کر ادا کئے۔

''قبر میں پڑنے کی بات نہیں کر رہا۔ نہ مرنے کی۔ بس ستانے کی۔ کاش زمین میں آرام سے پڑے رہنا ممکن ہوتا ..... پچاس ہزار سال بعد انہیں تو پتا چلے کہ جتنے نجی مسئلے تھے، دُنیا کے جتنے مسائل تھے، سب حل ہو چکے۔ آدمی جنت میں پہنچ جائے۔''

''کیکو کو بھئی، آ کے ابا جان کے ناشتے کی خبر تو لے لو'' فوسا کو نے باورچی خانے سے آواز دی۔ لگتا تھا وہ بچوں کو کھلا پلا رہی ہے۔

کیکو کو ناشتہ لے کر لوٹی۔

''بس آپ ہی رہ گئے۔ ہم سب تو ناشتہ کر چکے۔''

''اوہ؟ اور شوئی چی۔ وہ بھی کر چکا؟''

''وہ مچھلی والی تلیا پہ گئے ہیں۔''

''اور یاسوکو؟''

''باہر باغ میں ہیں۔''

''میرا خیال ہے آج صبح انڈوں کے بغیر ہی کام چل جائے گا۔'' شنگو نے دو طشتری لوٹاتے ہوئے کہا جس میں انڈے رکھے تھے۔ انہیں دیکھ کر شنگو کو سانپ کے انڈے کا خیال آنے لگا جس

MashalBooks.org

سے طبیعت منغض ہوگئی۔

فوسا کو ایک سکھائی اور بھنی ہوئی فلاؤنڈر مچھی لائی۔ اس نے مچھلی کو چپ چاپ میز پر رکھ دیا اور بچیوں کے پاس چلی گئی۔

چاولوں کا جو پیالہ کیکوکو نے اس کی طرف بڑھایا اسے پکڑتے ہوئے شنگو نے کیکوکو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دھیمی آواز میں کہا۔ ''کیا تمہارے بچہ ہونے والا ہے؟''

''نہیں'' اس نے بلا تامل جواب دیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ جواب پہلے دے بیٹھی، سوال پر متعجب بعد میں ہوئی۔ ''نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔'' کیکوکو نے سر ہلایا۔

''تو یہ بات درست نہیں۔''

''نہیں۔''

کیکوکو نے متجسس انداز میں اس کی طرف دیکھا اور شرما گئی۔

''اُمید کرتا ہوں کہ اگلی دفعہ تم بچے سے بہتر سلوک روا رکھو گی۔ پیچھے بچے کے حوالے سے میں شوئی چی سے الجھ پڑا تھا۔ میں نے پوچھا کہ کیا وہ اس بات کی ضمانت دے سکتا ہے کہ تمہیں دوبارہ حمل ٹھہرے گا۔ کہنے لگا کہ ضمانت دے سکتا ہوں۔ جیسے یہ سب انتہائی آسان ہو۔ میں نے کہا اسے ذرا زیادہ خدا خوفی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ میں نے پوچھا کہ کوئی آدمی یہ ضمانت دے سکتا ہے کہ جب نیا دن چڑھے گا تو وہ زندہ ہوگا۔ ظاہر ہے، بچہ تمہارا اور شوئی چی کا ہوگا لیکن ہمارا پوتا بھی کہلائے گا۔ تمہارے پیٹ کا بچہ اتنا اچھا ہوگا کہ اسے ضائع ہونے نہ دینا چاہیے۔''

''غلطی ہوئی'' کیکوکو نے آنکھیں جھکاتے ہوئے کہا۔

شنگو کو یقین تھا کہ وہ سچ بول رہی ہے۔

تو پھر فوسا کو نے کیوں سمجھ لیا کہ وہ حاملہ ہے؟ فوسا کو کی تفتیش بظاہر معقولیت کی تمام حدیں پھلانگ گئی تھی۔ بھلا جس بات سے خود کیکوکو بے خبر تھی اس کا فوسا کو کو کہاں سے پتا چل سکتا تھا۔

شنگو نے چاروں طرف نظر ڈالی۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں فوسا کو اتفاق سے ان کی بات چیت نہ سن لے۔ بہر حال، معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ بچیوں سمیت گھر کے اگلے حصے میں کہیں ہے۔

''شوئی چی پہلے کبھی تلیا پر گیا ہے۔''

''نہیں۔ میرا خیال ہے ضرور کسی دوست سے تلیا کا ذکر سنا ہوگا۔''

شنگو کو یہ غیر معمولی واقعہ اس بات کا ثبوت معلوم ہوا کہ شوئی چی کینو کو سچ مچ چھوڑ چکا ہے۔

وہ کبھی کبھی اتوار کو بھی اس سے ملنے چلا جاتا تھا۔

''تم بھی جا کر تلیا دیکھنا چاہو گی؟''

''جی۔''

شنگو نے باغ میں قدم رکھا۔ یاسوکو چیری کے درخت کو دیکھ رہی تھی۔

''کیا ہوا؟''

''کچھ نہیں۔ لیکن اس کی اکثر پتیاں جھڑ گئی ہیں۔ سوچتی ہوں کہ اسے کسی طرح کا گھن تو نہیں لگ گیا۔ گرمیوں میں نکلنے والے ٹڈے ابھی اپنے گیت گائے جا رہے ہیں اور ادھر یہ درخت اپنی بیشتر پتیوں سے محروم بھی ہو چکا۔''

اس وقت بھی، جب وہ باتیں کر رہے تھے، زردری مائل پتیاں یکے بعد دیگرے گر رہی تھیں۔ ہوا رکی ہوئی تھی اور پتیاں زمین پر سیدھی آ گرتی تھیں۔

''سنا ہے شوئی چی مچھلیاں پکڑنے گیا ہے۔ میں کیکو کو تلیا دکھانے لے جا رہا ہوں۔''

''مچھلیاں پکڑنے؟'' یاسوکو نے اردگرد دیکھا۔

''میں نے کیکو کو سے وہ بات پوچھی تھی۔ کہنے لگی کہ اس میں کوئی سچائی نہیں۔ فوسا کو نے تفتیش تو کی مگر دھوکا کھا گئی۔

''تم نے کیکو کو سے یہ بات پوچھی؟'' یاسوکو کی باتوں سے تھوڑا سا تاثر کند ذہنی کا ملتا تھا۔'' شرم نہیں آتی۔''

''فوسا کو کو اس قدر تناہی سے تفتیش کرتے پھرنے کی ضرورت کیا ہے؟''

''کیوں؟''

''سوال میں نے کہا ہے۔''

ادھر گھر میں کیکو کو سفید سویٹر پہن کر شنگو کی منتظر تھی۔ اس نے رخساروں پر ذرا ذرا غازہ لگایا تھا اور غیر معمولی طور پر بشاش اور چونچال معلوم ہو رہی تھی۔

MashalBooks.org

ایک روز، بنا کسی سان گمان کے، ٹرین کی کھڑکی کے باہر لال لال پھول نظر آنے لگے۔ ریل کی پٹری کی بھرائی کے ساتھ ساتھ، راستے بھر، اعتدال خریفی کے وقت کھلنے والے سوسن کے پھول، اتنے قریب کہ ٹرین گزرتی تو لگتا کہ لرز رہے ہیں۔

شنگو سوسن کے پھولوں کو بھی دیکھتا رہا جو تو تسوکا پشتے پر نظر آ رہے تھے جہاں چیری کے درخت صف باندھے کھڑے تھے۔ وہ ابھی ابھی کھلے تھے اور ان کا سرخ رنگ تر و تازہ اور بے داغ تھا۔

یہ اس طرح کی صبح تھی جب پھول آدمی کو خزاں کے سبزہ زاروں کے سکوت کا احساس دلانے لگتے ہیں۔

پمپاس گھاس پر طرے آنے شروع ہو گئے تھے۔

جوتا اتارنے کے بعد شنگو نے دایاں پاؤں بائیں گھٹنے پر رکھا اور انگوٹھے اور ٹخنے کے درمیانی حصے کو سہلانے لگا۔

''یہاں کوئی تکلیف محسوس ہو رہی ہے کیا؟'' شوئی چی نے پوچھا۔

''اتنا بھاری بھاری محسوس ہو رہا ہے۔ کبھی کبھی سٹیشن پر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے لگتا ہے کہ پاؤں من من بھر کے ہو گئے۔ یہ کوئی اچھا سال ثابت نہیں ہوا بدن میں جان کم ہوتی جا رہی ہے۔''

''کیکو کو پریشان ہو رہی تھی۔ کہتی ہے آپ تھکے تھکے معلوم ہوتے ہیں۔''

''میں زمین میں پچاس ہزار برس آرام کرنا چاہتا ہوں .....اس طرح کی بات کی تھی میں نے اس سے۔''

شوئی چی نے اس پر تجسس آمیز نظر ڈالی۔

''اخبار میں پرانے کنولوں کے بارے میں کچھ چھپا تھا۔ یاد ہے؟ بعض قدیم وقتوں کے کنول جن کے بیج پھوٹ آئے اور بالآخر پھول آ گئے۔''

''اوہ؟'' شوئی چی نے سگریٹ سلگایا۔ ''آپ نے کیکو کو سے پوچھا کہ اسے حمل ٹھہر گیا ہے۔ بہت ہڑبڑائی ہوئی تھی۔''

''میرے خیال میں ابھی کچھ کہنا مشکل ہے۔''

''اور کینو کے بچے کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہو؟ وہ زیادہ اہم ہے۔''

شوئی چی اور اڑنگے میں تو آ گیا تھا مگر الٹ پڑا۔ ''مجھے پتا چلا ہے۔ آپ اس سے ملنے

گئے تھے۔ رقم دینے تا کہ اس کے آنسو پنچھ جائیں۔ ایسا کرنے کی کوئی ضرورت تو تھی نہیں۔''

''یہ بات تم نے کب سنی؟''

''اوہ، ادھر ادھر کہیں سے سننے میں آئی۔ آپ کو پتا ہے ہم الگ ہو چکے ہیں۔''

''بچہ تمہارا ہے؟''

''اوہ، کینو کہتی ہے نہیں ہے۔''

''اس بات کا تعلق تمہارے اپنے ضمیر سے ہے'' شنگو کی آواز کانپ رہی تھی۔ ''اس بارے میں کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''میری رائے میں یہ اس طرح کا معاملہ نہیں جس میں ضمیر سے کوئی خاص مدد مل سکتی ہو۔''

''کہ کہنے سے کیا مطلب ہے تمہارا''؟

''فرض کیجئے میں دکھی ہوں۔ میرے دکھی ہونے سے اس عورت کو کوئی فرق پڑے گا؟ کسی طرح کا جنون ہے اسے اور جنونی بن کر بچہ جننے پر تلی ہوئی ہے۔''

''وہ تم سے زیادہ دکھی ہے اور کیکو کو بھی۔''

''ہم الگ ہو چکے ہیں اور اب میں جان گیا ہوں کہ اس نے ہمیشہ وہی کچھ کیا جو اس کا دل چاہتا تھا۔''

''اور تمہارے لیے اتنا جان لینا ہی کافی ہے؟ اصل میں تم یہ معلوم کرنا ہی نہیں چاہتے کہ بچہ تمہارا ہے یا کسی اور کا؟ یا تمہارا ضمیر تمہیں بتا چکا ہے؟''

شوئی چی نے جواب نہیں دیا۔ اپنی بڑی بڑی آنکھیں جھپکتا رہا جو اتنی خوبصورت تھیں کہ لگتا ہی نہیں تھا کسی مرد کی ہیں۔

شنگو کے ڈیسک پر سیاہ حاشیے والا ایک پوسٹ کارڈ رکھا تھا۔ سرطان کا مریض کچھ زیادہ ہی جلد فوت ہو گیا تھا حالاں کے یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ اگر مرض معمول کے مطابق بڑھتا رہا اور کوئی پیچ نہ پڑا تو وہ کچھ دیر اور زندہ رہے گا۔

کیا کسی اور نے اسے زہر فراہم کر دیا تھا؟ شاید مریض نے شنگو ہی سے نہیں دوسرے لوگوں سے بھی کہا تھا کہ اسے زہر لا دیا جائے۔ یا شاید اس نے خودکشی کرنے کا کوئی اور طریقہ ڈھونڈ لیا تھا۔

تانی زاکی ائیکو کا خط بھی آیا تھا۔ وہ کسی اور دکان میں ملازم ہو گئی تھی۔ آگے جا کر خط میں یہ

MashalBooks.org

بھی تھا کہ کینو بھی پہلی والی دکان کو تھوڑے دن بعد چھوڑ گئی تھی اور نو مازو میں گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہی ہے۔ اس نے ائیکو کو بتایا تھا کہ وہ کوئی چھوٹا موٹا نجی کاروبار شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے ٹوکیو میں بہت زیادہ پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ائیکو نے اس بات کا ذکر تو نہیں کیا تھا مگر معلوم یہی ہوتا تھا کہ کینو نے جاپے سے فارغ کی غرض سے نو مازو میں اپنے لئے کوئی کنج تنہائی تلاش کر لیا ہے۔

کیا بات وہی تھی جو شوئی چی نے کہی تھی؟ یعنی وہ دوسروں کو بالکل خاطر میں نہ لاتے ہوئے من مانی کرتی رہتی تھی۔ اسے نہ شوئی چی کی کوئی پروا تھی نہ خود شنگو کی۔

وہ کچھ دیر بیٹھا کھوئی کھوئی نظروں سے روشن دھوپ کو دیکھتا رہا۔

مسز اکید، جواب تنہا رہ گئی، کیا کر رہی ہو گی؟

شنگو نے سوچا کہ مسز اکیدا یا ائیکو سے ملنا چاہیے تا کہ کینو کا احوال معلوم ہو سکے۔

سہ پہر کو وہ تعزیت کے لیے متوفی کے گھر والوں کے پاس گیا۔ اسے پہلی دفعہ پتا چلا کہ بیوی سات سال پہلے فوت ہو چکی تھی۔ وہ شخص بظاہر اپنے بڑے بیٹے کے پاس رہتا تھا اور گھر میں پانچ بچے تھے۔ شنگو کو لگا کہ بیٹے یا پوتوں میں سے کسی کی شکل مرنے والے سے نہیں ملتی۔

شنگو کو شبہ تھا کہ خودکشی کی گئی ہے۔ لیکن ظاہر ہے اس سلسلے میں کوئی پوچھ گچھ کرنا ممکن نہ تھا۔

تابوت کے پاس جو پھول رکھے تھے۔ ان میں دیوازادگل داؤدی سب سے نمایاں تھے۔

شنگو اپنی سیکرٹری کے ساتھ ڈاک دیکھ رہا تھا کہ غیر متوقع طور پر کیکو کو کا فون آ گیا۔ اسے ڈر لگا کہ کوئی سانحہ پیش نہ آ گیا ہو گا۔

''تم کہاں ہو؟ ٹوکیو میں؟''

''جی۔ میکے آئی ہوئی ہوں۔'' اس کی آواز سے شوخی بھری ہنسی پھوٹی پڑ رہی تھی۔ ''امی نے کہا کہ کسی سلسلے میں مجھ سے بات کرنی ہے اور میں یہاں چلی آئی اور پتا چلا کہ بات خیر سے کچھ بھی نہیں۔ امی کو بس اکیلا پن محسوس ہو رہا تھا اور میری صورت دیکھنا چاہتی تھیں۔

''اوہ؟'' نرماہٹ کا جو احساس شنگو کے سینے میں پھیلتا چلا گیا اس کی وجہ صرف یہ نہ ہو سکتی تھی کہ فون پر کانوں میں رس گھولنے والی لڑکیوں جیسی آواز اس تک آ رہی ہے۔

''کیا آپ تھوڑی دیر میں گھر چلے جائیں گے؟'' کیکو کو نے پوچھا۔

''ہاں۔ اور تمہارے ہاں سب لوگ ٹھیک ہیں؟''

MashalBooks.org

''بالکل ٹھیک ہیں۔سوچتی تھی کہ آپ کے ساتھ گھر چلی چلوں۔جی چاہ رہا ہے۔''

''اب تم یہاں آ گئی ہو تو ایسی کیا جلدی۔اطمینان سے آ جانا۔میں شوئی چی کو بتا دوں گا۔''

''میں چل پڑنے کو تیار ہوں۔''

''تو پھر یوں کرو دفتر آ جاؤ۔''

''اس میں کوئی حرج تو نہیں؟ سوچ رہی تھی کہ سٹیشن جا کر آپ کا انتظار کروں۔''

''نہیں۔ادھر ہی آ جاؤ۔تمہاری شوئی چی سے بات کرا دوں؟ ہم تینوں رات کا کھانا کھا لیں گے کہیں۔''

''آپریٹر نے بتایا کہ وہ اپنی سیٹ پر نہیں ہیں۔''

''اوہ؟''

''میں گھر سے اسی وقت روانہ ہو سکتی ہوں۔''

شنگو کو محسوس ہوا کہ جسم میں گرمی کی لہر دوڑ گئی ہے اور کھڑکی سے پرے پھیلا شہر زیادہ روشن اور صاف معلوم ہونے لگا۔

MashalBooks.org

پت جھڑ میں مچھلی

اکتوبر کی صبح تھی۔ ٹائی باندھتے ہوئے شنگو نے محسوس کیا کہ اس کے ہاتھ صحیح کام نہیں کر رہے۔

''ایک منٹ ٹھہرانا'' وہ رکا اور اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار نظر آنے لگے۔ ''کس طرح باندھتے ہیں؟''

اس نے ٹائی کھول کر دوبارہ باندھنے کی کوشش کی اور اس دفعہ بھی ناکام رہا۔

وہ ٹائی کے دونوں سروں کو کھینچ کر منہ کے سامنے لایا اور سوالیہ انداز میں انہیں دیکھنے لگا۔

''کیا بات ہوگئی''؟

کیکو کو اس کے پیچھے، ذرا ایک طرف کو ہو کر، کوٹ لئے کھڑی تھی۔ وہ گھوم کر شنگو کے سامنے آ گئی۔

''مجھ سے ٹائی نہیں بندھ رہی۔ بہت عجیب بات ہے۔''

اس نے آہستہ آہستہ اور بے ڈھنگے پن سے ٹائی کا ایک سرا انگلی کے گرد لپیٹا اور اسے پھندے میں سے کھینچنا چاہا لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ عجیب سی گانٹھ پڑ گئی۔ اس کارکردگی کو بیان کرنے کے لئے لفظ ''عجیب'' موزوں ترین تھا لیکن شنگو کے چہرے پر خوف اور مایوسی رقم تھی۔

لگتا تھا چہرے پر یہ کیفیت دیکھ کر کیکو کو چونک اُٹھی۔ ''ابا جان!'' وہ چیخی۔

''میں کیا کروں؟''

شنگو یوں کھڑا رہا جیسے اتنی سکت بھی نہ رہی ہو کہ یاد کرنے کی کوشش ہی کر سکے۔

خاموشی سے دیکھے چلے جانا جب کیکو کی برداشت سے باہر ہو گیا تو وہ کوٹ بازو پر ڈالے اس کے قریب آ گئی۔

''کس طرح باندھتے ہیں؟''

کچھ بدحواس ہو کر کیکو نے ٹائی ہاتھ میں لی۔ شنگو کی بوڑھی آنکھوں کی اس کے ہاتھ دھندلے دھندلے دکھائی دیے۔

''یہی تو بھول گیا ہوں۔''

''لیکن روزانہ آپ خود ہی باندھتے ہیں۔''

MashalBooks.org

''باندھتا تو ہوں۔''

آخر اس صبح وہ اچانک ایک ایسے عمل کو کیسے بھول گیا جسے اپنے دفتری کیریر کی چالیس سالہ زندگی میں ہر صبح دہراتا آیا تھا؟ اس کے ہاتھوں کو خود بخود حرکت میں آجانا چاہیے تھا۔ اسے بے دھیانی کے عالم میں بھی ٹائی باندھنے میں دقت پیش نہ آنی چاہیے تھی۔

شنگو کو محسوس ہوا کہ وہ ڈھے گیا ہے، خود کو کھو بیٹھا ہے۔

''میں روز صبح کے وقت آپ کو ٹائی باندھتے دیکھتی ہوں'' کیکو کو نے متانت آمیز لہجے میں کہا، ٹائی کو بلدیا، پھر سیدھا کیا اور دوبارہ بل دینے لگی۔

خود کو کلی طور پر کیکو کو کے حوالے شنگو کسی ایسے چھوٹے، لاڈلے بچے کے مانند ہو گیا جو کسی وجہ سے محسوس کر رہا ہو کہ اس کا پرسان حال کوئی نہیں۔

کیکو کو کے بالوں کی خوشبو اس تک پہنچی۔

''مجھ سے نہیں بندھتی'' کیکو کو کا منہ لال ہو گیا۔

''تم نے کبھی شوئی چی کی ٹائی نہیں باندھی؟''

''نہیں۔''

''صرف کھولی ہے، وہ بھی اس وقت جب وہ نشے میں دھت گھر آیا ہو۔''

وہ ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو گئی اور ٹائی کو تکنے لگی۔ اس کے کندھے اکڑے ہوئے تھے۔

''امی کو شاید آتی ہو۔'' کیکو کو نے آخر کار رہوا سانس نکالتے ہوئے کہا۔ ''امی'' اس نے آواز دی۔ ''ذرا ادھر آیئے گا؟ ابا جان کہتے ہیں کہ ان سے ٹائی نہیں بندھ رہی۔''

''یہ کیا بات ہوئی؟ کیوں نہیں بندھ رہی آخر''؟ یاسوکو کے چہرے سے تاثر ملتا تھا کہ ایسی مہمل بات ہے اسکا پہلے کبھی واسطہ نہیں پڑا۔ ''وہ خود کیوں نہیں باندھ سکتے۔''

''کہتے ہیں کہ بھول گئے کیسے باندھی جاتی ہے۔''

''کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے اور میں سب کچھ بھول چکا ہوں۔ بڑی عجیب بات ہے۔''

''واقعی بڑی عجیب بات ہے۔''

کیکو کو ایک طرف ہو گئی اور اس جگہ یاسوکو نے سنبھال لی۔

''لگتا ہے خود مجھے بھی کوئی زیادہ اچھی طرح یاد نہیں۔'' یاسوکو نے ٹائی کو ہاتھ میں لیتے ہوئے شنگو کی ٹھوڑی کو ٹہوکا دے کر اوپر کیا۔ شنگو نے آنکھیں میچ لیں۔

MashalBooks.org

لگتا تھا یاسو کو کسی طرح ٹائی کو گرہ دے رہی ہے۔

شاید گدی پر دباؤ محسوس ہونے کی وجہ سے شنگو کو لگا کہ اس کو چکر سے آ رہے ہیں اور اس کے بند پپوٹوں کے سامنے سے گرتے برف کی سنہری دھند تیزی سے گزری۔ کسی اولانش سے وجود میں آنے والی برفانی دھند جو شام کی روشنی میں سنہری نظر آ رہی تھی۔ اسے خیال آیا کہ اولانش کی گرج سنائی دے رہی ہے۔

سٹپٹا کر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ کوئی رگ پھٹ جانے سے کہیں خون تو نہیں پھوٹ نکلا؟

کیکو کو یاسو کو کے ہاتھوں پر نظر جمائے دم بخود کھڑی تھی۔

یہ اولانش وہ تھا جو اس نے لڑکپن میں دیکھا تھا۔ اس کا گھر پہاڑی علاقے میں واقع تھا۔

گرہ لگ چکی تھی اور اب آ کر میں یاسو کو گرہ کو ادھر ادھر سے کھینچ تان کر ٹھیک کرنے میں مشغول تھی۔

''ہاں۔''

جب اس نے گرہ کو ہاتھ لگا کر دیکھنا چاہا تو اس کی انگلیاں یاسو کو انگلیوں سے مس ہو گئیں۔

اسے یاد آیا کہ کالج سے فارغ ہونے کے بعد جب اس نے پہلی مرتبہ طالب علموں کی مخصوص تنگ کالر والی وردی اتار کر عام کاروباری سوٹ پہنا تھا تو گلے میں ٹائی یاسو کو کی حسین بہن نے باندھی تھی۔

شنگو نے منہ وارڈ روب پر لگے آئینے کی طرف کر لیا تا کہ کیکو کو اور یاسو کو سے آنکھیں چار نہ کرنی پڑیں۔

''یہ تو خوب کام بن گیا۔ اچھا تو بڑھاپے نے آخر کار مجھے آ ہی لیا۔ جس وقت آدمی کو اچانک یہ پتا چلے کہ اپنی ٹائی بھی خود نہیں باندھ سکتا تو پاؤں تلے سے زمین نکل جاتی ہے۔''

یاسو کو نے جس سہولت سے ٹائی کو گرہ دی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ شادی کے ابتدائی دنوں میں یہ کام وہی انجام دیتی رہی ہو گی لیکن شنگو کو یاد نہ آیا کہ یہ کب کی بات ہو سکتی ہے۔

یا شاید بہن کی وفات کے بعد وہ بہن کا گھر بار سنبھالنے گئی تھی تو اپنے حسین و جمیل بہنوئی کی ٹائی باندھتی رہی تھی۔

کیکو کو، پریشانی کے عالم میں، جلدی سے پاؤں میں سینڈل اڑا کے، اسے گیٹ تک

چھوڑنے آئی۔

''آج شام کہیں آنے جانے کا پروگرام ہے؟''

''کوئی مصروفیت نہیں۔ جلد گھر آجاؤں گا۔''

''بہت جلد آجایئے گا۔''

جب ٹرین اوفونا سے آگے نکل آئی تو خزاں کی نیلاہٹ میں کوہ فوجی کی طرف دیکھتے دیکھتے شنگو نے ٹائی کی گرہ کو دوبارہ ہاتھ لگا کر دیکھا۔ پتا چلا کہ گرہ لگاتے وقت دائیں بائیں کی غلطی ہوگئی ہے۔ یاسوکو نے، جو اس کے روبرو تھی، بایاں سرا لمبا کر دیا تھا۔

شنگو نے ٹائی کھولی اور کسی دقت کے بغیر دوبارہ باندھ لی۔

مشکل سے یقین آتا تھا کہ کچھ دیر پہلے وہ ٹائی باندھنے کا طریقہ بھول چکا تھا۔

2

شنگو اور شوئی چی کا ایک ہی ٹرین سے گھر آنا کوئی غیر معمولی بات نہ رہی تھی۔

یوکوسوکا لائن پر عموماً ہر آدھے گھنٹے بعد ٹرین چلتی لیکن رش کے اوقات میں ٹرینوں کی تعداد بڑھا دی جاتی۔ ہر پندرہ منٹ بعد ٹرین روانہ ہوتی۔ کبھی کبھی رش کے اوقات میں چلنے والی ٹرینوں پر معمول کے مطابق چلنے والی ٹرینوں سے کم بھیڑ ہوتی۔

ٹوکیو سٹیشن پر ایک نوجوان لڑکی آکر ان کے سامنے والی ایک سیٹ پر بیٹھ گئی۔

''پلیز'' یہ سیٹ میرے لئے روکے رکھئے گا'' اس نے شوئی چی سے کہا اور سیٹ پر لال رنگ کا سویڈ ہینڈ بیگ رکھ دیا۔

''دونوں سیٹیں؟''

لڑکی نے ہونٹوں ہونٹوں میں جو جواب دیا وہ پوری طرح سننے میں نہ آیا۔ بہرحال، جب وہ مڑ کر ڈبے سے باہر جانے لگی تو چہرے پر، جس پر کچھ زیادہ ہی پاؤڈر لگا ہوا تھا، جھینپ کے کوئی آثار نہ تھے۔ کوٹ کے تنگ شانے بہت دل فریب انداز میں اوپر اٹھے ہوئے تھے۔ ڈیل ڈول میں دھیما سا بانک پن تھا اور کوٹ بغیر کسی جھول کے جسم پر چسپاں تھا۔

شنگو چکر میں پڑ گیا۔ شوئی چی نے کیسے تاڑ لیا کہ لڑکی دونوں سیٹیں رکوانا چاہتی ہے؟ معلوم ہوتا تھا کہ اس طرح کی باتیں بھانپنے کی اس میں خداداد صلاحیت ہے۔ لیکن وہ یہ کیسے جان گیا کہ

لڑکی کو کسی کا انتظار ہے؟

بہر کیف، بیٹے نے پہل کرتے ہوئے یہ بات سمجھا دی تو خود شنگو کو بھی یہ بہت قرین قیاس معلوم ہونے لگا کہ لڑکی اپنے ساتھی کو تلاش کرنے گئی ہے۔

لڑکی ویسے تو کھڑکی کے ساتھ جس سیٹ پر بیٹھی گئی وہ شنگو کے عین سامنے تھی لیکن جب بات کرنی چاہی تو شوئی چی سے مخاطب ہوئی۔ اس کی کیا وجہ تھی۔ شاید اس لئے کہ جب وہ اُٹھی تو خود کو شوئی چی کے روبرو پایا۔ اور پھر یہ بات بھی شاید ہو کہ عورتوں کو دونوں میں سے شوئی چی زیادہ ملنسار معلوم ہوتا تھا۔

شنگو نے بیٹے کے نیم رخ نظر آنے والے چہرے کی طرف دیکھا۔

شوئی چی شام کا اخبار پڑھ رہا تھا۔

لڑکی ٹرین پر لوٹ آئی اور کھلے دروازے کے فریم کو تھام کر پلیٹ فارم کا ایک سرے سے دوسرے سرے تک جائزہ لینے لگی۔ جس نے اس سے سٹیشن پر آ ملنے کا وعدہ کیا تھا وہ بظاہر پہنچا نہیں تھا۔ وہ سیٹ کی طرف آئی تو اس کا ہلکے رنگ کا کوٹ کندھوں سے پلو تک کسی جھول یا سلوٹ کے بغیر ہمواری سے جسم کو ڈھانپے نظر آیا۔ کوٹ کے پاکھوں کو ملائے رکھنے کیلئے گریبان میں بڑا سا بٹن لگا تھا۔ جیبیں بہت نیچے اور بالکل سامنے کی طرف تھیں۔ وہ ایک ہاتھ جیب میں ڈالے، سیٹوں کے درمیان بنے ہوئے راستے پر کمر لچکا لچکا کر چلتی ہوئی، اپنی سیٹ تک آئی۔ کوٹ کی تراش، قدرے اولو ہونے کے باوجود، بہت بھلی لگ رہی تھی۔

اس دفعہ وہ شوئی چی کے بالمقابل آ بیٹھی اور بار بار دروازے کی طرف دیکھتی رہی۔ معلوم ہوتا تھا کہ رستے کے ساتھ والی سیٹ اس سے چنی ہی اس لئے تھی کہ وہاں سے دروازے کو دیکھنا آسان تھا۔

ہینڈ بیگ اب بھی شنگو کے سامنے والی سیٹ پر پڑا تھا۔ شکل میں ایسے بڑے بیلن سے مشابہ جسے چپٹا کر دیا گیا ہو۔ اس میں بڑا سا بکسوا لگا تھا۔

بندوں میں لگے ہیرے بلاشبہ نقلی تھے مگر تھے بڑے آب دار۔ متناسب، بھرے بھرے چہرے پر چوڑی ناک نمایاں۔ چھوٹا سا سڈول منہ۔ موٹی بھویں، بل کھا کر اوپر کی طرف جانے کو مائل۔ انہیں تراش کر چھوٹا کیا ہوا۔ چوڑی آنکھوں کی کشش بھی یکساں طور رپ دل آویز لیکن آنکھوں کے کنوں تک پہنچتے پہنچتے بس ہوتی ہوئی۔ جبڑا بھرا بھرا اور توانا۔ ان مختلف خصوصیتوں

کے ایک جگہ جمع ہونے سے ایسی شکل وجود میں آ گئی تھی جو اپنے طور پر خوبصورت تھی۔

آنکھوں میں ایک طرح کی اکتاہٹ تھی۔ شنگو کو اس کی عمر کا اندازہ لگانے میں دقت ہوئی۔

ڈبے کے دروازے میں یکا یک لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ شنگو کی اور لڑکی کی آنکھیں دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ پانچ چھ مرد، جو بظاہر کسی تفریحی سفر سے لوٹ کر گھر جا رہے تھے، میپل کی بڑی بڑی ٹہنیاں اُٹھائے، ٹرین پر سوار ہوئے۔

پتوں کا گہرا سرخ رنگ غماز تھا کہ انہیں کسی ٹھنڈے پہاڑی علاقے سے لایا گیا ہے۔

تھوڑی دیر بعد، ان کی پرغوغا گفتگو سے پتا چلا کہ وہ اے چی گو کے پہاڑی علاقے میں بہت اندر تک ہو کے آئے ہیں۔

شنگو نے شوئی چی سے کہا۔ ''شن شو میں میپل اپنے جوبن پر ہوں گے۔''

بہرحال، وہ اپنے پرانے گھر کے پہاڑوں پر اگنے والے جنگلی میپلوں کے بارے میں کم سوچ رہا تھا۔ زیادہ خیال گملے میں لگے قرمزی پتوں والے اس میپل کا آیا جو یاسوکو کی بہن کی وفات کے وقت یادگاری تختیوں کے درمیان رکھا تھا۔

ظاہر ہے اس وقت تک شوئی چی پیدا نہ ہوا تھا۔

وہ سرخ پتوں کو تکتا رہا جو اس قدر شوخ رنگ کی زبانی موسم کی کہانی سنا رہے تھے۔

شنگو اپنے آپ میں آیا۔ لڑکی کا باپ اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

تو وہ باپ کا انتظار کر رہی تھی۔ یہ سوچ کر شنگو کے دل کو کسی طرح تسلی ہو گئی۔

باپ کی ناک بھی چوڑی تھی، بیٹی کی ناک سے اس قدر مشابہ کہ اس یکسانیت سے مرتب ہونے والا اثر تقریباً مضحکہ خیز تھا۔ بالوں کا خط آغاز بھی ایک جیسا تھا۔ باپ نے سیاہی مائل فریم کی عینک لگا رکھی تھی۔

باپ بیٹی نے نہ تو آپس میں بات کی نہ ایک دوسرے کی طرف دیکھا، جیسے اجنبی ہوں۔

ابھی ٹرین ٹوکیو کے مضافات کے باہر بھی نہ پہنچی تھی کہ باپ سو گیا۔ لڑکی نے بھی آنکھیں بند کر لیں۔ دونوں کی پلکیں تک ایک جیسی معلوم ہو رہی تھیں۔

شوئی چی میں شنگو کی اتنی زیادہ مشابہت نہیں تھی۔

اگرچہ شنگو کو انتظار تھا کہ دونوں آپس میں، ایک بار ہی سہی، کوئی بات تو کریں لیکن کسی وجہ سے اس مکمل بے اعتنائی پر اسے رشک آیا۔

MashalBooks.org

اس میں کوئی شک نہ تھا کہ وہ کسی پرامن خاندان کے رکن تھے۔

لہٰذا جب یوکوہاما پہنچ کر لڑکی ٹرین سے اکیلی ہی اتر گئی تو شنگو بھونچکا رہ گیا۔

درحقیقت وہ باپ بیٹی نہیں بلکہ مکمل اجنبی تھے!

شنگو کو محسوس ہوا کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔

جب وہ یوکوہاما میں رکے تو مرد نے آنکھیں تھوڑی تھوڑی کھولیں اور اول جلول انداز میں دوبارہ سو گیا۔

لڑکی چلی گئی تھی تو اب سامنے سویا ہوا ادھیڑ عمر کا آدمی شنگو کو اول جلول معلوم ہونے لگا تھا۔

3

شنگو نے کہنی سے شوئی چی کا ٹہوکا دیا۔ ''تو وہ باپ بیٹی نہ تھے۔''

شنگو کو اُمید تھی کہ شوئی چی اس بات میں دلچسپی لے گا مگر شوئی چی نے کوئی خاص دلچسپی ظاہر نہ کی۔

''تم نے انہیں دیکھا کہ نہیں''

شوئی چی رواروی میں سر ہلایا۔

''بہت عجیب بات ہے۔''

شوئی چی کو معاملہ مطلعق عجیب معلوم نہ ہوا۔

''شکلیں آپس میں ملتی تھیں۔''

''ہاں، میرے خیال میں ملتی تو تھیں۔''

آدمی سویا پڑا تھا۔ ویسے بھی شنگو کی آواز ٹرین کے شور میں دب کر رہ جاتی۔ لیکن پھر بھی یہ نامناسب معلوم ہوا کہ بلند آواز میں کسی ایسے شخص کے بارے میں رائے زنی کی جائے جو سامنے موجود ہو۔

شنگو نے نظر ہٹا لی۔ آدمی کی طرف دیکھتے رہنے پر بھی اسے جرم کا احساس ہوا۔ اور نظر ہٹائی تو اس پر اداسی چھا گئی۔

پہلے تو وہ اس آدمی کی وجہ سے اداس ہوا اور پھر اداسی کا رخ خود اس کی اپنی طرف ہو گیا۔

ٹرین ہودوگایا سے تو تسوکا جا رہی تھی۔ بیچ میں دور تک کوئی سٹیشن نہ تھا۔

MashalBooks.org

خزاں کے آسمان پر اندھیرا چھاتا جا رہا تھا۔

آدمی شنگو سے چھوٹا تھا لیکن پھر بھی پچپن اور ساٹھ کے درمیان تھا۔ اور وہ لڑکی ..... کیا عمر میں شاید کیکوکو کے برابر ہوگی؟ اس میں کوئی کیفیت ایسی نظر نہ آئی تھی جو کیکوکو کی آنکھوں کے اجلے پن سے مطابقت رکھتی ہو۔

لیکن، شنگو حیران ہو کر سوچتا رہا، یہ کیوں کر ہوا کہ لڑکی اس شخص کی اولاد نہ تھی؟

اس مسئلے پر اس نے جتنا غور کیا اس کا استعجاب اتنا ہی بڑھتا گیا۔

ایک دوسرے سے اتنی زیادہ مشابہت رکھنے والے لوگ بھی دُنیا میں ہیں کہ انہیں صرف ماں یا باپ اور اولاد ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ بہرحال، یہ مشکل نظر آتا ہے کہ ایسے لوگ بڑی تعداد میں موجود ہوں۔ غالباً دُنیا بھر میں صرف ایک ہی مرد تھا جو اس لڑکی کا جوڑ ہو سکتا تھا، صرف ایک ہی لڑکی تھی جو اس مرد کا جوڑ بن سکتی تھی۔ دونوں میں سے ہر ایک کیلئے بس ایک مرد یا ایک لڑکی۔ اور شاید دراصل دُنیا بھر میں صرف ایک ایسا جوڑا تھا۔ وہ اجنبیوں کی طرح زندگی کزار رہے تھے اور کوئی اشارہ نہ ملتا تھا کہ ان کے درمیان کوئی رشتہ موجود ہے۔ شاید وہ ایک دوسرے کے وجود سے بھی بے خبر تھے۔

اور محض اتفاق سے اُنہوں نے ایک ہی ٹرین پر سفر کیا۔ پہلی مرتبہ یکجا ہوئے اور شاید آئندہ ان کی کبھی ملاقات نہ ہوگی۔ انسانی زندگی کی مدت میں، تیس منٹ۔ ایک دوسرے سے بات کئے بغیر بچھڑ گئے۔ پہلو بہ پہلو بیٹھے رہے۔ ایک دوسرے کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا تک نہیں۔ اور نہ یہ مشابہت ان دونوں میں سے کسی کی توجہ میں آ سکتی تھی۔ اور یہ جانے بوجھے بغیر کہ اُنہوں نے ایک کرامات میں حصہ لیا ہے وہ جدا ہو گئے۔

اور اس بات کی اعجوبگی نے صرف ایک آدمی کو متاثر کیا تھا اور وہ غیر تھا۔

شنگو حیران ہوتا رہا کہ آیا اس تمام واقعے کے اتفاق شواہد ہونے کے ناطے وہ بھی کرامات میں حصہ لے چکا ہے۔

اس کا مطلب کیا تھا کہ ایک مرد اور عورت کو تخلیق کیا گیا جو باپ بیٹی معلوم ہوتے تھے اور ان کی پوری زندگیوں میں سے صرف آدھا گھنٹا نکال کے، شنگو کو دکھانے کے لیے، انہیں پہلو بہ پہلو بٹھایا گیا؟

وہاں وہ ایک مرد کے گھٹنے سے گھٹنا بھڑائے بیٹھی رہی جو صرف اس کا باپ ہو سکتا تھا۔ اور

یہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ اسے جس کا انتظار تھا وہ نہ آیا تھا۔

شنگو بڑبڑا کر خود سے بس اتنا ہی پوچھ سکا کہ کیا انسانی زندگی میں یہی ہوا کرتا ہے؟

جب ٹرین توتسو کا پہنچ کر رکی تو وہ آدمی کچھ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ سامان رکھنے کے خانے سے ہیٹ اٹھاتے اُٹھاتے شنگو کے قدموں میں گرادیا۔ شنگو نے ہیٹ اُٹھا کر اس کے حوالے کیا۔

''شکریہ۔''

اس نے ہیٹ کو جھاڑنے کی زحمت بھی نہ کی۔ ویسے ہی سر پر رکھا لیا۔

''نہایت عجیب وغریب'' شنگو نے آخر کار محسوس کیا کہ وہ بنا کھٹکے بات کرسکتا ہے۔'' وہ اجنبی تھے۔''

''ان کی شکلیں ملتی تھیں مگر پہناوَا نہیں ملتا تھا۔''

''پہناوَا''؟

''عورت کو اپنے حلیئے کا خیال تھا اور مرد پر پھٹکار برس رہی تھی۔''

''مگر یہ تو ہوتا ہی آیا ہے ..... لڑکیاں اپنے بہترین لباس میں بنی ٹھنی اور ابا جی چیتھڑے ہلگائے۔''

''ان کے کپڑوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔''

شنگو کو سر ہلا کر تائید کرنی پڑی۔ ''لڑکی یوکوہاما میں اتر گئی۔ اور اس کے جانے کی دیر تھی کہ مجھے بھی لگا جیسے مرد کی حالت ابتر ہوگئی ہو۔''

''اس کی حالت شروع سے ابتر چلی آرہی تھی۔''

''لیکن یہ سب اتنی جلدی جلدی ہوا۔ نہ معلوم کیوں، دل پر چوٹ لگی۔ اس آدمی کی عمر مجھ سے خاصی کم تھی۔''

''خیر، اب اس بارے میں شک کی کوئی گنجائش نہیں رہی'' شوئی چی نے بات کو مذاق میں ٹالنا چاہا۔

''نوجوان لڑکی ساتھ ہو تو بڈھوں کے منہ پر بھی رونق آجاتی ہے۔ ابا جی، اپنے بارے میں آپ کیا کہنا چاہیں گے؟''

''تم نوجوان لوگ جلتے ہو۔''

''قطعاً نہیں، اگر کوئی خوش شکل مرد کسی خوبرو عورت کے ساتھ نظر آئے تو خلش سی محسوس

ہوتی ہے اور اگر لڑکی حسین ہو تو بدصورت بوڑھے پر ترس آنے لگتا ہے۔ آیئے، حسیناؤں کو بوڑھوں کے پاس ہی رہنے دیں۔''

لیکن شنگو اب تک اسی جوڑے کے نرالے پن میں کھویا ہوا تھا۔

''شاید وہ اصل میں باپ بیٹی ہیں۔ شاید ایسی لڑکی ہے جسے باپ گھر سے باہر کسی کے بطن سے پیدا کرنے کے بعد چھوڑ چھاڑ کر چلا آیا۔ ان کا آپس میں کبھی تعارف نہیں ہوا اور انہیں معلوم ہی نہیں کہ ان میں باپ بیٹی کا رشتہ ہے۔

شوئی چی کسی اور طرف دیکھنے لگا۔

شنگو را سا چونکا کہ وہ کیا بات کہہ گیا ہے۔

بہر حال، جب اشارے کنائے میں چوٹ کر ہی دی تو بات آگے بڑھانے کے سوا چارہ نہ تھا۔ ''بیس سال بعد شاید ایسا ہی کوئی واقعہ تمہارے ساتھ پیش آجائے۔''

''تو یہ تھی وہ بات جو آپ کہنے کی کوشش کر رہے تھے، یہی تھی نا؟ خیر، جہاں تک میرا تعلق ہے میں اس طرح کا جذباتیت زدہ تقدیر پرست نہیں ہوں۔ گولیاں سیٹیاں بجا بجا کر میرے کانوں کے نزدیک سے گزرتی رہیں اور ایک بھی مجھے نہیں لگی۔ کیا پتا، چین یا بحرالکاہل کے جزیروں سے گزرتی رہیں اور ایک بھی مجھے نہیں لگی۔ کیا پتا، چین یا بحرالکاہل کے جزیروں پر کہیں میرے ایک دو بچے موجود ہوں جب آدمی کے کان کے پاس سے گولیاں سیٹیاں بجاتی گزرتی رہی ہوں تو اپنی ہی حرام کی اولاد سے ملاقات ہو جانے اور اسے پہچان نہ پانے کی سرے سے کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ آدمی کی زندگی کو تو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ اور اس کی کیا ضمانت ہے کہ کینو کے لڑکی ہوگی اور جب وہ کہہ چکی ہے کہ بچہ میرا نہیں تو میں اور کچھ معلوم کرنا نہیں چاہتا۔''

''جنگ کے دنوں کے بات اور ہے، امن کے دنوں کی اور۔''

''لیکن شاید ایک اور جنگ چھڑنے والی ہے اور شاید پچھلی جنگ مجھ جیسے لوگوں کے اعصاب پر آج بھی سوار ہے۔ اب بھی ہمارے اندر کہیں نہ کہیں جاری ہے۔''

شوئی چی نے کچھ درشتی سے کہا۔ ''لڑکی میں کوئی بات تھی جو تھوڑی سی عجیب لگ رہی تھی اور آپ اس پر مائل ہو گئے اور لگے طرح طرح کے خیالی تانے بانے جوڑنے۔ عورت بس ذرا سی مختلف دکھائی دی اور مرد شرطیہ اس کے جال میں پھنسا۔''

''اور اس میں حرج بھی کوئی نہیں، کیوں؟ عورت ذرا سی مختلف ہوئی تو اس حاملہ کر کے چلتے

بنے تا کہ پیدا ہونے والے بچے کو آپ سنبھالتی پھرے؟''

شنگو خاموش ہو گیا۔

''وہ عورت جو یوکو ہاما پہنچ کر اتر گئی .....وہ اپنی مرضی کی مالک ہے۔ بالکل آزاد .....''

''آزاد؟''

''وہ شادی شدہ نہیں اگر آپ اسے بلائیں تو آپ کے پاس آجائے گی۔ شاید کچھ ٹھسا دکھائے لیکن اس کے پاس شریفانہ زندگی گزارنے کے وسائل نہیں اور عدم تحفظ کے احساس سے تنگ آچکی ہے۔''

یہ الفاظ سن کر شنگو کو سخت ذہنی صدمہ پہنچا۔ ''تو اب تم ان پستیوں میں گر چکے ہو'' اس نے کہا۔

''کیکو کو بھی آزاد ہے'' شوئی چی کے لہجے میں للکار تھی۔ ''وہ کوئی سپاہی نہیں، کوئی قیدی نہیں۔''

''اپنی بیوی کے بارے میں یہ کہنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ تم نے اس سے یہ بات کی؟''

''کیا ہو جو یہ بات آپ خود اس تک پہنچا دیں۔''

''تم مجھ سے کہہ رہے ہو کہ اسے میکے بھجوا دوں؟'' شنگو جان لڑا رہا تھا کہ آواز قابو سے باہر نہ ہو۔

''بالکل بھی نہیں۔'' شوئی چی بھی احتیاط سے اپنی آواز کو قابو میں رکھے ہوئے تھا۔ ''ہم کہہ یہ رہے تھے کہ یوکو ہاما اترنے والی لڑکی آزاد تھی۔ آپ انہیں باپ بیٹی جو سمجھتے رہے تو آپ کے خیال میں اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ عمر میں کیکو کے برابر تھی؟''

شنگو گڑبڑا گیا۔ اسے گمان بھی نہ تھا کہ ایسی بات سننی پڑے گی۔ ''بات اتنی تھی کہ چاہے وہ باپ بیٹی نہ سہی مگر ایک دوسرے سے اتنے مشابہ تھے کہ واقعے پر کرامات کا دھوکا ہوا۔''

''جو کچھ دیکھا اس میں کوئی پہلو ایسا نہ تھا جس سے آدمی اتنا زیادہ مرعوب ہو جائے۔''

''میں تو مرعوب ہوا۔'' لیکن یہ جتا دیئے جانے کے بعد کہ اس کے ذہن پر کیکو کو سوار تھی شنگو کو محسوس ہوا کہ اس کا گلا بھچا جا رہا ہے۔

MashalBooks.org

میپل کی ٹہنیوں والے لوگ اوفونا اتر گئے۔

''میپلوں کو دیکھنے شن شو کیوں نہ چلیں؟'' شنگو نے پلیٹ فارم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جہاں ٹہنیاں نظر سے دور ہوتی جا رہی تھیں۔ ''یاسوکو اور کیکو کو بھی ساتھ ہوں۔''

''میرا تو یہ ہے کہ میپل کے پتوں سے مجھے کوئی خاص لگاؤ نہیں۔''

''پرانے پہاڑوں کو ایک مرتبہ اور دیکھنا چاہتا ہوں۔ یاسوکو کہتی ہے کہ اسے خواب دکھائی دیتے ہیں کہ آبائی گھر کھنڈر ہوتا جا رہا ہے۔''

''خراب حالت میں ہے''

''ابھی تو موقع ہے۔ اس کی مرمت کرا دینی چاہئے۔''

''ڈھانچا مضبوط ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ سچ مچ کھنڈر میں تبدیل ہو چلا ہے۔

لیکن آپ نے اس کی مرمت شروع کرا دی تو ..... مرمت کا حاصل کیا؟''

''ملازمت سے فارغ ہو کر شاید ہمیں زندگی گزارنے کیلئے کوئی جگہ درکار ہو اور پھر شاید تمہیں بھی کسی دن شہر دوبارہ چھوڑنا پڑ جائے۔''

''اس مرتبہ میں ساتھ نہیں چلوں گا۔ یہاں ٹھہر کر گھر کی دیکھ بھال کروں گا۔ کیکو کو جا کے پرانا گھر دیکھ آئے۔ وہ آج تک وہاں نہیں گئی۔''

''ان دنوں کیکو کو کس حال میں ہے؟''

''جی، اب میرا معاشقہ جو ختم ہو گیا ہے تو کچھ اکتائی اکتائی نظر آتی ہے۔''

شنگو طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

4

اتوار پھر آ گیا اور لگتا تھا کہ شوئی چی پھر مچھلی والی تلیا چلا گیا ہے۔

بڑے کمرے میں کشن پڑے تھے تا کہ انہیں ہوا لگ جائے۔ شنگو نے انہیں ترتیب سے رکھا اور ان پر، بانہہ پر سر دھر کے، خزاں کی، گرماہٹ بھری دھوپ میں لیٹ گیا۔

وہیں نیچے پتھر کی سیڑھی پر تیرو دھوپ سینک رہی تھی۔

ناشتے کے کمرے میں یاسوکو اخباروں کا مٹھا گھٹنے پہ رکھے مطالعے میں مصروف تھی۔ غالباً دس دن کے اخبار اکٹھے ہو گئے تھے۔

MashalBooks.org

جب کوئی دلچسپ خبر نظر آتی تو شنگو کو سنانے لگتی۔ بیشتر اوقات، شنگو ہاں ہوں میں جواب دینے پر مائل نظر آتا۔

''کاش تم اتوار کو اتنے سارے اخبار پڑھنے کا مشغلہ ترک کر دو'' شنگو نے الکساہٹ سے کروٹ بدلتے ہوئے کہا۔

بیٹھک میں بنے محرابی طاق میں کیکو کو لال کا گالو کیوں کو خوبصورتی سے ترتیب دے رہی تھی۔

''تمہیں پہاڑ پہ ملیں؟''

''جی۔ بہت خوبصورت لگ رہی تھیں۔''

''ابھی باقی ہیں کچھ؟''

''بس چند ایک، پانچ چھ۔''

اس کے ہاتھ میں جو بیل تھی اس سے تین لوکیاں لٹک رہی تھیں۔

ہر صبح شنگو کو، ہاتھ منہ دھونے کے سٹینڈ سے، پمپاس گھاس سے اوپر کہیں، پہاڑ پر لال کا گالوکیاں نظر آتی تھیں۔ یہاں بیٹھک میں ان کا چھچھار رنگ اور بھی زیادہ تاب ناک معلوم ہو رہا تھا۔

اس کے حلقہ نظر میں کیکو کو بھی آ گئی۔

کیکو کو کے جبڑے سے گلے تک کے جسمانی خط میں کوئی نا قابل بیان تو تازگی تھی۔ شنگو کو خیال آیا کہ یہ شادابی صرف ایک نسل کا حاصل نہیں اور جانے کیوں اداس ہو گیا۔

کیکو کو کا چہرہ ذرا دبلا معلوم ہو رہا تھا، شاید اس لئے کہ بالوں کی بناوٹ نے گردن اور گلے کو زیادہ نمایاں کر دیا تھا۔

ظاہر ہے شنگو اول دن سے اس جسمانی خط اور صراحی دار گردن کے حسن سے آگاہ تھا۔ کیا عام دنوں کی بہ نسبت یہ حسن اس وقت اس لئے دوبالا ہو گیا تھا کہ کیکو کو خاصی دور تھی اور ایک مختلف زاویے سے اسے دیکھ رہا تھا؟

شاید خزاں کی تابانی نے اپنی طرف سے حسن میں کچھ بڑھا دیا تھا۔

جبڑے سے گلے تک کا جسمانی خط سب سے بڑھ کر ایسی شادابی کا ترجمان تھا جو دوشیزگی سے بھرپور تھی۔ بہرحال، یہ خط تھوڑا سا بھرنا شروع ہو گیا تھا اور اس کا دوشیزہ پن جلد رخصت

ہونے والا تھا۔

''صرف ایک خبر اور'' یاسو کو نے آواز دی۔ ''بہت دلچسپ ہے۔''

''اوہ؟''

''امریکا سے متعلق۔ کوئی جگہ ہے۔ بفیلو، نیو یارک۔ بفیلو کار کے حادثے میں کسی آدمی کا کان کٹ گیا اور وہ ڈاکٹر کے پاس گیا۔ ڈاکٹر دوڑا دوڑا جائے حادثہ پر پہنچا، لہولہان کان ڈھونڈا اور دوبارہ لگا دیا۔ اور جب سے کان بالکل ٹھیک کام کر رہا ہے۔''

''کہتے ہیں کہ اگر تاخیر نہ کی جائے تو کٹی ہوئی انگلی بھی جڑ جاتی ہے۔''

''اوہ؟'' کچھ دیر پڑھتے رہنے کے بعد جیسے اسے کچھ یاد آ گیا۔ ''میں سمجھتی ہوں یہ بات میاں بیوی پر بھی صادق آتی ہے۔ اگر انہیں جلدی سے دوبارہ ملوا دیا جائے تو جڑ جائیں گے۔ لیکن بہت مدت ہو چکی۔''

''کیا کہنا چاہتی ہو؟'' شنگو نے ویسے ہی کہہ دیا۔ اصل میں سوال نہیں کیا۔

''تمہاری رائے میں فوسا کو کے ساتھ یہی کچھ نہیں ہوا؟''

''ائی ہارا تو غائب ہو چکا'' شنگو نے بے توجہی سے جواب دیا ''اور ہمیں معلوم نہیں کہ زندہ ہے یا مر گیا۔''

''ارے ہم اگر کوشش کرتے تو اتنا تو پتا چل ہی جاتا۔ لیکن اب کیا ہوگا؟''

''تو بڑی بی اب بھی اپنے پچھتاوے سمیٹے بیٹھی ہیں۔ ان سے پیچھا چھڑا لو۔ ہم طلاق کا نوٹس کب کا بھجوا چکے۔''

''لڑکپن سے ایک ہی کام میں طاق چلی آ رہی ہوں: اس سے ہاتھ کھینچ لیا، بات صرف یہ ہے کہ فوسا کو اور دونوں بچیاں میری آنکھوں کے سامنے ہیں اور میں حیران ہوتی رہتی ہوں کہ ان کا کیا بنے گا۔''

شنگو نے کوئی جواب نہ دیا۔

''فوسا کو کوئی حسینہ عالم تو ہے نہیں اور فرض کرو اس نے دوبارہ شادی کر لی۔ پھر تو سچ مچ کیکو کو پر بڑا بوجھ پڑ جائے گا کہ دونوں بچیوں کو بھی وہی سنبھالے۔''

''کیکو کو اور شوئی چی کو کہیں اور جا کے رہنا پڑے گا۔ اور پھر بچیوں کو پالنا پوسنا بڑی بی کے ذمے ہوگا۔''

MashalBooks.org

''میں نے سمجھتی کہ مجھے آرام طلب کہہ سکتا ہے لیکن ذرا بتاؤ تو سہی رحم و کرم پر چھوڑ دو۔ فوسا کو کہاں ہے؟''

''بدھ جی کو دیکھنے گئی ہیں۔ بڑی عجیب بچیاں ہیں۔ ایک دفعہ گھر لوٹتے ہوئے ساتو کو کار کے نیچے آنے سے بال بال بچی اور پھر بھی بدھ جی کو چوکھٹ میں دل اٹکا ہوا ہے۔ ہر وقت وہاں جانے کیلئے ٹھنکتی رہتی ہے۔''

''خود بدھ جی اسے بھا گئے ہیں، میں نہیں مانتا۔''

''معلوم یہی ہوتا ہے۔''

''جانے بھی دو۔''

''تمہارا کیا خیال ہے، فوسا کو گاؤں نہ چلی جائے۔ شاید وہ اسے اپنی وارث بنالیں۔''

''انہیں وارث کی ضرورت نہیں۔'' شنگو نے ٹکا سا جواب دیا۔

یاسو کو چپ چاپ اپنے اخبار پڑھتی رہی۔

''امی جان نے کان کی کہانی سنائی تو مجھے یاد آ گیا۔'' اس دفعہ کیکو کو نے بات چھیڑی۔ ''یاد ہے آپ نے کس طرح ایک دفعہ کہا تھا کہ جی چاہتا ہے اپنا سر کسی ہسپتال کو دے آؤں تا کہ اسے صاف اور بحال کر دیا جائے؟''

''ہم سورج مکھی کے پھولوں کو دیکھ رہے تھے جو سڑک پر چند مکان چھوڑ کے لگے ہوئے تھے۔ میرے خیال میں سر کی جھاڑ پونچھ کی ضرورت پہلے سے بھی زیادہ شدید ہوگئی ہے۔ اب میں کسی وقت یہ بھی بھول جاتا ہوں کہ ٹائی باندھی کس طرح جاتی ہے۔ کوئی دن جاتا ہے کہ اخبار الٹا پکڑ کے پڑھنے لگوں گا اور اپنی غلطی کا احساس تک نہ ہوگا۔''

''میں اکثر اس بارے میں سوچتی ہوں کہ جب آپ سر ہسپتال چھوڑ کر آ جائیں گے تو کیسا لگے گا۔''

شنگو نے کیکو کو کی طرف دیکھا۔ ''بھئی میں سمجھتا ہوں یہ ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی نیند کے ذریعے علاج کی غرض سے ہر رات اپنا سر ہسپتال چھوڑ آئے۔ مجھے ہمیشہ خواب دکھائی دیتے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں: کہ جب ہوں دکھیا تو چلتی رہتی ہے درحقیقت کی میرے خوابوں میں۔ کچھ یاد سا پڑتا ہے۔ یہ مصرع کہیں کسی نظم میں پڑھا تھا۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میرے اپنے خوابوں کو حقیقت سے کوئی سروکار ہوتا ہے۔

کیکوکو لوکیوں کو ترتیب دینے سے فارغ ہو کر جائزہ لے رہی تھی کہ سجاوٹ ٹھیک ہے۔
شنگو بھی لوکیوں کو دیکھنے لگا۔ ''کیکوکو۔ تم اور شوئی چی کہیں اور جا کر کیوں نہیں رہنے لگتے؟''

کیکوکو نے متحیر ہو کر اس کی طرف دیکھا اور اس کے قریب چلی آئی۔ ''مجھے ڈر لگے گا'' اس نے ہلکے سے کہا تا کہ آواز یاسو کو تک نہ پہنچ سکے۔ ''مجھے ان سے ڈر آتا ہے۔''

''کیا اس سے الگ ہونے کا سوچ رہی ہو؟''

''اگر ان سے الگ ہو گئی تو پھر جی بھر کے آپ کا خیال رکھوں گی'' کیکوکو نے متانت سے کہا۔

''تمہاری بدنصیبی۔''

''جب آدمی وہ کرے جو کرنا چاہتا ہو تو اسے بدنصیبی نہیں کہتے۔''

شنگو چونک گیا۔ یہ جملہ گرم جوشی کے اولین اظہار کے مانند تھا۔ شنگو کے جملے سے کسی طرح کے خطرے کی بو آئی۔

''تم میری دیکھ بھال میں بہت تندہی کا ثبوت دیتی ہو۔ لیکن مجھے شوئی چی کے ساتھ خلط ملط کرنے کی غلطی نہ کر بیٹھنا۔ میرا خیال ہے تمہاری ایسی کوئی حرکت شوئی چی کو اور دور دھکیل دے گی۔''

''ان کی بعض باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ کیکوکو کا پیلا پڑا ہوا چہرہ شنگو کی التجا کر رہا ہے۔ ''کبھی کبھی میں بیٹھے بیٹھے اتنی خوف زدہ ہو جاتی ہوں کہ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔''

''مجھے پتا ہے۔ جنگ پر جانے کے بعد وہ بدل گیا۔ بعض دفعہ وہ جان بوجھ کر ایسا رویہ اختیار کر لیتا ہے کہ خود میں بھی اس کا عندیہ نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن اگر تم اس لہولہان کان کی طرح اس سے جڑی رہو تو شاید بات بن ہی جائے۔''

کیکوکو کی نظریں شنگو پر جمی ہوئی تھیں۔

شوئی چی نے تمہیں بتایا کہ تم اپنی مرضی کی مالک ہو؟''

''نہیں۔'' کیکوکو نے تجسس آمیز انداز میں شنگو کی طرف دیکھا۔ ''مرضی کی مالک؟''

''میں نے خود بھی اس سے پوچھا تھا کہ بیوی کے حوالے سے یہ بات کہہ رہے ہو تو تمہارا

مطلب کیا ہے۔ مجھے گمان ہے کہ اس کی جزوی طور پر مراد یہ تھی کہ تمہیں زیادہ آزادی سے زندگی گزارنی چاہیے۔ یہ انتظام کرنا میرے ذمے ہے کہ تمہیں آزاد کر دیا جائے۔''

''آپ کہنا چاہتے ہیں کہ میں آزاد ہو جاؤں، آپ سے بھی تعلق نہ رکھوں؟''

''ہاں۔ اس نے کہا میں تمہیں بتا دوں کہ تم آزاد ہو۔''

اسی لمحے اوپر سے کوئی آواز آئی۔ شنگو کو سچ مچ یہ لگا جیسے اس نے آسمان سے آنے والی کوئی آواز سنی ہو۔

پانچ چھ کبوتر، بہت نیچے اڑتے ہوئے، باغ کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک، ترچھا خط بناتے گئے۔

کیکو کونے ان کی آواز سنی۔ وہ برآمدے کے کنارے جا کھڑی ہوئی۔

''تو کیا میں آزاد ہوں؟'' اس نے کبوتروں کو اڑ جاتے دیکھ کر آنسوؤں میں بھیگی آواز میں کہا۔

تیرو سیڑھی چھوڑ کر اڑتے پرندوں کے تعاقب میں باغ کے پار دوڑی چلی گئی۔

5

رات کے کھانے پر خاندان کے ساتواں افراد موجود تھے۔

اس میں کوئی شبہ باقی نہ تھا کہ فوسا کو اور اس کی بچیوں کا شمار بھی اب اہل خانہ میں ہونے لگا تھا۔

''سٹور پہ صرف تین ٹراؤٹ بچے تھے'' کیکو کونے کہا۔ ''ان میں سے ایک ساتو کو کیلئے ہے۔'' اس نے ایک ایک ٹراؤٹ شنگو، شوئی چی اور ساتو کو کے سامنے چن دیا۔

''بچے ٹراؤٹ نہیں کھاتے'' فوسا کو نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''نانی اماں کو دے دو۔''

''نہیں۔'' ساتو کو نے اپنی پلیٹ زور سے پکڑ لی۔

''کتنا بڑا ٹراؤٹ'' یاسوکو نے سکون سے رائے ظاہر کی۔ ''میں سمجھتی ہوں سال کے آخری ٹراؤٹوں میں سے ہے۔ میں تو بس ایک آدھ لقمہ یہاں نانا ابا کے ٹراؤٹ کا لے لوں گی۔ مجھے تمہارا ٹراؤٹ نہیں چاہیے۔ کیکو کو شوئی کا تھوڑا سا ٹراؤٹ لے سکتی ہے۔''

وہ تین گروہوں میں بٹے ہوئے تھے شاید انہیں رہنا بھی الگ الگ گھروں میں چاہیے

تھا۔

ساتو کو کی توجہ ٹراؤٹ پر مرکوز تھی۔

''مزے کا ہے؟'' فوسا کو نے تیوری چڑھا کر پوچھا۔''لیکن کیسے نچلے پن سے کھا رہی ہے۔'' فوسا کو نے چمچہ گڑو کر کپانڈ* نکالا اور ننھی کو نیکو کو دے دیا۔ساتو کو نے کوئی اعتراض نہ کیا۔

''کپانڈ'' فوسا کو، شنگو کے ٹراؤٹ کے کپانڈ کا ایک سرا کھسوٹتے ہوئے، بڑابڑائی۔

''پرانے وقتوں کا ذکر ہے کہ جب ہم دیہات میں رہتے تھے۔یاسوکو کی بہن کے شوق دلانے پر میں ہائیکو لکھنے لگا۔ٹراؤٹون کے بارے میں ہر طرح کی ترکیبیں ہیں:

پت جھڑ کا ٹراؤٹ اور اترتا ٹراؤٹ اور رنگیلا ٹراؤٹ۔اس طرح کے نام۔''شنگو نے یاسوکو پر نظر ڈالی اور بات جاری رکھی۔''اتراتے ٹراؤٹ اور زنگیلے ٹراؤٹ یعنی وہ جو انڈے دے چکے ہوں اور بے حال ہو کر، تھکے ہارے، سمندر کو لوٹ رہے ہوں۔''

''بالکل میری طرح'' فوسا کو نے فوراً تبصرہ کیا۔''ویسے صحت مند ٹراؤنٹ کے طور پر بھی میں کہاں کی صورت دار تھی۔''شنگو نے ظاہر کیا جیسے یہ بات سنی ہی نہیں۔''پت جھڑ میں ٹراؤٹ خود کو پانی کے رحم و کرم پر چھوڑتے ہوئے۔اتھلے پانیوں میں سرگرم سفر ٹراؤٹ جنہیں خبر ہی نہیں کہ موت ان کا مقدر بن چکی ہے۔اس طرح کی پرانی نظم۔میرے خیال میں ان باتوں کا اطلاق مجھ پر بھی ہو سکتا ہے۔''''مجھ پر'' یاسوکو نے کہا۔''کیا جب وہ انڈے دے کر سمندر کی راہ لیتے ہیں تو جا کے مر جاتے ہیں؟''

''میں سمجھتا ہوں کہ ان کے ساتھ یہی کچھ پیش آتا ہے۔لیکن بے شک کبھی کبھار ایسے ٹراؤٹ بھی نظر آ جاتے تھے جو جاڑوں کی رت گہرے تالابوں میں گزار دیتے تھے۔یہ رہے سہے ٹراؤٹ کہلاتے۔''

.....

* Roe نر یا مادہ مچھلی کا بیضہ دان جس میں نطفہ یا انڈے موجود ہوتے ہیں۔

''شاید میں اسی قسم کا ٹراؤٹ ہوں۔''

''لیکن جب سے گھر آئی ہو تمہارا وزن بڑھ گیا ہے'' یاسوکو نے بیٹی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔''اور تمہاری رنگت بھی نکھر چلی ہے۔''

''میں کب چاہتی ہوں کہ میرا وزن بڑھے۔''

MashalBooks.org

''گھر سینا کسی گہرے تالاب میں چھپے رہنے کے مانند ہے'' شوئی چی نے کہا۔

''میں نہیں چاہتی کہ بڑے عرصے تک یہیں پڑی رہوں۔ اس سے تو بہتر ہے سمندر کی طرف چل دوں۔ ساتو کو۔'' اس نے آواز بڑھا کر کہا۔ ''کانٹوں کے سوا تمہارے پاس کچھ نہیں بچا۔ بس کرو۔ انہیں اور نہ چھوڑو۔''

''فوسا کو نے آنکھیں جھکالیں۔ اضطراب کے مارے اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ پھر وہ حواس مجتمع کر کے بول ہی پڑی۔ ''ابا جی۔ آپ مجھے کوئی چھوٹی موٹی دکان نہیں کھلوا دیتے؟ زنانہ آرائش کے سامان کی دکان، سٹیشنری کی دکان، کسی طرح کی سہی۔ مجھے اس سے بھی غرض نہیں کہ دکان شہر میں کہاں ہو۔ سڑک کنارے بنا کھوکھا بھی منظور ہے۔ کوئی جگہ جہاں لوگ بیٹھ کر پی پلا سکیں۔''

''کیا سمجھتی ہو، تم اس طرح کا کاروبار سنبھال لوگی؟'' شوئی چی نے متعجب ہو کر پوچھا۔

''سنبھال لوں گی۔ گاہک عورت کی شکل چاٹنے تو نہیں آتے۔ سا کے پینے آتے ہیں۔ کیا تم اپنی پیاری بیگم سے میرا موازنہ کر رہے ہو؟''

''میرا یہ مطلب قطعاً نہیں تھا۔''

''ظاہر ہے، فوسا کو دکان چلا سکتی ہے'' کیکوکو کے بیچ میں بول اُٹھنے پر باقی سب حیرت زدہ رہ گئے۔ ''اور اگر انہوں نے اس کام میں ہاتھ ڈالنے کی ٹھان لی تو میں کہوں گی کہ میری خدمات بھی حاضر ہیں۔''

''کیا کہنا۔ واقعی بڑا شاندار منصوبہ ہے'' شوئی چی نے کہا۔ کھانے کی میز پر خاموشی چھا گئی۔

ان میں صرف کیکوکو کا چہرہ تمتما اُٹھا تھا۔ منہ کانوں تک لال ہو گیا تھا۔

''اگلے اتوار کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' شنگو نے کہا۔ ''سوچتا رہا کہ کیسا مزہ آئے جو ہم سب میپل کے درخت دیکھنے گاؤں جا سکیں۔''

یاسوکو کی آنکھیں جگمگا اُٹھیں۔

''کیکوکو بھی۔ کیکوکو نے ہمارا پرانا گھر تو دیکھا ہی نہیں۔''

''بصد شوق چلوں گی'' کیکوکو نے کہا۔

شوئی چی اور فوسا کو منہ تھتھائے چپ بیٹھے رہے۔

MashalBooks.org

''گھر کی حفاظت کیلئے گھر پہ کون رہے گا؟'' آخر فوسا کو نے پوچھا۔

''میں'' شوئی چی نے کہا۔

''نہیں، میں۔ ابا جی، میں چاہتی ہوں کہ جانے سے پہلے آپ مجھے بتا دیں آپ کا جواب کیا ہے۔''

''میں تمہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کر دوں گا۔'' شنگو نے کہا۔ اسے کینو کا خیال آ گیا تھا جس کے متعلق سننے میں آیا تھا کہ نو مازد میں لباس سازی کی چھوٹی سی دکان کھول بھی چکی۔ اور بچہ ابھی پیٹ میں تھا۔

کھانا جیسے ہی ختم ہوا شوئی چی میز پر سے اُٹھ کر چلا گیا۔

شنگو بھی، گدی کو سہلاتا ہوا جہاں ایک جگہ اینٹھی معلوم ہوتی تھی، اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کھوئی کھوئی نظروں سے بیٹھک میں جھانکا اور روشنی جلائی۔

''لو کیاں نیچے کو جھک آئی ہیں'' اس نے کیکو کو آواز دی۔ ''ضرورت سے زیادہ بھاری معلوم ہوتی ہیں۔''

کیکو کو بظاہر برتنوں رکابیوں کے شور میں اس کی آواز نہ سن سکی۔

ختم شدہ

MashalBooks.org

The Sound of the Mountain in **Yasunari Kawabata**

Copyright C English 1970 Alfred knopf. Inc.

Copyright c Urdu 1995 Mashal

Urdu Translation: Muhmmad Saleem-ur.Rehman

Publisher: Mashal Pakistan.

RB.5 second floor,

Usman Block, New Garden Town,

Lahore-54600 ,Pakistan

MashalBooks.org

MashalBooks.org

MashalBooks.org

MashalBooks.org